المدارج السنية في الرد على الوهابية

ويليه

الصيحة العقابية في رد الوهابية النجدية

مع ترجمهٔ اردو

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالأوفست

مكتبة الحقيقة

HAKÎKAT KİTÂBEVİ
Darüşşefeka Cad. No: 53/A P.K.: 35 34083
Tel: 0212 523 45 56 Fax: 0212 523 36 93
http://www.hakikatkitabevi.com
e-mail: info@hakikatkitabevi.com
Fâtih-İSTANBUL
HAZİRAN-2019

المدارج السنية

في الرّدّ على الوهابية

مرتّبه: عامر القادري رحمه الله معلم بدار العلوم القادرية السبحانية كراتشى عـــ٢٥
ترجمه: عبد العليم القادرى هفته ١٥ جنورى سنة ١٣٩٨ هـــ. [١٩٧٧ م.]

و يليه

العقائد الصحيحة في ترديد الوهّابية النّجدية

جناب زبدة السالكين عمدة العارفين محى السنة ماحى البدعة حضرت مولانا و مرشدنا خواجه حاجى حافظ **محمد حسن جان** صاحب مجدّدى دامت بركاتهم العالية سجاده نشين درگاه طنده ساين داد ضلع حيدرآباد (سنده) نى مؤلف اصول الاربعة المتوفى سنة ١٣٤٩ هـــ. [١٩٣١ م.]

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالأوفست

مكتبة الحقيقة

يطلب من مكتبة الحقيقة بشارع دار الشفقة بفاتح ٥٧ استانبول–تركيا

هجري قمري	هجري شمسي	ميلادي
١٤٤٠	١٣٩٧	٢٠١٩

Baskı: İhlâs Gazetecilik A.Ş.
Merkez Mah. 29 Ekim Cad. İhlâs Plaza No: 11 A/41
34197 Yenibosna-İSTANBUL Tel: 0.212.454 30 00

ISBN: 978-975-8883-88-2

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمین ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الاولین والاخرین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد

فیقول عامر عبد الخالق القادری المدعو بعامر القادری لما وجدت من الوھابیۃ مسائل المختلفۃ ۔ لما قولھم ان الانبیاء لیس یحیی فی قبورہم والنداء الیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک کما یقولون أھل السنۃ فی وقت الاذان عند شہادۃ الاولیٰ ۔ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ وھی شرک عندہم ومن قال یا رسول اللہ بالنداء والخطاب فھو مشرک عندہم ۔ وحیلۃ الاسقاط لمار وح فی السرحد اوالپنجاب ۔ ھو حرام عندہم واخذ الاجرۃ علیٰ تعلیم القراٰن شرک ایضاً فلھذا اکتبت الرسالۃ المسمیٰ بالمدارج السنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ

فالمسئلۃ الاول ۔ الصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام ۔

الصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام ثبت بدلیل قطعی ۔ لقولہ تعالیٰ

امابعد

پس کہتا ہے عاصی عبدالحق القادری معروف بہ عاصی القادری جب پائے میں نے وہابیہ سے مسائل مختلف جیسے کہتے ہیں یہ کہ انبیاء اپنے قبور میں زندہ نہیں ہیں اور ندا رسول اللہ کی طرف یہ شرک ہے جیسا کہ اہل السنۃ کہتے ہیں آذان کے وقت میں اول شہادت میں قرۃ عینی بک یارسول اللہ۔ اور یہ وہابیہ اسے شرک جانتے ہیں اور جس نے یارسول اللہ کہا ساتھ نداء اور خطاب کے وہ انکے ہاں مشرک ہے۔ اور حیلہ اسقاط کرنا جیسے صوبہ سرحد میں مروج ہے اور پنجاب میں یہ انکے ہاں حرام ہے۔ اور تعلیم قرآن پر اجرت لینا یہ بھی شرک ہے اس وجہ سے میں نے رسالہ لکھا جو مدارج السنیۃ فی رد علی الوہابیہ پر موصوف ہے پس اول مسئلہ نبی علیہ السلام پر درود پڑھنے کا ہے۔

درود پڑھنا نبی علیہ السلام پر نص قطعی سے ثابت ہے۔ واسطے قول رب تعالیٰ کے۔

صلوا علیہ وسلموا تسلیماً اى صلوا علیہ دائماً ۔ فان قلت کیف یدل الدوام؟

قلنا

قولہ تعالٰے اِنّ اللہ وملٰئکتہ یصلون الایۃ ۔ وقع فى الاٰیت الاستمرار

لان ھى (اى یصلون) صیغۃ المضارع والمضارع یدل على الاستمرار

فالحاصل صلوا علیہ بدوام۔

یاایھا الناس صلوا على رسول اللہ صلوا علیہ ھو خیر البشر

ھو رسول ربنا ھو مختار کل شیئ ھو یشیر الى قمر فشق القمر

وفى المشکوٰۃ ۔ عن ابى ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلى اللہ علیہ وسلم

من صلّى علىّ صلوٰۃ واحدۃ صلى اللہ علیہ عشرا ۔

وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلى اللہ علیہ وسلم

ان للہ ملٰئکۃ سیاحین فى الارض یبلغونى من امتى السلام

وعن ابى ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ما من احد یسلم علىّ الا رد اللہ علىّ روحى حتى ارد علیہ السلام

فثبت ان صلوٰتنا یعرض على النبى علیہ السلام ۔

وعن ابى ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلى اللہ علیہ وسلم من

درود پڑھو اس پر اور سلام بھیجو سلام بھیجنا۔ یعنی درود پڑھو ہمیشہ۔ پس اگر تو کہے کیسے ہمیشہ
ہم کہتے ہیں
یہ قول رب تعالیٰ کا ان اللہ وملئکتہ یصلون۔ واقع ہوا استمرار اس لیے کہ یصلون
مضارع کا صیغہ ہے اور مضارع دلالت کرتا ہے استمرار پر۔
پس حاصل یہ ہے کہ درود پڑھو اس پر ساتھ ہمیشگی کے
۵ اے لوگو درود پڑھو نبی علیہ السلام پر درود پڑھو اس پر وہ افضل بشر ہے
وہ ہمارے رب کا رسول ہے اور وہ دینار ہے جملہ اشیاء کا اس نے چاند کو اشارے سے توڑ دیا
اور مشکوٰۃ میں ہے۔ روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے
اللہ تعالیٰ اس پر دس بھیجے گا۔
اور روایت ہے ابن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ نے اللہ کے فرشتے زمین میں پھرتے ہیں میری امت
کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔
اور روایت ہے ابو ہریرہ سے فرمایا رسول اللہ نے جب کوئی مسلمان سلام پڑھتا ہے مگر اللہ تعالیٰ
میری روح کو مجھ پر لوٹاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔
پس ثابت ہوا کہ ہمارا درود نبی علیہ السلام پر پیش کیا جاتا ہے۔
اور روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو

صلی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علیّ نائیاً ابلغتہ - فثبت کما یسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند قبرہ یسمع ایضاً من البعید لانہ رسول للناس با القرب والبعد - کما ثبت بحدیث التی وجد فی دلائل الخیرات[1] - اسمع صلوٰۃ اہل محبتی واعرفہم - دلائل الخیرات ص ۵۲ واسمع منکم بلا واسطۃ - انیس الجلیس الامام السیوطی[2] ص ۲۴۵ - انا جلیس من ذکرنی سعادت الدارین[3] ص ۵۴ ومدارج النبوۃ[4] ص ۵۰ ثم روح البیان[5] جلد ۲ ص ۲۳۵ - من قال عشر مرۃ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ فقد اعتق رقبۃ - نسیم الریاض[6] جلد ۳ ص ۴۹۲ وقال حسین احمد الدیوبندی[7] فی شہاب ثاقب - الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وجملۃ الصور للصلوٰۃ لو بخطاب ونداء عند علمائنا مستحب ومستحسن - شہاب ثاقب ص ۶۵
فثبت جواز الصلوٰۃ با النداء والخطاب -

سلموا یا قوم بل صلوا علیٰ صدر الامین ٥ مصطفیٰ ماجاء الا رحمۃ للعالمین

---

(۱) مؤلف دلائل الخيرات محمد بن سليمان الجزولي الشاذلي توفي مسموما سنة ۸۷۰ هـ. [۱٤٦٥ م.] في فاس
(۲) جلال الدين عبد الرحمن السيوطي الشافعي توفي سنة ۹۱۱ هـ. [۱٥۰٥ م.] في مصر
(۳) مؤلف سعادة الدارين ابراهيم المصري كان حيا قبل سنة ۱۳۲۰ هـ. [۱۹۰۲ م.]
(٤) مؤلف مدارج النبوة عبد الحق الدهلوي توفي سنة ۱۰٥۲ هـ. [۱٦٤۲ م.]
(٥) مؤلف تفسير روح البيان اسماعيل حقي الجلوتي توفي سنة ۱۱۳۷ هـ. [۱۷۲٥ م.] في بروسه
(٦) مؤلف نسيم الرياض شرح الشفاء احمد الخفاجي المصري توفي سنة ۱۰٦۹ هـ. [۱٦٥۹ م.]
(۷) حسين احمد الديوبندي توفي سنة ۱۳۷۷ هـ. [۱۹٥۷ م.]

درود پڑھے میری قبر کے نزدیک میں اسے خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے مجھے پہنچایا جاتا ہے
پس ثابت ہوا جیسے کہ نبی علیہ السلام اپنی قبر پر نزدیک کا درود سنتے ہیں اسی طرح دور کا بھی
سنتے ہیں اس لیے کہ آپ نزدیک اور دور والوں کے رسول ہیں۔ جیسا کہ ثابت ہے حدیث میں جو
پائی ہم نے دلائل الخیرات میں۔ ہے کہ سنتا ہوں میں درود اہل محبت کا اور پہچانتا بھی ہوں
اور میں تم سے بلا واسطہ سنتا ہوں۔ میں وہاں موجود ہوں جہاں میری یاد ہو رہی ہے
جس نے دس بار الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہا پس اسنے ایک غلام آزاد کیا
اور کہا حسین احمد دیوبندی نے شہاب ثاقب میں۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
اور جملہ صور درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب وندا ہی کیوں نہ ہو علماء مستحب
و مستحسن جانتے ہیں
پس ثابت ہوا جواز درود کا ساتھ خطاب وندا کے

سلام پڑھو اے قوم بلکہ درود پڑھو اوپر سردار امانت داروں کے مصطفیٰ ہیں آئے مگر
رحمۃ دو جہان کیلئے۔

ے

والصلوة فی الدعاء کما یفعلون اہل السنۃ

رواه معاذ بن الحارث عن ابی قرة عن سعید بن المسیب[1] عن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً وهکذا رواه رزین ابن معاویۃ[2] فی کتابہ مرفوعاً عن النبی علیہ الصلاة والسلام قال الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد حتی یصلی علیّ فلا تجعلونی کغمر الراکب صلوا علیّ اول الدعاء واخره واوسطه

فثبت ان فی اول الدعاء صلوة وفی اخره واوسطه وبحمد اللہ تعالیٰ ان اهل السنۃ والجماعۃ یداومون علیہا ویستحسنون الصلوة فی الدعاء کما روج فی الکراتشی -

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

---

(۱) سعید بن المُسَیّب التابعي توفي سنة ۹۱ هـ. [۷۰۹ م.] في المدينة المنورة

(۲) رزين بن معاوية امام الحرمين المالكي توفي سنة ۵۲٤ هـ. [۱۱۲۹ م.]

اور درود دُعا میں جیساکہ اہل السنۃ کرتے ہیں ۔

روایت ہے معاذ بن حارث سے وہ ابی قرہ سے وہ سعید بن المسیب سے وہ عمر سے مرفوعاً اور اسی طرح روایت کیا ہے اسے رزین ابن معاویہ نے اپنی کتاب میں مرفوعاً نبی علیہ السلام سے فرمایا کہ دُعا لٹکی رہتی ہے آسمان و زمین میں اُوپر نہیں چڑھتی جب تک مجھ پر درود نہ پڑھا جائے پس نہ کرو مجھے مانند درود پڑھو مجھ پر دعا کی ابتدا درمیان اور آخر میں

پس ثابت ہوا کہ دعا کے ابتداء میں آخر میں اور درمیان میں درود ہے اور اللہ کے فضل سے اہل السنۃ والجماعت نے اس پر ہمیشگی اختیار کی ہے ۔ اور دُعا میں درود کو مستحسن جانتے ہیں جیساکہ رواج ہے کراچی میں ۔

٩

٭ الاكابر المنافقين ٭

قال حاجی[1] امداد الله مہاجر مکی فی ضیاء القلوب ہر کسے را
کہ شوقِ دیدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم می شود بعد نمازِ عشاء با طہارت کامل و جامہ
نو و استعمال خوشبو با ادب تمام رو بسوئے مدینہ منورہ بنشیند و ملتجی از جناب
قدس حقیقت محمدی برائے حصولِ زیارت جمال مبارک صلی اللہ علیہ وسلم و
دل را از جمیع خطرات خالی کردہ صورتِ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ
لباس بسیار سفید و عمامہ سبز و چہرہ منور مثلِ بدر بر کرسی تصور کند الصلوٰۃ
والسلام علیک یا رسول اللہ راست ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ چپ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ ، در دل ضرب کند و ایں درود شریف
را ہر قدر کہ تواند پے در پے تکرار کند انشاء اللہ تعالیٰ مطلوب خواہد رسید -
ضیاء القلوب ص ۸۳

وایضاً قال حاجی امداد الله الصلوٰۃ والسلام علیک
یا رسول الله بصیغۃ النداء والخطاب یکلمون الناس فیہ
ھذا مبنی علی اتصال المعنوی لہ الخلق والامر عالم الامر

---

(١) حاجي امداد الله حسين الديوبندي توفي سنة ١٣١٧ هـ. [١٨٩٩ م.] في مكة المكرمة

۱۰

مخالفین کے اکابر

کہا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے ضیاء القلوب میں جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شوق ہو نمازِ عشاء کے بعد بعد طہارت کامل کے اور نئے کپڑوں کے اور استعمال خوشبو کے ساتھ ادب تمام کے منہ مدینہ منورہ کی طرف کرکے بیٹھے اور التجا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت کی کرے اور دل کو تمام خطرات سے خالی کرکے یہ تصور کرے حضور اکرمؐ سفید کپڑے پہنے اور سبز عمامہ باندھے کرسی پر بدر کے چاند جیسے جلوہ افروز ہیں اور دائیں طرف الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور بائیں الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ اور دل میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ کی ضرب لگا اور اس درود شریف کو جسقدر ہو سکے متواتر تکرار کرے انشاء اللہ مطلب کو پہنچے گا

اور اسی طرح حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے کہا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں اور یہ مبنی ہے اتصال معنوی پر لہ الخلق و الامر عالم امر

ليس مقيد بالطرف والقرب والبعد فلا شك في جوازه
امداد المشتاق ص ۵۹

اشرف علي تانوی[۱]

ثبت ان اقرب الصلوٰة بكثرة وهو ايضاً الصلوٰة والسلام عليك يا رسول الله - شكر النعمة بذكر رحمة الرحمة ص ۱۸

وهذا مقام فكر وتأمل ان اكابر الديوبندية هم يتبعون الوهابية زماننا والمودودية والنجيرية وغيرهم يقولون الشرك للصلوٰة على النبي بالنداء والخطاب فثبت ان اكابرهم كلهم مشركون ولكن لا يفقهون العلم لئن كلهم جهال

حسين احمد مدنی[۲]

سمعت من الوهابية اكثرهم يمنعون من الصلوٰة على النبي عليه السلام بالخطاب مع الصلوٰة والسلام عليك يا رسول الله وهم يستهزؤن ويقولون الكلام الفاحش وعلمائنا هذه الصورة وجملة الصور لصلوٰة لو بخطاب ونداء يقولون مستحب ومستحسن وللمتعلقين يامرون بذالك - شهاب ثاقب ص ۶۵

---

(۱) محمد اشرف علي التهانوي الديوبندي توفي سنة ۱۳۶۲ هـ. [۱۹۴۳ م.]

(۲) حسين احمد مدني الديوبندي توفي بسنة ۱۳۷۷ هـ. [۱۹۵۷ م.]

نہیں مقید ساتھ طرف کے قرب و بعد میں بس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔

اشرفعلی تھانوی

کہ یوں دل چاہتا ہے کہ آج درود شریف زیادہ پڑھوں اور وہ بھی ان الفاظ سے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

اور یہ مقام غور فکر ہے کہ اکابر دیوبند اسے مستحب جانتے ہیں اور ہمارے زمانے کے وہابی اور مودودی اور نیچیری وغیرہ ہم درود کو شرک کہتے ہیں جو ساتھ نداء و خطاب کے ہو پس ثابت ہوا انکے قول سے کہ ان کے اکابر تمام مشرک ہے ولیکن یہ نہیں سمجھتے علم کو اس لیے کہ یہ جاہل ہیں۔

حسین احمد مدنی

وہابیہ کی زبان سے بارہا سنا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور ان کا استہزاء (مذاق) اڑاتے ہیں اور برے کلمات کہتے ہیں اور علماء ہمارے اس صورت کو اور تمام صور درود کو اگرچہ بخطاب و ندا ہی کیوں نہ ہو مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔

محمد ذکریا السہارنبوری [۱]

قال فی فضائل درود ونی فہی ان یجتمع الصلوٰۃ والسلام فافضل
اعنی مکان السلام علیک یا رسول اللہ والسلام علیک یا حبیب اللہ
یقال الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اعنی ان ازید علیہ لفظ صلوٰۃ
فضائل درود ص ۱۳۲ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ ص ۲۹

وقال حجۃ الاسلام امام غزالی [۲] رحمۃ اللہ علیہ فی
احیاء العلوم واحضر فی قلبک النبی علیہ السلام وشخصہ الکریم وقل
السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ولیصدق املک
فی أنہ یبلغہ ویرد علیک ما ہو اوفیٰ منہ انتہی احیاء العلوم ص ۱۴۹ جلد ۱
وهذه العبارۃ وجدت فی اکثر کتب الفقہاء ۔ عمدۃ القاری [۳] شرح بخاری
جلد ۶ ص ۱۱۱ مواہب اللدنیہ [۴] جلد ۲ ص ۳۲۰ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد ۷ ص ۲۲۹
زرقانی شرح موطا امام مالک [۵] جلد ۱ ص ۱۷۰ سعایہ [۶] جلد ۲ ص ۲۲۷ فتح الملہم جلد ۲ ص ۱۴۳
اوجز المسالک جلد ۱ ص ۲۶۵ مسک الختام [۷] شرح بلوغ المرام ص ۲۵۹

مطبوع فی بیروت

نبطل اثبات الوہابیۃ وقولہم من حضر فی قلبہ النبی علیہ السلام
وقت الصلوٰۃ فصلوتہ فاسدۃ ۔ نعوذ باللہ من انفسہم ویرحم اللہ علیہم

---

(۱) محمد زکریا السهارنبوري الديوبندي ولد سنة ۱۳۱۵ هـ. [۱۸۹۷ م.]

(۲) الامام محمد الغزالي توفي سنة ۵۰۵ هـ. [۱۱۱۱ م.] في طوس [مشهد]

(۳) مؤلف عمدة القاري محمود العيني الحنفي توفي سنة ۸۵۵ هـ. [۱۴۵۱ م.]

(٤) مؤلف المواهب اللدنية احمد القسطلاني الشافعي توفي سنة ۹۲۳ هـ. [۱۵۱۷ م.]

(۵) محمد الزرقاني المالكي توفي سنة ۱۱۲۲ هـ. [۱۷۱۰ م.]

(٦) مؤلف السعاية عبد الحي اللكنوي الهندي توفي سنة ۱۳۰٤ هـ. [۱۸۸٦ م.]

(۷) مؤلف مسك الختام شعبان المصري الشافعي توفي سنة ۸۲۸ هـ. [۱٤۲٤ م.]

محمد ذکریا سہارنپوری

فضائل درود میں کہا کہ بندہ کے خیال میں اگر ہر جگہ درود و سلام کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے یعنی بجائے السلام علیک یا رسول اللہ اور السلام علیک یا حبیب اللہ کے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ یعنی صلوٰۃ کا لفظ بڑھا دیا جائے۔

اور کہا امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں۔ اور حاضر کر اپنے دل میں نبی علیہ السلام کو اور تصور آپ کا رکھ اور کہہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور یقین جان کہ یہ سلام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچ رہا ہے۔ اور اس کا جواب آپ بجا لا رہے ہیں۔

اور یہی عبارت میں نے اکثر کتب فقہاء میں پائی ہے۔

پس باطل ہوا اثبات وہابیہ کا کہتے ہیں کہ جس نے نماز میں نبی علیہ السلام کا خیال لایا پس اس کی نماز فاسد ہوئی۔ العیاذ باللہ۔

والنداء

وایضاً سمعت من الوهابیۃ والنداء لغیر اللہ شرک فتاوی رشیدیہ۔[1]

قلنا

والنداء للنبی علیہ السلام وللاولیاء جائزٌ اما للنبی علیہ السلام فہو من حدیث عبدالرحمن بن سعد خدرت رجل ابن عمرؓ فقال له رجل اذکر احب الناس الیک فقال یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ادب المفرد ص۱۴۲
وایضاً فی فضائل درود لزکریا السہارنفوری دیوبند ص۱۳۲
وایضاً اخرج النوویؒ[2] فی کتابہ (اعنی شرح مسلم) خدرت رجل ابن عباس فقال ابن عباس یا محمداه فصح الرجل فی الوقت کتاب الاذکار ص۳۶۔

واما النداء لولی اللہ تعالی فہو جائزٌ ایضاً ان الولی تابع للنبی کما فی فتاوی حدیثیہ لابن حجر الہیتمی المکیؒ[3]

---

(۱) رشید احمد کنکوهی توفي سنة ۱۳۲۳ هـ. [۱۹۰۵ م.]

(۲) يحيى النووي الشافعي توفي سنة ٦٧٦ هـ. [۱۲۷۷ م.] في الشام

(۳) احمد ابن حجر المكي الشافعي ت. في سنة ۹۷٤ هـ. [١٥٦٦ م.] في مكة المكرمة زادها الله شرفا و كرما

اور اسی طرح سُنا ہے میں نے وہابیہ سے کہ نداء غیر اللہ کو شرک ہے

قلنا

اور پکارنا نبی علیہ السلام کو یا اولیاء کو یہ جائز ہے وہ نداء جو نبی علیہ السلام کو ہے وہ
ثابت ہے حدیث عبدالرحمان بن سعد سے ابن عمر کا پاؤں سُن ہو گیا پس کسی آدمی نے
اسے کہا یاد کر اُس کو جو تجھے تمام لوگوں سے اچھا اور محبوب ہو پس کہا اُس نے یا محمد

اور اسی طرح امام نوویؒ نے کہا شرح مسلم میں کہ سو گیا پاؤں ابن عباس کا پس کہا
اُس نے یا محمداہ صحیح ہوا پاؤں اُس کا اُسی وقت میں

اور بہر حال نداء جو ولی اللہ سے ہے وہ بھی ایسا ہی جائز ہے اس لیے کہ ولی تابع ہے
نبی کے جیسا کہ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے جو ابن حجر الھیتمی مکیؒ کا ہے۔

وقال علامہ خیر الدین رملی[1] فی فتاویٰ خیریہ ھو اُستاد لصاحب در المختار[2] فقال یا شیخ عبد القادر[3] جیلانی فھو نداءٌ واذا اضیف الیہ شیئاً فھو طلب شیئٍ اکراماللہ فما الموجب لحرمۃ فتاویٰ خیریہ مطبوعہ مصر المجلد الثانی ص ۱۸۲

وقال فی الھدایۃ[4] والصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام خارج الصلوٰۃ واجبۃ کما قال الکرخی[5] او کلما ذکر علیہ الصلوٰۃ کما اختارہ الطحاوی[6] انتھی بخاری جلد ثانی علی الھامش۔

فافھموا وافکر یا منکر النداء والخطاب
الیٰ اقوال العلماء والمفتیین وقل۔
یا نبی درود جناب تو

در در زباں است مہ و سال صبح شام

نزدیک چو تحفہ فرستیم ما ز دور

در داست راہیں صلوٰۃ ست وسلام

ابو المجاہد عامر محمد عبد الخالق القادری ۱۹۷۶ء

(۱) خير الدين الرملي الحنفي توفي سنة ۱۰۸۱ هـ. [۱٦۷۰ م.] في رمله
(۲) صاحب در المختار محمد علاء الدين الحصكفي الحنفي توفي سنة ۱۰۸۸ هـ. [۱٦۷٦ م.] في الشام
(۳) السيد عبد القادر الگيلاني الحنبلي توفي سنة ٥٦۱ هـ. [۱۱٦٦ م.] في بغداد
(٤) مؤلف الهداية برهان الدين علي المرغيناني الحنفي استشهد سنة ٥۹۳ هـ. [۱۱۹۸ م.] في بخارى
(٥) عبيد الله الكرخي الحنفي توفي سنة ۳٤۰ هـ. [۹٥۲ م.] في بغداد
(٦) احمد الطحاوي الحنفي توفي سنة ۳۲۱ هـ. [۹۳۳ م.] في مصر

اور کہا علامہ خیرالدین رملی نے فتاویٰ خیریہ میں جوکہ اُستاد ہے مصنف درمختار
کا پس کہا یہ ندا ہے یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور جب ساتھ اسکے پڑھا یا جاتا پس وہ
طلب شیئی ہے ازروئے اکرام اللہ کے پس کیا سبب ہے اسکی حرمت کیلئے

اور ہدایہ میں ہے اور درود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نماز سے باہر واجب ہو جیسا
کہ کرخی نے کہا اور جب ذکر ہو آپؐ پر درود جیسا کہ مختار کیا ہے اسے طحاوی نے
پس غور و فکر کر اے منکر ندا و خطاب کے طرف اقوال علماء کے اور مفتیوں کے بور کر

إن ناشر كتب – **دار الحقيقة للنشر والطباعة** – هو المرحوم **حسين حلمي ايشيق** عليه الرحمة والرضوان المتولد عام ١٣٢٩ الهجرية [١٩١١ الميلارية] بمنطقة –**أيوب سلطان إستانبول**– وأعداد الكتب التي نشرها ثلاث وستون مصنفا من العربية وأربع وعشرون مصنفا من الفارسية وثلاث مصنفات أوردية وأربع عشرة من التركية ومقدار الكتب التي أمر بترجمتها من هذه الكتب إلى لغات فرنسية وألمانية وإنجليزية وروسية وإلى لغات أخر بلغت مائة وتسعة وأربعين كتابا وجميع هذه الكتب طبعت في –**دار الحقيقة للنشر والطباعة**– وكان المرحوم عالما طاهرا تقيا صالحا وتابعا لمشيئة الله وقد تتلمذ للعلاّمة الحبر البحر الفهامة الولي الكامل المكمل ذي المعارف والخوارق والكرامات عالي النسب السيد عبد الحكيم الارواسي عليه رحمة الباري وأخذ منه وظهر كعالم إسلامي فاضل وكامل مكمل وقد لبى نداء ربه المتعال وتوفي ليلة ٢٥ على ٢٠٠١/١٠/٢٦ (الثامن على التاسع من شهر شعبان المعظم سنة إثنتين وعشرين وأربعمائة وألف من الهجرة النبوية) ودفن في محل ولادته بمقبرة أيوب سلطان تغمده الله برحمته الواسعة واسكنه فسيح جناته آمين.

ویلیہ ھٰذہ الیٰ ما قبلہ۔ قول القائل حین وقت الاذان عند شہادۃ الاولیٰ او الثانیۃ۔ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ

قال جلال الدین السیوطیؒ والقہستانی[۱] فی شرح الکبیر نقلاً عن کنز العباد[۲] اعلم انہ یستحب ان یقال عند السماع الاولیٰ من الشہادۃ الثانیۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند سماع الثانیۃ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ثم یقال اللہم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفر الابہامین علی العینین وقال علیہ السلام من سمع اسمی فی الاذان فقبل ظفری ابہامیہ ومسح علیٰ عینیہ لم یعم ابداً الخ حاشیہ جلالین[۳] مطبوعہ اصح المطابع ثم روح البیان ماتحت ان اللہ وملٰئکتہ الآیۃ وموضوعات کبیر لملا علی قاری ص ۲۴۹ ثم البصائر لمولانا حمد اللہ داجوی وایضاً قال العلامۃ الشامی[۴] ص ۲۷۹ تتمہ

---

(۱) محمد القهستاني الحنفي توفي سنة ٩٦٢ هـ. [١٥٥٥ م.] في بخارى

(٢) كنز العباد في شرح اوراد شهاب الدين السهروردي ابو حفص عمر الشافعي توفي سنة ٦٣٢ هـ. [١٢٣٤ م.] في بغداد

(٣) مؤلف تفسير الجلالين محمد جلال الدين مَحَلّي توفي سنة ٨٦٤ هـ. [١٤٥٩ م.] في مصر

(٤) العلاّمة الشامي السيد محمد أمين ابن عابدين توفي سنة ١٢٥٢ هـ. [١٨٣٦ م.]

اور یہ ملا ہوا ہے ساتھ گزشتہ کے۔ قول قائل کا وقت آذان کے نزد شہادت اول کے یا ثانیہ کے۔ یا رسول اللہ تم میری آنکھوں کے ٹھنڈک ہو۔

کہا جلال الدین سیوطی نے اور قہستانی نے شرح کبیر میں نقل کیا کنز العباد جان کہ بے شک یہ مستحب ہے کہ کہا جاوے سماع اولی کے نزدیک شہادت ثانیہ سے درود ہو تم پر اے اللہ کے رسولؐ اور وقت شہادت ثانیہ کے ٹھنڈک ہو تم یا رسولؐ اللہ میری آنکھوں کے پھر کہے اے اللہ دے مجھے قوت سماع و بصارت کی یہ کہے بعد رکھتے ناخن انگوٹھوں دونوں کے آنکھوں پر اور کہا نبی علیہ السلام نے جس نے سنا آذان میں نام میرا اور چوما ناخن دونوں انگوٹھوں کے اور آنکھوں پر لگایا کبھی آنکھیں خراب نہ ہوں گی۔

حيلة الاسقاط

جمعه الحيل وتعريفه ما يحتال به الرجل بحمد الله تعالى وعونه اهل السنة يفعلون حيلة الاسقاط من زمان عمر رض الى الآن وفي جوازه كثرة الاثبات .

فان قلت كيف اجاز العلماء الحيل مع ان البخاري[١] اورد في كتابه الحيل احدا وثلثين حديثا في منع الحيل ؟

قلنا

تحقيق المقام ان ادلة باب الحيل قد جاءت مختلفة فبعضها يقتضي عدمه وبعضها يقتضي وجوده والبخاري اختار الاول فاورد الاحاديث التي تراها ولكن بعضها لا يدل على الحيل اصلا ولم يذكر مايدل على الجواز من الكتاب والسنة بل شنع على من اجاز الحيل قال الحافظ ابن حجر العسقلاني[٢] في شرح البخاري بعدما ذكر اقسام الحيل واختلاف العلماء فيها ما نصه ولمن جازها مطلقا او ابطلها مطلقا ادلة كثيرة فمن الاول قوله تعالى وخذ بيدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث وقد عمل به صلى الله عليه وسلم

(١) مؤلف الجامع الصحيح البخاري محمد بخاري توفي سنة ٢٥٦ هـ. [٨٧٠ م.] في سمرقند

(٢) احمد ابن حجر العسقلاني الشافعي توفي سنة ٨٥٢ هـ. [١٤٤٨ م.] في مصر

حیلہ اسقاط

جمع اس کی حِیَل ہے اور تعریف یہ ہے **مایحتال بہ الرجل**۔ اللہ کے فضل و کرم
سے اسقاط اہل السنۃ کر رہا ہے زمانہ عمرؓ سے اب تک اور اس کے جواز میں اثبات بہت ہیں
اگر تو کہے کہ علماء نے حیلہ کو کیسے جائز قرار دیا حالانکہ بخاریؒ نے کتاب الحیل میں اکتیس[۳۱]
احادیث عدم جواز میں لکھی ہیں ؟

قلنا

تحقیق مقام یہ ہے کہ دلائل بارے حیل میں مختلف ہیں پس بعض تقاضہ عدم رکھتی ہیں
اور بعض اس کے جواز پر مقتضی ہیں اور بخاریؒ نے اول یعنی عدم جواز کو اختیار کیا پس وارد
کی احادیث جو سامنے ہیں ولیکن بعض دلائل نہیں حیل پر اصلاً اور ذکر نہیں کیا بخاریؒ
نے وہ جو دال ہیں جواز پر کتاب و سنت سے بلکہ زجر کیا اُس پر جس نے حیلہ کو جائز کہا
کہا حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں بعد ذکر کرنے اقسام حیل کے اور اختلاف
علماء کا وہ جو نصب ہے اس میں اور جس نے مطلقاً جائز قرار دیا۔ یا مطلقاً باطل کیا اُسے
دلائل کثیرہ سے پس اوّل یہ قول رب تعالیٰ کا اور پکڑ ہاتھ میں جھاڑو پس مار اس سے
اور حانث نہ ہو اور تحقیق عمل کیا اسکے ساتھ نبی علیہ السلام نے

فی حق الضعیف الذی زنیٰ وهو من حدیث ابی امامۃ بن سهل
فی السنن ومنه قوله تعالیٰ ومن یتق الله یجعل له مخرجا وفی الحیل
من المخارج من المضائق ومنه مشروعیۃ الاستثناء فان فیه
تخلیصا من الحنث وکذلک الشروط کلها فان فیها سلامۃ
من الوقوع فی الحرج۔ ومنه حدیث ابی هریرۃ وابن سعید
فی قصۃ بلالؓ بع الجمع بالدراهم ثم ابتع منها۔ ومن الثانی
قصۃ اصحاب السبت وحدیث حرمت علیهم الشحوم فجملوها
فباعوها واکلوا اثمنها وحدیث النهی عن النجش وحدیث لعن
المحلل والمحلل له اھ وقال شمس الایمۃ السرخسیؒ[1] فی حیل المبسوط
ان الحیل فی الاحکام المخرجۃ عن الامام جائزۃ عند جمهور
العلماء انما کره ذلک بعض المتقشفۃ بجهلهم وقلۃ تاملهم
فی الکتاب والسنۃ والدلیل علی جوازه من الکتب قوله تعالیٰ
وخذ بیدک ضغثا فاضرب به ولا تحنث هذا التعلیم المخرج
لایوب علیه السلام عن یمینه التی حلف لیضربن زوجته
مائۃ سوط فانه حین قالت لو ذبحت عناقا باسم الشیطان

(۱) محمد السرخسي توفي سنة ٤٨٣ هـ. [۱۰۹۱ م.] في تركستان

یہ صحیح حق ضعیف کے وہ جس نے زنا کیا تھا اور وہ حدیث ابی امامۃ بن سھل کی ہے
سنن میں اور اسی سے یہ فرمان رب تعالیٰ کا اور جو ڈرے اللہ سے کرے گا واسطے اس کے
نکلنے کی راہ اور حیل میں راستہ ہے آسانی ہے تنگیوں سے اور اسی سے مشروعیت ہے استثناء کا
اس لیے کہ اسمیں خلاصی ہے حنث سے اور اسی طرح تمام شروط پس اس میں سلامتی ہے حرج میں
پڑنے کی۔ اور اسی سے حدیث ابو ہریرہؓ کی اور ابن سعید کی قصہ بلال میں (بع الجمع بالدراہم
ثم ابتع بہا) اور دوسرے سے قصہ اصحاب سبت کا اور حدیث حرمت علیہم الشحوم والی
اور حدیث نہی عن النجش کی اور حدیث لعن المحلل اور محلل لہٗ کی الخ
اور کہا شمس الائمہ سرخسی نے حیل مبسوط میں کہ حیل احکام مخرجہ میں امام اعظمؒ سے جائز ہے
تمام علماء کے نزدیک اور یہ کہ مکروہ جانا بعض بدبختوں نے واسطے جہالت اُن کے اور کمی فکر
کے کتاب و سنت میں اور دلیل جواز پر کتاب سے یہ قول رب تعالیٰ کا وخذ بیدک الخ
یہ تعلیم مخرج ہے ایوب علیہ السلام کیلئے اُس یمین سے جو اُٹھائی تھی کہ البتہ ضرور ماروں گا
میں بیوی اپنی کو سو دُرے جب کہا تھا اُسکی عورت نے اگر ذبح کرے تو عناق ساتھ
اسم شیطان کے۔

فی قصۃ طویلۃ اوردھا اھل التفسیر رحمھم اللہ وقال اللہ
تعالیٰ فلما جھزھم بجھازھم جعل السقایۃ فی رحل اخیہ
الیٰ قولہ ثم استخرجھا من وعاء اخیہ کذلک کدنا لیوسف
وکان ھذا منہ حیلۃ لامساک اخیہ عندہ علی وجہ
لا یقف اخوتہ علیٰ مقصودہٖ وقال جل جلالہ حکایۃ عن
موسیٰ علیہ السلام ستجدنی ان شاء اللہ صابرا ولم یغلب
علیٰ ذلک لانہ قید سلامتہ بالاستثناء و ھو مخرج
صحیح قال اللہ تعالیٰ ولا تقولن لشیٔ انی فاعل ذلک
غدا الا ان یشاء اللہ -

واما السنۃ فما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
یوم الاحزاب لعروۃ بن مسعود فی شان بنی قریظۃ فلعلنا
امرناھم بذلک فلما قال لہ عمرؓ فی ذلک قال علیہ السلام
الحرب خدعۃ وکان ذلک منہ اکتساب حیلۃ ومخرجاً
من الاثم بتقیید الکلام بلعل ولما اتاہ رجل واخبرہ
انہ حلف بطلاق امرأتہ ثلاثا ان لا یکلم اخاہ قال لہ طلقھا

لیے قصہ میں جیسے لکھا مفسرین کرام نے اور کہا اللہ تعالیٰ نے پس جب تیار کیا واسطے ان کے سامان رکھدیا پیالہ پانی والا کجاوے میں اسکے بھائی کے پھر نکال لیا اسے بھائی کے کجاوے سے اور اسی طرح کام سنوارا ہم نے یوسفؑ کا اور تھا یہ اس سے حیلہ امساک کا بھائی سے اسکے ماں او پر وجہ نہ موقوف ہونے بھائی اسکے کے اوپر مقصود کے اور کہا رب تعالیٰ نے حکایت موسیٰؑ سے پائیگا تو مجھے صابر اگر اللہ نے چاہا اور نہ غالب ہوا وہ اس صبر پر اس لیے کہ یہ قید سلامتی کی ہے ساتھ استثناء کے اور یہ مخرج صحیح تھا اور فرمایا رب تعالیٰ نے اور ہرگز نہ کہو کسی چیز کیلئے کہ کروں گا میں اسے کل مگر یہ کہ اللہ چاہے

اور وہ جو حدیث ہے پس وہ روایت کی گئی ہے نبی علیہ السلام سے جو کہ فرمایا یوم احزاب پر عروہ بن مسعود کو شان بنی قریظہ میں پس کہ شاید مامور ہیں ہم اسی پر پس جب کہا عمرؓ نے اسمیں فرمایا نبی علیہ السلام نے الحرب خدعۃ۔ اور تھا اسی طرح اس سے کتاب حیلہ اور مخرج گناہ سے پس مقید رکھا کلام لفظ لعل سے اور جب اسکے پاس آدمی اور خبر دی کہ اس نے حلف اٹھایا طلاق کیساتھ اپنی عورت کو کہ نہ کلام کرے ساتھ بھائی اسکے سے کہا اس سے طلاق دے اسے ایک

واحدۃ فاذا انقضت عدتها فکلم اخاک ثم تزوجها و هٰذا تعلیم الحیلۃ والاثار فیہ کثیرۃ ومن تأمل احکام الشرع وجد المعاملات کلها بهذہ الصفۃ وقال فمن کرہ الحیل فی الاحکام فانما یکرہ فی الحقیقۃ احکام الشرع واللہ اعلم بخاری المجلد الثانی ص۲۳ مقدمۃ

وصیۃ الاموات فی حیلۃ الاسقاط

الدلیل الاول لوصیت الاموات بقولہ تعالٰی من بعد وصیۃ توصی بها او دین ۔

وجہ الاستدلال ۔ لفظ وصیۃ مطلق لقید الذ وران

وجہ الاستدلال ۔ المطلق یجری علی اطلاقہ لان کل افراد ثابتۃ بالمطلق کمنصوص علیہ

وجہ الثانی ۔ وقع لفظ وصیۃ بقولہ تعالٰی من بعد وصیۃ یوصین بها او دین ۔ وجہ الثالث ۔ وقع وصیۃ بقولہ تعالٰی من بعد وصیۃ توصون بها او دین ۔

وجہ الرابع ۔ لفظ وصیۃ ثبت بقولہ تعالٰی من بعد وصیۃ یوصی

پس جب پوری ہو عدت اس کی پس بات کرا پنے بھائی سے پھر نکاح میں لا اس کو اور یہ تھی تعلیم حیلہ کی اور احادیث اس میں بکثرت ہیں اور جس نے فکر کیا احکام شرع میں گویا تمام معاملات پائے اس نے اس صفت کے ساتھ اور کہا پس جس نے مکروہ جانا حیلہ کو احکام میں پس اس نے مکروہ جانا درحقیقت احکام شرع کو (اور جس نے احکام شرع کو مکروہ جانا وہ کافر ہے۔ بایت الیوم اکملت لکم

وصیت اموات کی حیلہ اسقاط میں

دلیل اول وصیت اموات کی ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیۃ توصی بہا او دین

وجہ استدلال کی۔ لفظ وصیت مطلق ہے قید دوران کو

وجہ استدلال کی۔ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اسلئے کہ تمام افراد ثابت ہیں مطلق جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔

وجہ ثانی۔ واقع ہوا لفظ وصیت ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیۃ یوصین بہا او دین

وجہ ثالث۔ واقع ہوئی وصیت ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیۃ توصون بہا او دین

وجہ رابع۔ لفظ وصیت ثابت ہے ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین

بہا او دین۔

وعن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یصوم احد من احد ولا یصلی احد عن احد ولکن یطعم عنہ۔ رواہ النسائی[١] عینی بخاری ص ۲۶۲ مجموعہ رسائل شامی جلد اول ص ۲۱۳ مجمع الانہار صوم ص ۲۴۲ مشکل الآثار[٢] جلد اول ص ۱۴۱ والسنن الکبری ثم جوہر النقی جلد رابع زیلعی[٣] جلد ثانی ص ۴۶۳ ودرایۃ[٤] ص ۱۷۷

عن ابن عمر عن النبیؐ قال من مات وعلیہ صیام شہر رمضان فلیطعم مکان یوم مسکینا۔ ترمذی ثم مشکوٰۃ[٥] الصوم قضا ص ۱۹۴

دوران القرآن

قال المورخ صاحب الفتوح محمد ابن عمر الواقدی[٦] اخبرابوعاصم عن ابن جریج عن ابی شہاب عن ام سلمۃ عن ابی موسیٰ الاشعری قال فعل عمرؓ تداور جزء القرآن من مالی الا الی عمر یتساءلون فی عشرین رجلا بعد صلوٰۃ الجنازۃ لامرءۃ ملقبۃ بحبیبۃ زوجۃ قلاب (وفی نسخۃ ملاب) فتاویٰ سمرقندی[٧] لابی اللیث و منہاج الواضح ص ۲۶۴ ودرۃ البرر لامام الغزالی۔

---

(١) مؤلف السنن الكبرى الحافظ احمد النسائي توفي سنة ٣٠٣ هـ. [٩١٥ م.] في رملة

(٢) مؤلف مشكل الآثار محمد الاصفهاني توفي سنة ٤٠٦ هـ. [١٠١٥ م.]

(٣) عثمان الزيلعي الحنفي توفي سنة ٧٤٣ هـ. [١٣٤٣ م.] في مصر

(٤) مؤلف الدراية في شرح الهداية محمد الهروي توفي سنة ٩٢٨ هـ. [١٥٢١ م.]

(٥) مؤلف المشكوة محمد ولي الدين التبريزي الشافعي توفي سنة ٧٤٩ هـ. [١٣٤٧ م.]

(٦) محمد الواقدي توفي سنة ٢٠٧ هـ. [٨٢٢ م.] في بغداد

(٧) ابو الليث نصر السمرقندي توفي سنة ٣٧٣ هـ. [٩٨٣ م.]

اور روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ روزہ رکھے ایک آدمی دوسرے کیلئے اور نہ نماز پڑھے ایک دوسرے کیلئے مگر طعام دے ایک دوسرے کیلئے۔

اور مروی ہے ابن عمرؓ وہ نبی علیہ السلام سے کہ فرمایا آپؐ نے جو فوت ہوا اور اس پر رمضان کے روزے تھے پس لازم ہے کہ کھانا کھلائے جگہ مسکینوں کو ایک دن۔

دوران قرآن

کہا مورخ صاحب الفتوح نے جو محمد ابن عمر الواقدی ہیں خبر دی مجھے ابو عاصم نے اُنہوں نے ابن جریج سے اُنہوں نے ابی شہاب سے ام سلمہ سے وہ ابو موسیٰ اشعری سے فرمایا کہ پھرایا عمرؓ نے جزو قرآن کی تیسویں ۳۰ پارے تیسویں ۳۰ تک بیس ۲۰ آدمیوں میں نماز جنازہ کے بعد واسطے ایک عورت کے جو لقب دی گئی ہے ساتھ جیبیہ کے جو زوجہ ہے تلاب کی (او رایک نسخہ میں طلابو)

حدثنا العباس بن سفیان عن ابی علیۃ عن عون عن محمد عن
عبداللہ بن عمر قال قال عمر ایہا المسلمون اجعلوا القرآن وسیلۃ
لنجاۃ الموتیٰ فتحلقوا و قولوا اللّٰہم اغفر لہذا المیت بحرمۃ قرآن المجید
وثبت بہذٰ السند ایضاً اخبر سعد عن ایوب عن جمیع عن
عبد الرحمٰن عن ابی بکر انہ وجد دوران القرآن عمر
والقرآن شافع للمؤمنین حیاتا و بعد مماتا ۔ فتاوٰی سمرقندی ثم منہاج
الواضح ص ۲۶۴ ۔
قال الامام احمد[1] اسہل طریقتہ ان یبیع الوارث علی الفقیر[2] مصحفاً
جدیداً (ای صحیحاً) قابلا للقرءۃ لغبن فاحش ثم یہب الفقیر ثم
نثم حتیٰ یتم لعل اللہ تعالیٰ یجعلہ فدیۃ فی مقابلۃ الصوم والصلوٰۃ
والزکوٰۃ والمنذورات الخ کتاب الحیل لامام محمد ۔
وفی الحیل اختلاف لسرفراز خان النجدی ہو یقول لکتاب الحیل لیس لامام
محمد ۔ فثبت انہ جاہل ان کل العلماء یقولون الکتاب الحیل لامام محمد
و درۃ البررلامام الغزالی ثم منہاج الواضح ص ۲۶۵
فانکروا فہم بلا منکر الحیلۃ ۔ فیہ حق وآیات الحیلۃ

(۱) الامام احمد ابن حنبل توفی سنة ۲٤۱ هـ. [۸۵۵ م.] فی بغداد

(۲) الفقیر رجل لا یملك المال بقدر نصاب الفطر سوی المحتاج الیه من الدار واللباس و الغذاء و هو اموال مختلفة و قیمته عشرون مثقالا من الذهب و المثقال عشرون قیراطا وهو اربعة غرام وثمانون سانتی غرام لیرة ذهبیة عثمانیة واحدة و نصف مثقال ونصاب الفطر ۹٦ غراما من الذهب و هو ثلاثة عشر و ثلث لیرة ذهبیة

روایت ہے ابن عباسؓ سے وہ ابی علیہ سے وہ عون سے وہ محمد سے وہ عبداللہ بن عمر سے کہ فرمایا عمرؓ نے اے مسلمانو قرآن کو وسیلہ پکڑو پس حلقہ بناؤ اور کہو اے اللہ بخشدے اس میت کو بوسیلہ قرآن مجید کے اور ثبت ہے اس سند سے اسطرح کہ روایت ہے سعد سے وہ ابویحیٰ وہ جمیع سے وہ عبدالرحمان سے وہ ابوبکرؓ سے کہ پایا اسنے عمرؓ کو دوران قرآن کرتے بیٹھے اور قرآن شافع ہے مؤمنین کو زندگی میں اور بعد موت کے

اور کہا امام محمد نے کہ آسان طریقہ اس کا یہ ہے کہ دے وارث فقیر کو قرآن مجید نیا دیعنی صحیح ، قابل قرأت واسطے عین فاحش کے ختم پھر دے فقیر پھر اور پھر یہاں تک کہ تمام ہو جائے شاید پھیر دے اللہ تعالےٰ فدیہ اس کو مقابلہ روزوں کے اور نمازکے اور زکوٰۃ کے اور نذروں کے
اور کتاب حیل میں اختلاف ہے سرفراز خان نجدی کو وہ کہتا ہے کہ کتاب الحیل امام محمد کی نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ وہ جاہل ہے اسلئے کہ تمام علما کہتے ہیں کتاب الحیل امام محمد کی ہے ۔

پس سوچ کر اور فکر کر اے منکر حیلہ کے ۔ یہ حق ہے اور اسمیں نشانیاں کثیر ہیں

والمستحق للصدقة من قلنا

له وفي المطبوع بمصر ص ٤٩٢ ج ٢ الآخر

المنصوص عليها في المذهب وعليه العمل اليوم ان يجمع الوارث عشرة رجال ليس فيهم غني ولا عبد ولا صبي ولا مجنون الخ ومما تعارفه الناس ونص عليه اهل المذهب ان الواجب ادارة مشتملة على نقود او غيرها كجواهر وحلي وبنوالامر على اعتبار القيمة ولا دارة الصورة طرايق - مجموعه رسائل شامي المجلد الاول ص ٢١٢-٢١١ له

وان كانت الصلوة كثيرة والحنطة قليلة يعطى ثلثة اصوع عن صلوة يوم وليلة مع الوتر مثلا الى الفقير ثم يدفعها الفقير الى الفقير ثم يدفعها الفقير الى الوارث هكذا يفعل مرارا حتى يستوعب الصلوة ونحوها كبيري جلد فوائت ص ٥٨٣ تتارخانية ثم جواهر النفيس[١] ص ٣٠ المنتقط - اشباه والنظائر وشرح هدية ابن العماد[٢] جامع الرموز[٣] كتاب الصوم ص ١٦٢ وقاضي[٤] خان المجلد الاول ص ١٧٠ وشامي جلد اول ص ٢١٢-٢١٠ ان تبرع الولي بالاسقاط يجوز الخ ويجوز التبرع الاجنبي به - مراقي الفلاح ص ٢٦٣[٥] طحطاوي وشامي جلد اول ص ٤٩٢ ومنحة الخالق[٦] المجلد الثاني ص ٩٧

---

(١) مؤلف جواهر النفيسة عمر القاهري توفي سنة ١٠٧٩ هـ. [١٦٦٨ م.]

(٢) عبد الرحمن ابن عماد الحنفي العمادي توفي سنة ١٠٥١ هـ. [١١٨٣ م.] في الشام

(٣) مؤلف جامع الرموز محمد القهستاني توفي سنة ٩٦٢ هـ. [١٥٥٥ م.] في بخارى

(٤) قاضيخان حسن الفرغاني توفي سنة ٥٩٢ هـ. [١١٩٦ م.]

(٥) طبع في كراجي سنة ١٣٩٤ هـ. [١٩٧٤ م.] ص: ٢٣٨

(٦) مؤلف منحة الخالق على البحر الرائق محمد أمين ابن عابدين توفي سنة ١٢٥٢ هـ. [١٨٣٦ م.] في الشام

اور مستحق صدقہ کا کون ہے

قلنا

منصوص علیہ مذھب میں یہ ہے اور آج تک اس پر عمل ہے کہ جمع ہوں وارث دس آدمی
نہ ہوں ان میں غنی اور نہ غلام اور نہ بچہ اور نہ دیوانہ اور وہ جیسے لوگ جانتے ہوں۔
اور ثابت ہیں اس پر اہل مذہب واجب یہ ہے کہ دائرہ بنائیں جو مشتمل ہو جو نقود پر یا غیر اس پر
جیسے جواہر و حلی وغیرہ اور ہو الاعتبار قیمت پر ہے

اگر نمازیں بہت ہوں اور گندم تھوڑی ہو دی جائیں تین[۳] اور تھوڑی نمازیں ایک دن رات کی سمیت
وتر کے مثلاً طرف فقیر کے پھر دے اسے وارث فقیر کو پھر آ فقیر وارث کو اسی طریقہ کرے
تکرار کیا جاوے یہاں تک پوری ہوں نمازیں مادر مثل اس کے [1]

(١) فدية كل صلاة كفدية صوم والوتر صلاة على حدة فالصلوة فى يوم و ليلة ست و الفدية للصلاة الواحدة مقدار الفطر و هو نصف صاع من الحنطة و هو يسع اربعة ارطال و الرطل نصف منّ و المنّ و المدّ سواء كل منهما ربع صاع و الرطل مائة و ثلاثون درهما شرعيا و الدرهم الشرعى اربعة عشر قيراطا او ٣,٣٤ غراما ونصف الصاع ١٧٥٠ غراما وفدية صلوة سنة الواحدة ٣٨٣٣ كيلوغرام حنطة وهو ٣٨٣ غرام ذهب او ستون ليرة ذهبية تقريبا فى كل زمان وفى كل مكان و وزن ليرة عثمانية مثقال واحد ونصف أو ٧,٢ غرام ذهبا وعند احتساب مدة الصلوات المتروكة للذكور يسقط من عمره ١٢ سنة وللاناث تسعة سنوات

عدد الدور × عدد الليرة الذهبية × عدد الفقراء = ٦٠ × السنوات المتروكة فيها الصلوات فيعرف عدد الدور من هذه المساوات و يعلم عدد الليرات الذهبية من اوزان الاموال المختلفة من الذهب المستعمل فى الدور و لا يجوز الزكاة و الفطرة و دور الاسقاط بالاوراق النقدية لانها ليست اموالا متقومة بل سندات بلا قيمة و قيمها اعتبارية لا حقيقية (السيد عبد الحكيم الارواسى)

حیوٰۃ الانبیاء والشہداء

اعلم ان الانبیاء احیاءٌ ویصلّون فی قبورھم والشہداء ھم احیاء لقولہٖ تعالیٰ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء وفی المقام الثانی بل احیاء عند ربھم یرزقون۔

وقال جلال الدین السیوطیؒ فی الحاوی للفتاوٰی الانبیاء افضل من الشہداء۔ ای افضل فی حیوٰۃ القبر وافضل فی اکل الرزق

حدّثنا ابوبکر بن شیبۃ عن حسین بن علی عن عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن شداد بن اوس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق اٰدم وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علیّ من الصلوٰۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ علیّ فقال رجل یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت یعنی بلیت فقال ان اللّٰہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔ رواہ ابن ماجۃ ص ۷۶

فائدۃ۔ ان الانبیاء احیاء ویقولون الوھابیۃ زماننا ھم اموات العیاذ باللّٰہ من شرور انفسھم فثبت ان الوھابیۃ کلھم

حیات انبیاء اور شہداء کے بارے میں

جان لکہ بے شک انبیاء زندہ ہیں اور اپنے قبور میں نماز پڑہتے ہیں اور شہدا بھی زندہ ہیں
واسطے قول رب تعالیٰ کے اور نہ کہو مردہ اُن کو جو اللہ کے راستے میں قتل کیئے جائیں بلکہ وہ
زندہ ہیں اور دوسرے مقام پر فرمایا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں
اور کہا جلال الدین سیوطیؒ نے حاوی الفتاویٰ میں کہ انبیاء افضل ہیں
شہداء سے۔ ای افضل ہیں حیوٰۃ قبریہ میں اور رزق کے کھانے میں

روایت ہے ابو بکر بن شیبہ سے وہ حسین بن علی سے وہ عبدالرحمان بن یزید بن جابر سے
وہ ابی الاشعث صنعانی سے وہ شداد بن اوس سے کہ فرمایا رسول اللہ نے افضل ایام میں
سے جمعہ ہے اسی میں آدمؑ پیدا ہوا اور اسی میں نفخ ہے اور اسی میں صعقہ ہے پس کثرت
کرو مجھ پر درود سے اسمیں پس تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے پس کہا ایک آدمی
نے یا رسول اللہ ہم آپ پر درود کیسے پیش کریں تحقیق آپ تو رخصت ہوئے پس فرمایا
آپؐ نے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا زمین پر کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے

فائدہ ۔ یہ ہوا کہ انبیاء کرام زندہ ہیں اور ہمارے زمانے کے وہابیہ کہتے ہیں کہ وہ مر گئے نعوذ
باللہ من شرور انفسہم پس ثابت ہوا کہ وہابیہ تمام

ضال مضل کما فی الصاوی[۱] علی الجلالین★ وکذلک سائر الاموات
ایضا یسمعون السلام والکلام ویعرض علیهم اعمال اقاربهم
نعم الانبیاء یکون حیاتهم علی الوجه الاکمل ص۱۱ حاشیۃ ابن ماجہ[۲]

ثبوت الرزق هم یاکلون فی قبورهم

ففی اکل الرزق احادیث کثیرة وللثبوت یکفی واحد للعاقل وهم کثیرة للمجنون
حدثنا عمرو بن سواد المصری عن عبد اللہ بن وهب عن عمرو بن
الحارث عن سعید بن ابی هلال عن یزید بن ایمن عن عبادة بن
نسی عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اکثروا الصلوٰة عَلَیَّ یوم الجمعة فانہ مشهود تشهد الملٰئکة وان احدا
لن یصلی عَلَیَّ الا عرضت عَلَیَّ صلوٰتہ حتی یفرغ منها قال قلت
وبعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء
فنبی اللہ حیٌّ یرزق رواہ ابن ماجہ ص۷۶

★ ص ۹ وفی [illegible] ص ۳۰۹

ثبوت صلوٰة الانبیاء فی قبورهم

واخرج البیهقی[۳] فی کتاب حیوٰة الانبیاء عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون۔ رواہ البیہقی۔

---

(۱) احمد الصاوي المالكي المصري توفي سنة ١٢٤١ هـ. [١٨٢٥ م.]

(٢) محمد ابن ماجه توفي سنة ٢٧٣ هـ. [٨٨٦ م.]

(٣) احمد البيهقي الشافعي النيشابوري توفي سنة ٤٥٨ هـ. [١٠٦٦ م.]

گمراہ ہیں اور گمراہ کرنے والے ہیں جیساکہ صاوی میں مذکور ہے اور ایسے ہی تمام اموات سنتے ہیں سلام و کلام کو اور ان کے رشتہ داروں کے اعمال ان پر پیش کیے جاتے ہیں تو ایسا ہی حیوٰۃ انبیاء ہوگی وجہ اکمل سے۔

ثبوت انبیاء کا قبور میں رزق کھانا

پس اکل الرزق میں احادیث بہت ہیں ایک بھی کافی ہے اور بہت بھی۔ روایت ہے عمرو بن سواد سعری سے وہ عبداللہ بن وہب سے وہ عمرو بن حارث سے وہ سعید بن ابی بلال سے وہ زید بن ایمن سے وہ عبادہ بن نسی سے وہ ابی الدرداء سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو اسلئے کہ یہ مشہود ہے گواہی دیتے ہیں فرشتے اور تم میں جب کوئی درود پڑھتا ہے مگر مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس سے فارغ ہوتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں اور بعد موت کے اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجساد حرام کردئے ہیں اکل کے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔

ثبوت انبیاء کا قبور میں نماز پڑھنا

اور کہا بیہقی نے حیاۃ انبیاء میں روایت ہے انس سے کہ فرمایا رسول اللہ نے انبیاء زندہ ہیں اپنے قبور میں نماز پڑھتے ہیں۔

واخرج ابونعیم فی الحلیۃ عن یوسف بن عطیۃ قال سمعت ثابتاً البنانی یقول لحمید الطویل ھل بلغک ان احداً یصلی فی قبرہ الا الانبیاء؟ قال لا ۔ الحاوی للفتاوی المجلد الثانی ص ۲۶٤

وذکر عینی البخاری لان الانبیاء علیھم السلام احیاء عند ربھم یرزقون فلا مانع ان یحجوا فی ھذا الحال کما ثبت فی صحیح مسلم من حدیث انس انہ علیہ السلام رأی موسیٰ قائماً فی قبرہ یصلی ۔ عینی البخاری المجلد الرابع ص ۵٤٣

واخرج البیھقی فی حیوۃ الانبیاء والاصبھانی[۱] فی الترغیب عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلیٰ علیّ فی یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ قضی اللہ لہ مائۃ حاجۃ، سبعین من حوائج الآخرۃ و ثلاثین من حوائج الدنیا ثم وکل اللہ بذلک ملکاً یدخلہ علیّ فی قبری کما یدخل علیکم الھدایا ان علمی بعد موتی کعلمی فی الحیوۃ ولفظ البیھقی یخبرنی من صلیٰ علیّ باسمہ فاثبتہ عندی فی صحیفۃ بیضاء ۔

والثانی عن انس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الانبیاء

(۱) الاصفهاني احمد ابونعيم توفي سنة ٤٣٠ هـ. [١٠٣٩ م.]

اور کہا ابونعیم نے حلیہ میں روایت ہے یوسف بن عطیہ سے کہ سنا میں نے ثابت بنانی سے حمید طویل سے کہہ رہے تھے کہ کیا تجھے معلوم ہوئے کہ انبیاء کیسوا کوئی اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہے فرمایا کہ نہیں۔

اور ذکر کیا عینی بخاری نے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اپنے رب سے رزق ملتا ہے پس کیا ہے کہ ہم حجت پکڑیں اس حال میں جیسا کہ ثابت ہے صحیح مسلم سے حدیث انسؓ سے کہ تحقیق نبی علیہ السلام نے دیکھا موسیٰؑ کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے

اور کہا بیہقی نے حیات انبیاء میں اور اصفہانی نے ترغیب میں روایت ہے انسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جو مجھ پر جمعہ کے دن یارات کو درود پڑھے گا پوری کریگا اللہ تعالیٰ اس کیلئے سو حاجت ستر حاجات آخرت سے اور تیس دنیا سے پھر موکل بنایا رب تعالیٰ نے اس کے ایک فرشتہ کو جو داخل ہوتا ہے قبر میں جیسے داخل ہوتے تم پر تحفے بیشک میرا علم بعد موت کے مثل علم حیات کا ہے اور لفظ بیہقی کا کہ بتایا گیا ہوں جس نے مجھ پر نام لیکر درود پڑھا پس وہ ثبوت ہے میرے پاس سفید صحیفہ میں

اور دوسری حدیث روایت ہے انسؓ سے وہ رسول اللہ سے فرمایا کہ بے شک انبیاء

لا یترکون فی قبورھم بعد اربعین لیلۃ ولکنھم یصلون بین یدی اللہ حتیٰ ینفخ فی الصور۔ حاوی الفتاوی المجلد الثانی ص ۲۶۵

واخرج ابو یعلیٰ عن ابی ھریرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہٖ لینزلن عیسی بن مریم ثم لئن قام علے قبری فقال یا محمد لاجیبنہ۔

واخرج ابن سعد فی الطبقات وابو نعیم فی دلائل النبوۃ عن سعید بن المسیب انہ کان یلازم المسجد فی ایام الحرۃ والناس یقتتلون قال فکنت اذا حانت الصلوٰۃ اسمع اذانا یخرج من قبل القبر الشریف وایضا اخرج ابو نعیم فی دلائل النبوۃ الخ فثبت ان الانبیاء والشھداء احیاء ومن انکر من حیاتھم فھو خارج عن مذاھب الاربعۃ وھو ضال مضل۔

للمؤلف

انما الرسل والشھداء لا یموتون
بل احیاء عند ربھم یرزقون

بل الکفار لیس یحی فی قبورھم
والانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون

عامر القادری یوم الاحد ۱۵ نوامبر ۱۹۷۶ء میلادی

نہیں چھوڑے جاتے اپنی قبور میں چالیس رات کے بعد ولیکن وہ اللہ کیلئے نمازیں پڑھیں گے تا قیامت۔

اور کہا ابویعلی نے وہ راوی ہیں ابو ہریرہ سے کہ سنا میں نے نبی علیہ السلام سے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے جس نے نازل کیا عیسیٰ ابن مریم پھر اگر کھڑا ہو میری قبر پر اور کہے یا محمد البتہ میں ضرور جواب دوں گا۔

اور کہا ابن سعد نے طبقات میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت ہے سعید بن المسیب سے کہ وہ لازماً جایا کرتے تھے مسجد کو شدید گرمی میں اور لوگ

کہا پس جب میں تیار ہوتا نماز کیلئے سنتا میں آذان قبر کے آگے حصہ سے اور شہداء زندہ ہیں جس نے اُنکی حیات سے انکار کیا پس وہ خارج ہے مذاہب اربعہ سے اور وہ گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔

یہ شعر مصنف کے لیے

بے شک شہداء اور رسول نہیں مرے ہوئے
بلکہ زندہ ہیں رب کے پاس سے رزق کھاتے ہوئے
ولیکن زندہ ہستی کفار مثل نبی ہمارے کے
اور انبیاء زندہ ہیں قبور میں نمازیں پڑھتے ہوئے۔

الوسیلۃ بالانبیاء والاولیاء

الوسیلۃ ثابتۃ بنص قطعی لقولہ تعالیٰ وابتغوا الیہ الوسیلۃ -
ولما جاءھم کتاب من عند اللہ مصدق لما معھم وکانوا
من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما
عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین -
ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ
واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا الرحیما -
ان قلت الانبیاء والاولیاء لیس الوسیلۃ بھم عند اللہ
بل الوسیلۃ عند اللہ العمل الصالح ؟

قلنا

قولک بل الوسیلۃ العمل الصالح فای الحجۃ عندک ان عملک
مقبول عند اللہ نثبت وسیلۃ العمل الصالحۃ جائز ولکن
شک فی قبولیتہ والوسیلۃ الانبیاء لیس فیہ شک ومن
اوشک فی مقبولیتھم فقد کفر - وایضا یسل الوسیلۃ الامام

وسیلہ انبیاء و اولیاء کا

وسیلہ ثابت ہے قطعی نص سے یہ قول رب تعالیٰ کا اور طلب کرو اسکی طرف وسیلہ
اور جب آئی انکے طرف کتاب اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والی گزشتہ کتابوں کو اور تھے
قبل ازیں طلب فتح کرتے تھے کافروں پر پس جب آئی انکے طرف نہ پہچانا انہوں نے بلکہ منکر
ہوئے اس سے پس لعنت ہو اللہ کی کافروں پر۔
اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پہ ظلم کرکے آپؐ کے پاس آئیں پس بخشش ان کو رب تعالیٰ اور
بخشش مانگے ان کیلئے رسولؐ البتہ ضرور پائینگے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان
اگر تو کہے کہ انبیاء اولیا وسیلہ نہیں بلکہ وسیلہ عند اللہ عمل صالح ہے۔

قلنا

قول تیرا کہ عمل صالح وسیلہ ہے۔ پس کیا دلیل ہے تیرے پاس کہ تیرے عمل اللہ کے ہاں مقبول ہیں
پس ثابت ہوا کہ وسیلہ اعمال صالح کا جائز ہے۔ لیکن اسکی مقبولیت میں شک ہے اور وسیلہ میں
انبیاء کا اس میں کوئی شک نہیں اور جس نے شک کیا ان کی مقبولیت میں وہ کافر ہے اور اسی طرح
وسیلہ پکڑا امام اعظمؒ نے

الاعظم رضی اللہ عنہ فی قصیدۃ النعمان بن ثابت
یا سید السادات جئتک قاصدا۔ ارجوا رضاک واحتمی بحماک ۔ قصیدۃ النعمان و مجموعہ قصائد ص۴۱ مطبوعہ مجتبائی دہلی
وایضاً قال امام شرف الدین بوصیری[۱] فی قصیدۃ البردۃ
یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ۔ سواک عند حلول الحادث العمم
وایضاً قال مولانا جامی[۲] المصنف لشرح جامی فی زلیخا
زمہجوری برآمد جان عالم ۔ ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی ۔ زمہجوران چرا غافل نشینی (زلیخا)
وقال مولانا شاہ عبد العزیز محدث الدہلوی فی تفسیر عزیزی پارہ عم سورۃ والضحیٰ

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا ای بزرگ توئی قصہ مختصر

وایضا قال رئیس المخالفین مولوی اشرف علی التھانوی

---

(١) محمد البوصيري توفي سنة ٦٩٥ هـ. [١٢٩٥ م.] في مصر

(٢) عبد الرحمن الجامي توفي سنة ٨٩٨ هـ. [١٤٩٢ م.] في هرات

قصیدہ نعمات میں۔ کہ اے سرداروں کے سردار آیا ہوں تیرے پاس قاصد۔ اُمید رکھتا ہوں تیری رضا جوئی کی اور حمایت کر ساتھ حمایت اپنی کی۔

اور اسی طرح کہا امام بوصیریؒ نے قصیدہ بردہ میں۔ اے مہربان مخلوق کے ~~اخلاق والے~~ آپکے سوا میرا کوئی نہیں مصیبتوں کے وقت جسکی پناہ لوں۔

اور اسیطرح کہا مولانا جامیؒ نے جو شرح جامی کے مصنف ہیں زلیخا میں
جدا سے عالم کی جان نکل رہی ہے یا رسول اللہ رحم فرمایئے کیا آپ رحمۃ للعالمین ہیں ہیں؟ پھر ہم مہجوروں سے کیوں فارغ ہو بیٹھے۔

اور کہا مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر عزیزی میں
اے صاحب جمال والے اور اے بشر کے سردار آپکے چہرہ مبارک سے چاند منور ہے نہیں ممکن تعریف تمہاری جیسا کہ حق ہے مختصر یہی ہے کہ خدا کے بعد آپ کی ذات بزرگ ہے

اور اسی طرح کہا من الفک کے سردار مولوی اشرف علی تھانوی نے

یاشفیع العباد خذ بیدی، انت فی الاضطرار معتمدی
نشر الطیب مطبوعہ تاج کمپنی ص ۱۹۴ حوالہ نمبر ۳ ۱۷ تاج۔

فتوی در جواز التوسل بالانبیاء والاولیاء عند الوہابیہ
عندنا وعند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعاء من الانبیاء
والاولیاء والشہداء والصالحین عند حیاتہم وعند
بعد وفاتہم بھذ اللفظ اللّٰہم بیئلک بوسیلۃ فلان
ویقول کھذ الکلمات شیخ مولوی محمد اسحاق[1] محدث دہلوی ثم
المکوی وفتاوی رشیدیہ جلد اول ص ۹۳

اللّٰہم انصرنا علیہم بالنبی المبعوث فی اخر الزمان نجد
صفتہ فی التوراۃ وبھذ الکلام یستفتحون الیہود الوسیلۃ
بجاہ النبی الکریم کما فی معالم التنزیل والخازن و
تفسیر الکبیر وتفسیر مظہری لقاضی ثناء اللّٰہ پانی پتی ص ۱۹۴ ج ۱[2]
وتفسیر جمل المجلد الاول ص ۷۷ مطبوعہ مصر
وعن انس بن مالک ان عمر بن الخطاب انا کنا نتوسل
الیک بنبینا علیہ السلام فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم النبی

(١) محمد اسحاق بن افضل بن عبد العزيز الدهلوي النجدي توفي سنة ١٢٦٢ هـ. [١٨٤٥ م.]

(٢) ثناء اللّٰه پانپتی خليفه مظهر جانجانان توفي سنة ١٢٢٥ هـ. [١٨١٠ م.] في پانی پت هند و سيد مظهر جانجانان استشهد سنة ١١٩٥ هـ. [١٧٨١ م.] في دلهی

اے شفاعت کرنے والے بندوں کے میرا ہاتھ پکڑ لیجیے اس لئے کہ تو میرا آپ پر اعتماد ہے مصائب میں
فتوای جواز توسل میں انبیاء و اولیاء کیساتھ وہابیہ کے نزدیک۔ ہم اور ہمارے علماء توسل کو
دعاؤں میں جائز سمجھتے ہیں اولیاء انبیاء و شہداء اور صالحین کا اُنکی حیات میں اور
بعد وفات میں ان الفاظ سے اے اللہ مجھ سے سوال کرتا ہوں بحق فلاں کے اور اس جیسے اور
کلمات کہے۔
اے اللہ مددگار ہو ہمارا نبیؐ سے جو مبعوث ہو گئے آخر زمانہ میں نعت اُنکی ہم تورات میں پائی
اس کلام سے یہود وسیلہ کرتے تھے ساتھ بزرگی نبی علیہ السلام کے جیسا کہ معالم التنزیل اور خازن
میں، در تفسیر کبیر میں
اور روایت ہے انس بن مالک سے کہ عمر بن الخطاب ہم توسل کرتے تھے تیری طرف
نبی علیہ السلام سے پس تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم توسل کرتے ہیں تیری طرف
نبی علیہ السلام سے

فاسقنا قال فیسقون رواه البخاری ص ۱۳۷ ج ۱ والمشکوٰۃ فی باب صلوٰۃ الاستسقاء۔

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لما اعترف آدم علیہ السلام بالخطیئۃ قال یا رب اسئلک بحق محمد لما غفرت لی فقال اللّٰہ یا آدم کیف عرفت محمدا الخ فقال اللّٰہ تعالیٰ اذ سئلتنی بحقہ فقد غفرت لک ولولا محمد ما خلقتک۔ شفاء السقام[1] ص ۱۶۲، ۱۶۱

وقال شاہ عبد العزیز محدث دہلوی[2]۔ انا المرید ی جامع لشتاتہ اذا ما سطا جور الزمان بنکبۃ وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ فناد بیا زروق آت بسرعۃ
بستان المحدثین ص ۱۳۵ واردو ص ۲۰۶

ومن انکر التوسل بہ باحد ھٰذین المعنیین فھو کافر مرتد یستتاب فان تاب والا قتل مرتدا۔ التوسل والوسیلۃ ص ۱۳ بیروت
واما دعائہ وشفاعتہ وانتفاع المسلمین بذالک فمن انکرہ فھو ایضا کافر۔ التوسل والوسیلۃ ص ۱۳ مطبوعہ بیروت لبنان

---

(۱) مؤلف شفاء السقام ابو الحسن علي السبكي توفي سنة ٧٥٦ هـ. [١٣٥٥ م.] في القاهرة

(۲) شاه عبد العزيز دهلوى ابن شاه ولى الله دهلوى توفى سنة ١٢٣٩ هـ. [١٨٢٤ م.] فى دلهى

پس برسا ہم پر پس برسی بارش۔
روایت ہے عمر بن الخطابؓ سے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے جب سرزد ہوئی خطا آدم علیہ السلام سے کہ
اے رب سوال کرتا ہوں تجھ سے بوسیلہ محمدؐ کے بخش دے مجھے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم یہ
جانتا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الخ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تو مجھ سے محمدؐ کی وسیلہ سے مانگتا ہے
تو میں نے تجھے بخش دیا۔
اور کہا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے میں اپنے مرید کا اس کی پراگندہ دلوں میں جامع ہوں
جبکہ جور زمانہ سختیوں کے ساتھ اس پر حملہ کرے گا اگر تو تنگی اور سختی میں ہو تو یا رزوق
کہہ کر مجھے پکار میں جلدی آؤں گا

اور جس نے انکار کیا توسل کا ان معنیٰ سے پس وہ کافر و مرتد ہے توبہ کرے ورنہ قتل ہوگا مرتد

اور وہ وجود عام ہے اور شفاعت ہے آپؐ کی اور نفع پہنچانا مسلمانوں کو آپؐ کے ساتھ پس جس نے
انکار کیا اس سے پس وہ اسی طرح کافر ہے۔

استفتاء

اخذ الاجرة بلا شرط علیٰ تعلیم القرآن جائز ام لا
بینوا و توجروا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اخذ الاجرۃ بلا شرط علیٰ تعلیم القرآن جائز فی زماننا
کما فی کتب الفقہاء۔ والمفتیٰ الیوم بصحتہا لان المنع فی
ذلک الزمان لرغبۃ الناس فی التعلیم وحسبۃ ومروۃ
المتعلمین فی مجازات الاحسان بالاستحسان بلا شرط
فی زماننا۔ شرح الیاس المجلد الثالث ص ۱۲۳
وبعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم
لانہ ظہر التوانی فی الامور الدینیۃ ففی الامتناع یضیع حفظ
القرآن وعلیہ الفتویٰ۔ ہدایہ جلد الثالث ص ۳۰۲
وقال فی البریقۃ[1] شرح الطریقۃ المحمدیۃ اذ المریکن عقد ولا
شرط فقروٴ الروح المیت رضی اللہ تعالیٰ فاعطاہ قریب
المیت شیئًا من المال فجائز۔ البریقۃ ص
ویجوز الاستیجار علی القرءۃ والدعاء حاوی القتاوی ص ۱۹۷ مطبوعہ

(۱) مؤلف البريقة محمد الخادمي توفي سنة ۱۱۷٦ هـ. [۱۷٦۲ م.] في قونية

فتویٰ

اُجرت بلا شرط تعلیم قرآن پر لینا جائز ہے یا نہیں بینوا و توجروا ؟

جواب

اُجرت بلا شرط تعلیم قرآن پر لینا ہمارے زمانہ میں جائز ہے جیسا کہ کُتب فقہاء میں
اور فتویٰ اسکے صحیح ہونے پر ہے اس لئے کہ منع اس زمانہ میں واسطے رغبت لوگوں
کے تعلیم میں از روئے حسبت اور کسانی متعلمین کیلئے بارے احسان بالاحسان
بغیر شرط کے جائز ہے ۔

اور علماء ہماروں نے مستحسن جانا اُجرت تعلیم قرآن پر آج کل اس لئے کہ ظاہر
ہوا اپنانا امور دینیہ میں پس اسکے منع کرتے سے ضائع ہوتا ہے حفاظت قرآن کی
اور اسی پر فتوای ہے ۔
اور کہا بر لیقہ شرح طریقہ محمدیہ میں جب کہ نہ ہو عقد اور شرط یس پڑھا جائے
میت کی روح کیلئے اللہ کی رضا کی خاطر یس دے قریب میت سے ختم مال سے
پس جائز ہے ۔
اور جائز ہے اُجرت قرءت اور دُعا پر ۔

ویجوز الاستیجار علی تعلیم القرآن وقرءة القرآن عند القبر
عالمگیری[1] تعلیم اللغة والادب ص ۲۷۲ جلد خامس۔
فثبت ان الاستیجار علی تعلیم القرآن جائز فی زماننا کما اختاره
علماء المتاخرین۔
مفتی اعظم سرحد علامہ شائستہ گل صاحب المتوی ومولانا عبدالسبحان القادری
ومولانا عامر القادری ہوالصحیح المجیب المصیب مولانا محمد یعقوب قادری

الغیب العطائی للنبی علیہ السلام

تعریف ما غاب عن العباد
اثبات بالآیات۔ قولہ تعالیٰ فلا یظہر علی غیبہ احدا الا
من ارتضیٰ من رسول پ ۲۹ الجن
وما ھو علی الغیب بضنین ای ماھو البخیل علی الغیب
فان اللہ لا یخفی الغیب علی النبی علیہ السلام بل یظاہر
علیہ جمیع المغیبات
فان قلت النبی علیہ السلام لیس العالم بغیب لقولہ تعالیٰ
وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمہا الا ھو۔ قل لا یعلم الغیب الا اللہ

(۱) محمد أورنكزيب عالمكير سلطان الهند توفي سنة ۱۱۱۸ هـ. [۱۷۰۷ م.]

اور جائز ہے اُجرت تعلیم قرآن پر اور پڑہنا قرآن کا قبر کے نزدیک
پس ثابت ہوا کہ اُجرت تعلیم قرآن پر ہمارے زمانہ میں جائز ہے جیسا کہ علماء متاخرین
نے مختار کیا ہے۔

غیب عطائی للنبی علیہ السلام

تعریف جو غائب ہو آدمیوں سے
یہ قول رب تعالیٰ کا پس نہیں ظاہر کرتا ہو عیب کو کسی پر مگر جس رسول پر راضی
ہو جائے۔
اور نہیں وہ غیب بتانے میں بخیل پس اللہ تعالیٰ نہیں پوشیدہ کرتا غیب کو
بلکہ ظاہر کرتا ہے تمام مغیبات کو آپؐ پر

پس اگر تو کہے کہ نبی علیہ السلام عالم الغیب نہیں واسطے قول رب تعالیٰ کے اور اسکے پاس
غیب کی کنجیاں ہیں نہیں جانتا کوئی اسے مگر وہی۔ مراد وہ نہیں جانتا کوئی غیب

ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری
نفس ما تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر
قلنا
لیعطی الغیب للنبی علیہ السلام کما قال اللہ تعالیٰ ذالک من
انباء الغیب نوحیہ الیک وقال قاضی عیاضؒ فالنبوۃ فی لغۃ من
همز ماخوذۃ من النبأ وهو الخبر والمعنی ان اللہ تعالیٰ اطلعہ علیٰ غیبہ
شفا شریف المجلد الاول ص ۱۶۰-۱۶۱
وقال اللہ تعالیٰ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی
من رسلہ من یشاء فامنوا باللہ ورسولہ وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر
عظیم۔ وقال الشاعر۔ تو دانائے ما کان و ما یکون ہے
مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں۔
ای یا رسول اللہ ان اللہ تعالیٰ یعطی لک الغیب ولکن الوهابیۃ لا ینظرون
الی غیبک۔
وقال حسین احمد الدیوبندی للنبوۃ علم للثلثۃ وعلم التقدیر وعلم
احوال الساعۃ وعلم الحشر والنشر وعلم الجنۃ والنار وعلم الحلال والحرام

سوائے اللہ کے اور اللہ کے نزدیک علم ہے قیامت کا اور نزول بارش کا اور جانتا ہے ارحام میں سب کچھ اور نہیں جانتا کوئی کس زمین پر مرے گا اللہ تعالیٰ عالم ہے باخبر ہے

قلنا

سرنبی علیہ السلام کو علم غیب دیا گیا ہے جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ غیب کی خبریں ہیں ہم نے آپ کی طرف وحی کیں اور کہا قاضی عیاض نے پس نبوت لغت میں ہمز ماخوذ ہے نبا اور خبر ہے اور معنی یوں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلع کیا آپ پر غیب کو اور یہ قول رب تعالیٰ کا اور نہیں رب تعالیٰ کہ اطلاع دے تم کو غیب پر لیکن اللہ جس رسول کو چن لے پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر اگر تم ایمان لائے اور ڈرے پس تمہارے لئے اجر عظیم ہے

شعر کا مطلب ۔ لیج یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا لیکن وہابیہ آپکے غیب کو نہیں دیکھتے۔

اور کہا حسین احمد مدنی نے دیوبندی نے نبوت کیلئے ملائکہ کا علم تقدیر کا علم اور قیامت کا علم حشر و نشر کا علم جنت و دوزخ کا علم حلال و حرام کا علم ۔

٥٧

الشہاب الثاقب ص۱۰۱

من استوعب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم او اہانہ فقد کفر کما فی خلاصۃ الفتاوی فی بیان الفاظ و کلمۃ الکفر۔

والوہابیہ یقولون وا ما الغیب للنبی علیہ السلام فعالم علیہ زید و عمر العیاذ باللہ۔

علم ما فی الارحام للنبی علیہ السلام

اخرج الخطیب[١] و ابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس قال حدثتنی ام الفضل قال مررت بالنبی علیہ السلام فقال انک حامل بغلام الخ طبرانی فی الکبیر وقال السیوطی سند حسن صحیح کما فی جامع الکبیر۔

علم بای ارض تموت

وفی صحیح مسلم عن انس[٢] ندب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس فانطلقوا حتی نزلوا بدرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا مصرع فلان و یضع یدہ علی الارض ہہنا و ہہنا فقال فما ماط (ای ما زال) و ما تجاوز احدہم عن موضع ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی حدیثہ عن امیر المؤمنین عمرؓ والذی بعثہ بالحق ما اخطؤا الحدود التی حدہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ مسلم

(١) الخطيب البغدادي احمد الشافعي توفي سنة ٤٦٣ هـ. [١٠٧١ م.] في بغداد

(٢) مسلم النيشابوري الشافعي توفي سنة ٢٦١ هـ. [٨٧٥ م.] في نيشابور

جس نے نبی علیہ السلام کی عیب جوئی کی اور اہانت کی پس تحقیق وہ کافر ہے کما فی خلاصۃ الفتاویٰ
بیان الفاظ کفر اور کلمہ کفر میں ہے۔
اور وہابیہ کہتے ہیں کہ غیب نبی علیہ السلام جیسا زید و عمر کیلئے بھی ہے۔ نعوذ باللہ

ما فی الارحام کا علم

کہا خطیب نے اور ابو نعیم نے دلائل کے اندر روایت ہے ابن عباس سے کہا کہ بتایا مجھے ام الفضل نے
کہ گذریں میں نبی علیہ السلام پر پس فرمایا آپ نے بیشک تو حاملہ ہے لڑکے پر

علم کہ کونسی جگہ مرے گا

اور صحیح مسلم میں ہے روایت ہے انس سے
یہاں تک کہ پہنچے بدر کو پس فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ یہ فلان کی مرنے کی جگہ ہے
اور ہاتھ رکھا اپنا زمین پر جگہ جگہ پور اوی کہتے ہیں کہ نہیں ہوئی تبدیل جگہ کسی کی جہاں
آپ نے ہاتھ رکھا تھا اور ایک حدیث میں روایت ہے امیر المؤمنین عمر سے کہ قسم ہے جس نے
بھیجا آپ کو حق پر نہیں خطا ہوتی حدیں وہ جو حد رکھی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

علم وينزل الغيث

اخرج البيهقي عن ابن عباس قال اصابتنا سحابة فخرج علينا النبي ﷺ فقال ان ملكا موكلا بالسحاب دخل علیّ آنفا فسلم علیّ واخبرنی ان یسوق السماء الی وادٍ بالیمن یقال له ضریح فجاء نا راكب بعد ذلك فسألناه عن السحابة فاخبرانهم مطروا فی ذلک الیوم قال البیهقی وله شاهد مرسل عن بکر بن عبد الله المزنی ان النبی علیه السلام اخبرنا عن مالك السحاب انه یجیئ من بلد کذا وانهم مطروا یوم کذا واته صلی الله علیه وسلم ـ الدولة المکیه

علم وما تدری نفس ماذا تکسب غدًا

وفی الصحیحین عن سهل بن سعدؓ فی حدیث خیبر قوله صلی الله علیه وسلم لأعطین هذه الرایة غدًا رجلًا یفتح الله علی یده یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله فاعطاها علیًا. فثبت انه علیه السلام کان یقول موکدًا باللام والنون فقد علم ـ الدولة المکیه ـ لاحمد رضا خان بریلوی[1]

(١) احمد رضاخان البريلوي توفي سنة ١٣٤٠ هـ. [١٩٢١ م.]

علم بارش کا

روایت کی ابن عباس سے بیہقی نے کہ پہنچا ہمیں بادل پس نکلے ہم پر نبی علیہ السلام پس فرمایا کہ بادل کا فرشتہ میرے پاس آیا اور مجھ پر سلام کیا اور مجھے بتایا کہ بارش ہوگی وادیِ یمن میں جسے ضریح کہتے ہیں پس آیا ایک مسافر سوار اسکے بعد پس ہم نے بادل کا پوچھا پس بتایا کہ یہ بارش کرینگے اسی دن میں لفظ بیہقی کا اُس واسطے شاہد مرسل تھا۔ روایت ہے بکر بن عبداللہ المزنی سے کہ تحقیق نبی علیہ السلام نے ہم کو بتایا بادل کے فرشتہ سے کہ یہ آئے فلاں شہر کو اور اس دن بارش کرینگے

علم کہ صبح کوئی کیا کریگا۔

اور صحیحین میں ہے روایت سہل بن سعد سے حدیث خیبر میں کہ یہ قول آپ ؐ کا کہ البتہ ضرور دوں گا یہ جھنڈا صبح اُس آدمی کو جس کے ہاتھوں اللہ فتح دے گا جسے محبوب رکھتا ہے اللہ اور رسول اُس کا اور وہ محبت رکھتا ہے اللہ و رسولؐ کے ساتھ پس دیا وہ جھنڈا علیؓ کو پس ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام فرما رہے تھے ساتھ لام اور نون تاکیدی کے ساتھ پس تحقیق اُن کو علم تھا۔

قول غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وقد ذکر شاہ عبد العزیز محدث الدہلوی فی تفسیر فتح العزیز
والاطلاع علی اللوح المحفوظ بمطالعۃ النقوش ایضاً منقول
عن بعض الاولیاء اللہ تعالیٰ۔ کما قال سیدنا غوث اعظم
عینی فی اللوح المحفوظ قال الامام القسطلانی فی ارشاد الساری
شرح بخاری ولا یعلم متی تقوم الساعۃ احد الا اللہ والا
من ارتضی من رسول فانہ یطلعہ علی ما یشاء من غیبہ
والولی تابع لہ یاخذ عنہ۔
وقال العلامۃ حسن بن المدابغی فی حاشیۃ فتح المبین و
فی شروح الاربعین للنووی، جمع ای اللہ تعالیٰ لم یقبض روح
نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام حتی اطلعہ علی کل ما ابھمہ عنہ
الا انہ امر بکتم بعض والاعلام ببعض۔ انتہی۔
وقال ابراھیم بیجوری[١] فی شرح قصیدۃ البردۃ۔ انہ لم
یخرج النبی علیہ السلام من الدنیا الا بعد ان علمہ اللہ
تعالیٰ بھذہ الامور (اعنی الخمس)

---

(١) ابراهيم الباجوري المصري الشافعي توفي سنة ١٢٧٦ هـ. [١٨٥٩ م.]

ارشاد غوث اعظم کا

اور تحقیق ذکر کیا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر فتح العزیز میں کہ اطلاع لوحِ محفوظ پر بمطالعہ نقوش کے اسی طرح منقول ہے بعض اولیاء اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ فرمایا سیدنا غوث اعظمؓ نے میری آنکھیں لوح محفوظ پر ہیں امام قسطلانی نے بخاری کی شرح ارشاد الساری میں اور نہیں جانتا کوئی کہ کب قیامت قائم ہوگی سوائے اللہ کے مگر جس رسول پر اللہ راضی ہو جائے پس وہ مطلع کرتا ہے اُسے جس پر چاہے غیب سے اور ولی تابع ہے نبی کو اُس سے لیتا ہے۔

اور کہا علامہ حسن بن عدابغی نے حاشیہ فتح المبین اور شرح اربعین نووی میں اجماع ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی روح قبض نہیں کی حتیٰ کہ مطلع کیا آپؐ کو تمام پر اُس سے مگر کہ آپؐ مامور ہیں پوشیدہ کرنے پر اُسے بعض پر اور بتانے بعض پر

اور کہا ابراہیم بیجوریؒ نے شرح قصیدہ بُردہ میں کہ نبی علیہ السلام نہیں گئے دُنیا سے مگر بعد اِسکے علم دیا آپ کو اُمور خمسہ کا۔

شفاعة النبی علیہ السلام للمؤمنین

ثبت بنص قطعی لا ریب فیہ لقولہ تعالیٰ : یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمن ورضی لہ قولا

سورہ طٰہٰ۔

وفی ھٰذہ عقیدۃ الوھابیۃ ایضا فیہ لیس احد بشا فع من النبی والولی ومن اعتقد انھما شفیع ھو مشرک کابوجہل

تقویۃ الایمان[1] ص

ثم قیلنا قولہ تعالیٰ ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ سورہ سبأ وقولہ تعالیٰ ما من شفیع الا من بعد اذنہ

سورہ یونس۔

واما السنۃ فما روی عن عثمان یشفع یوم القیمۃ ثلاثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشھداء۔ جامع صغیر ص ۲۰۷ ج ۲

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی مشکوٰۃ ص ۴۹۴

شفاعتی لأھل الذنوب من امتی جامع صغیر ص ۳۳ ج ۲

ثبت ان الأنبیاء والأولیاء شفیع للمذنبین یوم القیمۃ ومن انکر من الشفاعۃ کالوھابیۃ فالنبیؐ لا یشفع لہ والوھابیۃ حرم علیھم الشفاعۃ لما فی فتح الباری من کذب بالشفاعۃ فلا نصیب لہ فیھا

فتح الباری ص ۱۹۰ پ ۲۷ رض

(١) مؤلف تقوية الايمان اسماعيل الدهلوي الوهابي توفي سنة ١٢٤٦ هـ. [١٨٣١ م.]

شافع ہونا نبی علیہ السلام کا مؤمنوں کیلئے۔

شفاعت نصِ قطعی سے ثابت ہے اسمیں کوئی شک نہیں واسطے قول رب تعالیٰ کے اُس دن
نفع نہ دیگی شفاعت مگر کہ جسے اِذن دے رب تعالیٰ اور راضی ہو اس پر
اور اس جگہ میں وہابیہ کا عقیدہ ہے کہ کوئی نبی ولی شفاعت نہیں کرسکتا اور جس نے اُن کو شفیع
اعتقاد کیا وہ ابوجہل جیسا مشرک ہے

پھر ہم کہتے ہیں کہ فرمان رب تعالیٰ کا اور اسکے نزدیک شفاعت نفع نہیں دیتی مگر جسے حکم دے
اور یہ قول رب تعالیٰ کا کوئی شفیع نہیں مگر اُس کے حکم کے بعد

اور حدیث میں جو روایت ہے عثمانؓ سے شفاعت کرینگے قیامت کے دن تین انبیاء
علماء شہداء۔

میری شفاعت بڑے گنہگاران اُمت کیلئے۔

وقال الامام الاعظم[1] شفاعة الانبیاء حق و شفاعة نبینا علیہ الصلوٰة والسلام للمؤمنین المذنبین ولاھل الکبائر منھم المستوجبین للعقاب حق ثابت۔ شرح عقائد ص ۸۷ و فقہ اکبر ص ۳

و انکار شفاعت بدعت و ضلالت است چنانکہ خوارج و بعض معتزلہ براں رفتند۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد الرابع ص ۳۸۸

و شفاعت الاولیاء ایضا ثابت باحادیث کثیرۃ فمن الاول۔ عن ابن عباس قال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سیکون فی امتی رجل یقال لہ اویس بن عبداللہ القرنی وان شفاعتہ فی امتی مثل ربیعۃ ومضر جامع الصغیر ص ۳۳ ج ۲

فان قلت الولی لیس بشافع یوم القیمۃ

قلنا

الولی تابع للنبی فکیف شفاعۃ الاولیاء لا ینتفع للمذنبین لما ذکرنا۔ والولی کان عالما۔ ان کان الولی لیس بعالم فھو لیس بولی۔

ونعتقد ان شفاعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وجمیع الانبیاء والصالحین حق ولکن بعد اذن اللہ للشافع۔

قواعد الاربعۃ ص ۱۴ مطبوعہ بیروت

---

(۱) امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی ولد سنة ۸۰ و توفی سنة ۱۵۰ ھ۔ [۷۶۷ م۔] فی بغداد

پس ثابت ہوا کہ انبیاء اولیاء شافع ہونگے مومنین کیلئے قیامت کے دن۔ اور جسنے انکار کیا شفاعت سے جیسے وہابیہ کے پس نبی علیہ السلام اُس کیلئے شفاعت نہیں کرینگے۔ اور وہابیہ پر شفاعت حرام ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے جس نے شفاعت کو جھٹلایا اُس کیلئے اُس میں کوئی حصہ نہیں۔

اور کہا امام اعظمؒ نے شفاعت انبیا کی حق ہے اور شفاعت نبی علیہ السلام کی مومن گنہگاروں کیلئے اور بڑوں کیلئے جو مستوجب ہیں عذاب کے حق ہے ثابت ہے۔
اور انکار شفاعت بدعت و گمراہی ہے جیسا کہ خوارج و معتزلہ کا عقیدہ ہے۔

اور شفاعت اولیاء اللہ کی بھی احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ روایت ہے ابن عباس سے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے عنقریب میری اُمت میں ایک ادریس بن عبداللہ قرنی نامی شخص ہوگا۔

اور اُسکی شفاعت میری اُمت میں مثل ربیعہ و مضر کی ہوتی۔
اگر تعجب ہے کہ ولی دن قیامت کے شفیع نہیں ہوسکتا

قلنا

ولی تابع ہوتا ہے نبی کے پس کیونکر اولیاء کی شفاعت گنہگار مومنین کو نہ ہوگی جیسے ہم نے ذکر کیا ہے اور ولی ہوتا ہے عالم۔ اگر وہ ولی عالم نہ ہو تو وہ ولی ہی نہیں۔

اور ہمارا عقیدہ ہے کہ شفاعت نبی علیہ السلام کی اور تمام انبیاء کی حق ہے۔ ولیکن اللہ کے اذن کے بعد۔

ایصال الثواب للاموات

هی ثابت بدلیل قطعی وقد تواترت به الاخبار ان کان۔
بالدعاء والمال

قوله تعالیٰ وصلّ علیهم ان صلوٰتک سکن لهم التوبة پ ۱۱

واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات سورہ محمد پ ۲۶

والملٰئکة یسبّحون بحمد ربهم ویستغفرون لمن فی الارض شوریٰ پ ۲۵

واما السنة فما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم عن جابر
قال شهدت مع رسول الله الاضحیٰ فی المصلیٰ فلما قضی خطبته نزل
من منبره واتی بکبش فذبحه رسول الله بیده وقال بسم الله
الله اکبر هذا عنی وعمن لم یضح من امتی رواه ابوداؤد باب العیدین

عن ابی هریرة اذا مات الانسان انقطع عمله الّا من ثلث صدقة
جاریة اوعلم ینتفع به اوولد صالح یدعوله جامع الصغیر ص ۲۹ ج ۱

وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم خلافاً
للمعتزلة شرح عقائد نسفی[1] ص ۲۲ الطحطاوی ص ۳۲۷ شرح القاری للفقه اکبر ص ۱۵۸
وفتح القدیر[2] المجلد الاول ص ۴۰۴۔

---

(۱) شارح العقائد النسفي سعد الدين مسعود التفتازاني توفي سنة ۷۹۲ هـ. [۱۳۸۹ م.] في سمرقند

(۲) مؤلف فتح القدير كمال الدين محمد ابن همام توفي سنة ۸٦۱ هـ. [۱٤۵٦ م.]

مُردوں کیلئے ایصال ثواب

یہ ثابت ہے دلیل قطعی سے اور اس پر احادیث بھی دلالت کرتی ہیں اگرچہ ہو ساتھ مال کے اور دُعا کے۔

یہ قول رب تعالیٰ کا او دعا بھجوان پر تحقیق آپؐ کی دُعا اُن کیلئے تسکین ہے۔
اور بخشش مانگیں آپ گنہگار مومنوں اور مومنات کیلئے
اور ملائکہ تسبیح کرتے ہیں ساتھ حمد اپنی رب کے اور زمین والوں کیلئے بخشش مانگتے ہیں۔
اور حدیث جو ہے بنی علیہ السلام کی روایت ہے جابر سے کہا کہ حاضر تھے ہم ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عید الضحےٰ میں عیدگاہ میں جب آپؐ خطبہ پڑھکر فارغ ہوئے اُترے منبر سے لایا گیا ایک گوسفند پس ذبح کیا اُسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور کہا بسم اللہ اللہ اکبر۔ یہ میری قربانی اور جو میری اُمت سے نہیں کر سکتا اُسکیطرف سے ہے۔

روایت ہے ابو ھریرہؓ سے جسوقت فوت ہوا انسان منقطع ہوتے ہیں عمل اُسکے سوائے تین کے صدقہ جاریہ۔ اور علم کہ نفع حاصل کرے اُس سے یا بچہ صالح کہ دُعا کرے اس کیلئے۔
اور دُعا کرنا زندوں کا اور صدقہ دینا مردوں کیلئے نفع ہے اُن کے لئے خلاف ثابت ہے معتزلہ کیلئے۔

اور شرح بخاری میں ہے کہ صدقہ نافلہ مٹانے والا ہے بہت گناہوں کو جو داخل کرتے ہیں دوزخ میں۔
آزاد کیا اگر غلام تو ثواب میت کو ہوگا اور اسی طرح صدقات اور دعوات مال

وفی شرح البخاری القسطلانی۔ الصدقۃ النافلۃ ماحیۃ لکثیر من الذنوب المدخلۃ النار کتاب العلم ص ۱۹۰ ج ۱ فتح القدیر ص ۴۰۷ ج ۱

اعتق عبدہ عن ابیہ فالاجر للمیت ان شاء اللہ تعالیٰ و کذا الصدقات والدعوات لابویہ و کل مؤمن یکون الاجر لهم من غیر ان ینقص من اجر الابن شئ علی الصحیح من مذهب جمهور العلماء۔ درمختار۔ شامی ص ۷۹ ج ۵

ویستحب ان یتصدق علی المیت بعد الدفن الیٰ سبعۃ ایام کل یوم بشئ مما تیسر طحطاوی کتاب الجنایز ص ۳۷۳ اشعۃ اللمعات[1] ص ۶۳۴ برهنه ۱۶ ص ۳۶۳ شامی جنائز ص ۶۳۰ ج ۱ فتح القدیر ص ۳۶۵ کبیری ص ۶۵۸

الضیافۃ ممنوع عند اهل المیت

وقال بعض الجهال من الوهابیۃ ان الطعام مکروہ عند اهل المیت الیٰ ثلثۃ ایام؟ قلنا

صرح الفقهاء ان الطعام مکروہ عند اهل المیت هو الضیافۃ کما فی خلاصۃ الفتاویٰ۔ لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلاثۃ ایام خلاصۃ الفتاویٰ جلد ثانی ص ۵۳۸ تتارخانیۃ والهندیۃ جلد اول ص ۲۳۵

---

(١) مؤلف أشعة اللمعات شرح المشكوة الفارسي عبد الحق الدهلوي توفي سنة ١٠٥٢ هـ. [١٦٤٢ م.] في دهلي

ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اھل المیت۔ فتح القدیر جلد اول ص۳۰۲ و
کبیری الجنائز ص۶۵۷ و شامی ص۶۰۳ جنائز

ولبعض الجہال من الوھابیۃ والنجبیریۃ ان اتخاذ الطعام فی
اھل المیت منع مطلقاً بدلیلھم وھو الحدیث روی عن جریر
بن عبد اللہ قال کنا نعد و فی روایۃ نری الاجتماع الی اھل المیت
وصنعھم الطعام من النیاحۃ رواہ احمد و کبیری ص۶۵۷

قلنا

ان الفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ صرح ان ھذا الحدیث فی حق الضیافۃ
فقط۔ ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من أھل المیت لانہ شرع فی السرور
لا فی الحزن وقالوا ھی بدعۃ مستقبحۃ لما روی امام احمد عن
جریر بن عبد اللہ الحدیث۔ کبیری ص۶۵۷ و شامی جلد اول ص۶۰۳

فثبت جواز ایصال الثواب فیایھا الوھابیۃ کلوا باسم اللہ لان
ایصال الثواب سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عامر القادری غلام از غلامان مصطفیٰ و عبد المصطفیٰ ۱۹۷۶ء = ۱۳۹۶ھ
دار العلوم قادریہ سبحانیہ ڈرگ کالونی ۵ کراچی ۲۵ پاکستان

فہرس العقائد الصحیحة

صفحہ	مضمون
۱	خطبۃ الکتاب دیباچہ کتاب ہٰذا
۴	خطبۃ الامام الغزالیؒ امام غزالی رحمۃ اللہ کا مضمون
۶	التنزیہ للہ تعالیٰ خدا تعالیٰ کے تقدس کا بیان
۸	الحیوۃ والقدرۃ لہ تعالیٰ خدا کی زندگی اور قوت کا بیان
۹	العلم خدا کے علم اور خدا کے معلومات کا بیان
۱۰	الارادۃ والسمع والبصر خدا کے ارادوں، قوت شنوائی اور بینائی کا بیان
۱۲	الکلام خدا کے کلام کا بیان
۱۴	الافعال افعال خداوندی کا بیان
۱۵	الکلمۃ الثانیہ دوسری فصل
۱۹	قال المؤلف مقولۂ مصنف
۲۰	افتراق الامۃ علی ثلاث وسبعین فرقۃ امت محمدیہ کا ۷۳ فرقے بننا
۲۴	الحقیقۃ والمجاز قرآن مجید میں حقیقۃ ومجاز کا بیان
۲۷	مسئلۃ علم الغیب للنبی صلعم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کا حاصل ہونا
۳۴	مسئلۃ ایصال الثواب لارواح الموتیٰ میت کو ثواب پہنچانا
۴۷	مسئلۃ البشریۃ لرسول اللہ صلعم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت
۵۰	مسئلۃ التعظیم لغیر اللہ تعالیٰ غیر اللہ کی تعظیم
۵۴	مسئلۃ سماع الموتیٰ مُردوں کا سُننا
۵۷	مسئلۃ التوسل عند اللہ تعالیٰ بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ لانا
۵۹	مسئلۃ نداء الغائب غائب کو بُلانا
۶۱	مسئلۃ زیارۃ قبور الصلحاء صالحین کے مقبروں کی زیارت
۶۳	مسئلۃ الشفاعۃ للنبی صلعم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا شفاعت کرنا
۶۹	مسئلۃ اعراس المشائخ مزارات اولیاء اللہ پر عرس
۷۳	مسئلۃ تصور علیہ الصلوۃ والسلام نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال آجانا
۷۵	مسئلۃ اللفظۃ السید مع اسمہ صلعم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ تعظیمی لفظ
۷۵	مسئلۃ اشتراک الغیر مع اللہ تعالیٰ خدا سے کسی مخلوق کو شریک کرنا
۷۶	مسئلۃ امکان الکذب معاذ اللہ خدا کا جھوٹ بولنا
۷۸	مسئلۃ الاستمداد اولیاء اللہ سے امداد طلب کرنا
۷۹	مسئلۃ تسمیۃ الاولاد بچوں کا نام انبیاء و اولیاء سے منسوب کرنا

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام
على نبيه ورسوله المصطفى وعلى
اله واصحابه البررة التقى
امابعد فيقول العبد الضعيف
محمّد حسن جان الفاروقي الحنفي[1]
انى رأيت فى هذا الزمان اختلافا
كثيرًا بين الحنفية والوهابية
فى العقائد حتى فى الالهيات و
الرسالة ومسائل الشريعة
المتعلقة بالعقائد وانجر اختلافهم
الى تكفير البعض بعضا وافترقت
الامة افتراقا فاحشا فاردت
اظهار عقائد اهل السنة
والجماعة فى جزء مرعيا للاختصار
مجتنبا عن ذكر اقاويلهم الا
بقدر الضرورة راجيا حفظ
عقائد المسلمين من الزيغ والزلل
لعل الله ينفع به عباده
فانه على ما يشاء
قدير وبالاجابة
جدير. وليعلم انى ما
استدل فى هذه الرسالة
بالاحاديث الشريفة و

الحمد لله وكفى - والسلام على نبيه
ورسوله المصطفى وعلى اله
واصحابه البررة اهل التقى.
حمد وصلوٰۃ کے بعد عبد ضعیف محمد حسن فاروقی
حنفی گذارش کرتا ہے کہ عہد حاضر میں وہابیہ
اور حنفیہ کے درمیان کمال اختلاف پڑا ہُوا
ہے عام عقائد میں حتیٰ کہ الٰہیات میں اور مفہوم
رسالت میں اور ان مسائل شرعیہ میں بھی اختلاف
ہے جو عقائد سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ اختلاف
اب ایک دوسرے کی تکفیر تک پہنچ چکا ہے
جس کی وجہ سے امتِ محمدیہ میں ناگفتہ بہ
تشتت وافتراق پڑ گیا ہے اس لئے میں نے یہ
ارادہ کر لیا ہے کہ اس مختصر سی کتاب میں
اہل السنت والجماعۃ کے عقائد مختصر طور پر
بیان کروں۔ اور حتی الوسع مخالفین کے اقوال
نقل کرنے سے کنارہ کش رہوں مگر بقدر
ضرورت نقل بھی کروں گا اور خدا سے امید کرتا
ہوں کہ وہ مسلمانوں کو کجروی اور اغلاط سے محفوظ
رکھے کہ اس کتاب کی طفیل سے ان کو فائدہ بخشےگا
آئندہ خدا مالک ہے جو چاہے کرے اسی کی
بارگاہِ عالی میں میری درخواست منظور ہو سکتی
ہے۔ واضح رہے کہ میں اس رسالہ میں عموماً نہ
احادیث شریفہ سے دلیل پیش کروں گا نہ

(١) المتوفى سنة ١٣٤٩ هـ. [١٩٣١ م.]

اقوال الائمة والعلماء الا قليلا
توقيا لساحتهم السنية عن
شر السنتهم الشنيعة فانهم
ان لم يوافق حديث بمعتقداتهم
قالوا هذا ضعيف او موضوع
وان استدل بذلك الحديث
اكابر الائمة كالغزاليؒ والسيوطيؒ
وامام الحرمين[1] والشيخ
عبد الحق الدهلويؒ
والشيخ عليؒ القاريؒ وامثالهم
في كتبهم وان لم يوافق رايهم
قول الائمة واكابر الدين تعرضوا
لقدحهم وسبهم فالى الله المشتكى
فاستمسك غالبا في ترديد
اباطيلهم بالآيات القرآنية
التي لا يأتيه الباطل من بين
يديه ولا من خلفه تنزيل من
حكيم حميد و مع ذلك اراعي
الانصاف في محل الاختلاف وما
اصر على باطل وسميت الرسالة
بالعقائد الصحيحة واقدم ما ذكره
الامام حجة الاسلام محمد الغزالي
رحمه ربه في باب التوحيد
والالهيات والرسالة

اقوال ائمہ سے اور نہ اقوال علمائے اسلام سے
مگر بقدر ضرورت پیش کرتا جاؤں گا۔ تاکہ ان کی
قابل قدر قیاسات شرعیہ مخالفین کی بدزبانی
سے محفوظ رہیں کیوں کہ ان کی عادت
ہے کہ کوئی حدیث جب ان کے خیال کے
مطابق نہ ہو تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ وہ ضعیف
ہے یا موضوع ہے اگرچہ اکابر اسلام
نے اس حدیث کو استدلال کے موقعہ پر
پیش کیا ہو، چنانچہ جناب امام غزالی، امام سیوطی، شیخ
عبدالحق محدث دہلویؒ اور محدث ملا علی قاریؒ
وغیرہم ایسے استدلال پیش کر چکے ہیں
اور مخالفین حسب عادت ائمہ دین اور اکابر
اسلام کے ایسے استدلات جب دیکھتے ہیں تو
ان کے حق میں گستاخی کرنا شروع کر دیتے ہیں
خدا ہی ان کو سنبھالے۔ اس لئے میں عموماً اس
موقعہ پر قرآنی آیات ہی پیش کروں گا جس کی
مخالفت ادھر ادھر سے نہیں ہو سکتی کیونکہ
وہ خدائے حکیم و حمید کا کلام ہے۔ علاوہ ازیں
موضع اختلاف میں انصاف سے فیصلہ کروں گا
اور قول باطل پر قدم نہ جماؤں گا۔ اس کے بعد
اس رسالہ کا نام میں نے اَلْعَقَائِدُ الصَّحِیْحَۃُ
رکھا ہے۔ اب سب سے پہلے میں وہ مضمون
لفظ بہ لفظ پیش کرتا ہوں، جو حضرت امام حجۃ الاسلام
محمد الغزالی رحمہ اللہ نے توحید اور الہیات اور منصب

العقائد الصحيحة

(١) امام الحرمين عبد الملك النيشاپوری الشافعی توفی سنة ٤٧٨ هـ. [١٠٨٥ م.]

بلفظه من كتابه قواعد العقائد
فانه فی غایة الجودة فقال رحمة
الله علیه الحمد لله
المبدء المعید الفعّال لما
یرید ذی العرش المجید
والبطش الشدید الهادی صفوة
العبید الی المنهج الرشید و
المسلك السدید المنعم علیهم
بعد شهادة التوحید. بحراسة
عقائدهم من ظلمات التشکیك
والتردید. السالك بهم الی
اتباع رسوله المصطفی صلی الله
علیه وسلم واقتفاء اثار
الصحابة الاکرمین المکرمین
بالتائید والتسدید المتجلی
لهم فی ذاته وافعاله
بمحاسن اوصافه التی
لا یدرکها الا من القی السمع
وهو شهید المعرف
ایاهم انه فی ذاته واحد
قدیم لا اول له ازلی
لا بدایة له مستمر الوجود
لا اخر له ابدی لا نهایة
له قیوم لا انقطاع له

الصفات الذاتية

رسالت کے متعلق اپنی کتاب قواعد العقائد
میں بیان کیا ہے کیوں کہ وہ مضمون اس مقام
کے لئے بہت ہی موزوں ہے۔ آپ لکھتے
ہیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُبْدِئِ الْمُعِیْدِ
الْفَعَّالِ لِمَا یُرِیْدُ ذِی الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ
وَالْبَطْشِ الشَّدِیْدِ الْہَادِیْ صَفْوَۃَ
الْعَبِیْدِ اِلَی الْمَنْہَجِ الرَّشِیْدِ۔ وَ
الْمَسْلَكِ السَّدِیْدِ۔ الْمُنْعِمِ عَلَیْہِمْ
بعد شهادة التوحید بِحَرَاسَةِ
عَقَائِدِہِمْ مِنْ ظُلُمَاتِ التَّشْکِیْكِ
وَالتَّرْدِیْدِ۔ خدا تعالےٰ نے اپنے برگزیدہ
بندوں کو جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفٰے
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کے لئے
انتخاب کرلیا ہوا ہے اور آپ کے صحابہ کرام
رضوان اللہ علیہم کے نقش قدم پر چلنے
کے لئے چن لیا ہے اپنی تائید اور توفیق سے
خدائے تعالےٰ اپنی ذات اور اپنے افعال میں
اپنے اوصاف حسنہ کے ذریعہ انہیں جلوہ گر ہے
مگر ان صفات کو وہی دریافت کرسکتا ہے جو
غور سے سنے اور خدا کو حاضر و ناظر سمجھے۔ اس
نے یہ بھی انکو بتادیا ہے کہ وہ اپنی ذات میں یگانہ ہے
ایسا قدیم ہے جس کی ابتدا نہیں۔ ہمیشہ موجود ہے
جس کی آخری حد نہیں۔ ازل و ابد میں موجود ہے
جس کی انتہا نہیں مستقل بالذات ہے کسی قسم

دائم لا انصرام له لم يزل
ولا يزال موصوفا بنعوت
الجلال لا يقضى عليه بالانقضاء
والانفصال بتقدم الاباد
وانقراض الآجال بل هو
الاول والآخر والظاهر
والباطن وهو بكل
شيء عليم۔

(**التنزيه**) وانه ليس بجسم
مصور ولا جوهر محدود
ومقدر وانه لا يماثل
الاجسام في التقدير ولا في قبول
الانقسام وانه ليس بجوهر
ولا تحله الجواهر ولا بعرض
ولا تحله الاعراض بل لا
يماثل موجود ولا يماثله
موجود ليس كمثله شيء ولا
هو مثل شيء وانه لا يحده
المقدار ولا تحويه الاقطار
ولا يحيط به الجهات ولا تكتنفه
الارضون ولا السموات وانه
مستو على العرش
على الوجه
الذي قاله

کی کسر اس کی ذات میں باقی نہیں، دائم
وقائم ہے، جس کا خاتمہ نہیں۔ صفات جلالیہ
کے ساتھ ازلی و ابدی موجود ہے۔ اس کے
متعلق یہ کبھی فیصلہ نہیں دیا جاسکتا کہ
اس کی دائمی زندگی کے اوقات ختم ہوچکے
ہیں یا اس کی مدت حیات گذر چکی ہے
وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے
وہی باطن ہے اور وہی ہر چیز کو ہمیشہ سے
جانتا بھی ہے (تقدیس الٰہی یوں ہے کہ)
خدا کسی جسم اور صورت میں نہیں نہ محدود
چیز ہے جس کا تخمینہ لگایا جاسکے۔ کسی جسم کی
مثل بھی نہیں کہ اس میں قیاس لگایا جائے
یا اس کی تقسیم ہو سکے۔ نہ وہ ٹھوس مخلوق ہے
نہ غیر مستقل چیز ہے جو دوسرے کے آسرے
سے پائی جائے۔ نہ وہ صفاتی چیز ہے نہ صفاتی
ناپائدار چیزوں کا مرکز ہے۔ وہ کسی ہستی کی
مثل نہیں، نہ کوئی ہستی اس کی مثل ہے
بلکہ اس کی مثال کی بھی مثال نہیں
اس کی مثال کسی چیز کی مثل ہے۔ کوئی مقدار
اس کو محدود نہیں کرتی۔ نہ اطراف اس کو
اپنے اندر سمیٹ سکتے ہیں۔ کوئی جہت اسے
اپنے احاطہ میں نہیں لاسکتی۔ زمین و آسمان
بھی اسے نہیں سنبھال سکتے۔ وہ اپنے عرش
پر قائم ہے مگر اسی طرح جو اس نے خود کہا ہے

وبالمعنى الذي اراده
استواءً منزّهًا عن المماسة
والاستقرار والتمكّن والحلول
والانتقال لا يحمله العرش
بل العرش وحملته محمولون
بلطف قدرته ومقهورون
في قبضته وهو فوق العرش
والسماء وفوق كل شئ الى
تخوم الثرى فوقيةً لا
تزيده قربًا الى العرش
والسماء كما لا تزيده
بعدًا عن الارض والثرى
بل هو رفيع الدرجات
عن العرش والسماء كما
انّه رفيع الدرجات عن
الارض والثرى وهو مع ذلك
قريبٌ من كل موجود
وهو اقرب الى العبد من
حبل الوريد وهو على
كل شئ شهيد ولا يماثل
قربه قرب الاجسام كما لا
يماثل ذاته ذات الاجسام
وانّه لا يحل في شئ ولا
يحل فيه شئ تعالى عن ان

اور اسی کیفیت سے جو اس کے اپنے ارادہ
میں ہے اس کا وہ قیام اتصال اور چھونے
سے بالاتر ہے۔ اور اندراج اور جذب سے
الگ ہے۔ اس میں انتقال بھی نہیں۔
عرش اُسے اٹھائے ہوئے بھی نہیں بلکہ
وہ خود اپنے عرش کو اور اس کے اٹھانے
والے فرشتوں کو اپنے دستِ قدرت
سے اٹھائے ہوئے ہے اور اس کے
قبضہ میں مغلوب ہیں۔ وہ عرش پر ہے
اور آسمان پر بھی بلکہ تحت الثرٰی تک
ہر چیز پر فائق ہے۔ یہ فوقیت نہ اسے
آسمان اور عرش کے قریب کرتی ہے
اور نہ زمین اور تحت الثرٰی سے دُور لے
جاتی ہے۔ وہ عرش و آسمان سے بالاتر
مرتبہ رکھتا ہے جس طرح کہ زمین اور تحت
الثرٰی سے بالاتر ہے، تاہم وہ ہر چیز کے
قریب ہے اور شہ رگ سے زیادہ اپنے
بندہ کے قریب ہے اور ہر چیز کا نگران حال
بھی ہے کیوں کہ وہ اس طرح قریب نہیں
جس طرح کہ جسم قریب ہوتے ہیں اور اسی
طرح اس کی حقیقت کسی جسمانی حقیقت
سے نہیں ملتی۔ نہ وہ کسی میں حل اور
تبدیل ہوتا ہے اور نہ کوئی چیز اس میں
حل اور تبدیل ہو سکتی ہے۔ وہ اس امر

يحويه مكان كما تقدس عن ان يحده زمان بل كان قبل ان خلق الزمان والمكان وهو الآن على ما عليه كان وانه بائن من خلقه بصفاته ليس في ذاته سواه ولا في سواه ذاته وانه مقدس عن التغيير والانتقال لا تحله الحوادث ولا تعتريه العوارض بل لا يزال في نعوت جلاله منزها عن الزوال وفي صفات كماله مستغنيا عن زيادة الاستكمال وانه في ذاته معلوم الوجود بالعقول مرئي الذات بالابصار نعمة منه ولطفا بالابرار في دار القرار واتماما للنعيم بالنظر الى وجهه الكريم الحيوة والقدرة وانه تعالى حيّ قادر جبار قاهر لا يعتريه قصور ولا عجز ولا تاخذه سنة ولا نوم

سے بھی بالاتر ہے کہ کوئی مکان اسے اپنے اندر سمیٹ لے جس طرح کہ اس امر سے بھی بالاتر ہے کہ کوئی زمانہ اسے محدود کرے بلکہ وہ خود زمانہ اور مکان پیدا کرنے سے پہلے موجود تھا۔ اور اب بھی اسی طرح موجود ہے، جیسا کہ پہلے تھا۔ وہ اپنے صفات میں اپنی مخلوق سے نرالا ہے۔ اس کی ذات میں اس کا غیر موجود نہیں نہ غیر میں وہ موجود ہے۔ وہ تغیر و تبدل سے پاک ہے نہ حوادث اس میں جاگزیں ہیں اور نہ صفاتی ناپائدار حالات اس میں موجود ہیں بلکہ وہ اپنے جلال میں موجود ہے اور زوال سے پاک ہے۔ وہ اپنے صفات کاملہ میں موجود ہے کسی اور تکمیل کی اسے ضرورت نہیں صرف عقل سے اس کا وجود معلوم ہوسکتا ہے اس کی ذات بھی آنکھ سے دیکھی جاسکتی ہے، جب کہ دوسری دنیا میں اپنے نیک بندوں پر فضل وکرم کی نگاہ کرے گا اور اپنے مبارک چہرہ کے دیدار سے ان کی تکمیل نعمت کرے گا۔ (خدا کی زندگی اور طاقت کا بیان یہ ہے کہ) وہ زندہ، طاقتور، صاحب قدرت، ہر چیز پر غالب، ہر شکستہ دل کا سہارا ہے۔ اس میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں اور نہ عاجزی۔ نہ اسے نیند آتی ہے نہ اونگھ۔

ولا يعارضه فناء ولا موت
وانه ذو الملك والملكوت
والعزة والجبروت له
السلطان والقهر والخلق
والامر والسموات مطويات
بيمينه والخلائق مقهورون
في قبضته وانه المنفرد
بالخلق والاختراع
المتوحد بالايجاد و
الابداع خلق الخلق
واعمالهم وقدر ارزاقهم
وآجالهم لا يشذ عن
قدرته مقدور ولا
يعزب عن قدرته
تصاريف الامور لا
تحصى مقدوراته ولا
تتناهى معلوماته العلم
وانه عالم بجميع
المعلومات محيط
علمه بما يجري
في تخوم الارضين
الى اعلى السموات
وانه عالم لا يعزب
عن علمه مثقال

اور نہ اسے فنا اور موت سے پالا پڑا ہے۔
وہ حکومت اور بندوبست کا مالک ہے
عزت اور غلبہ کا بھی مالک ہے۔ مخلوق
پر تسلط اور غلبہ اُسی کا ہے۔ وہی نسل
سے پیدا کرتا ہے اور وہی کُن کہنے سے
پیدا کرتا ہے۔ تمام آسمان اس کے
دستِ قدرت کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے
ہوئے ہیں۔ تمام مخلوقات اس کے قبضہ
میں مغلوب ہے۔ صرف وہی مادّہ اور مادہ
کے بغیر پیدا کرسکتا ہے۔ اپنی ایجاد و
اختراع میں یکتا ہے۔ اس نے ہی اپنی
مخلوقات کو اور اس کے اعمال کو پیدا
کیا ہے۔ اسی نے اس کی روزی اور
موت کا صحیح انداز لگایا ہے۔ کوئی مخلوق
اس کی قدرت سے خارج نہیں ساری
کائنات کے تصرّفات بھی اس کی
قدرت سے باہر نہیں۔ اسکی قدرتوں
کا اندازہ نہیں لگایا جاتا۔ اور نہ ہی اس
کے معلومات کی کوئی انتہا ہے (خدا
کے علم کا بیان یوں ہے کہ) وہ تمام
اشیاء کا عالم ہے۔ اس کا علم تمام ان
چیزوں پر حاوی ہے، جو زمین کے
کناروں سے لے کر اوپر کے آسمانوں
تک جاری ہیں۔ ایسا عالم ہے کہ اسکے

ذرة فی الارض ولا فی
السماء بل یعلم دبیب النملة
السوداء علی الصخرة الصماء
فی اللیلة الظلماء و یدرک
حرکة الذر فی جو الهواء
ویعلم السر واخفی ویطلع
علی هواجس الضمائر و
حرکات الخواطر وخفیات
السرائر بعلم قدیم
ازلی لم یزل موصوفا فی
ازل الازال لا بعلم متجدد
حاصل فی ذاته بالحلول
والانتقال - الارادة وانه
تعالی مرید للکائنات
مدبر للحادثات فلا یجری
فی الملکوت قلیل او
کثیر صغیر او کبیر
خیر او شر نفع او ضر
ایمان او کفر عرفان او
نکر فوز او خسران
زیادة او نقصان طاعة
او عصیان الا بقضائه و
قدره وحکمته ومشیئته
فما شاء کان وما لم یشاء

علم سے ذرہ بھر بھی زمین و آسمان کی کوئی
چیز باہر نہیں، بلکہ ٹھوس پتھر پر جب
چیونٹی سخت اندھیری رات میں دبے پاؤں
چلتی ہے، تو اس کی رفتار سے بھی آگاہ ہے
اور جو ذرات ہوا میں اُڑتے ہیں، اُن کی
حرکت کو بھی جانتا ہے۔ وہ راز اور راز
پوشیدہ تر بات کو بھی جانتا ہے، دل کے
خیالات اور خیالات کی حرکات بھی جانتا
ہے۔ اور پوشیدہ سے پوشیدہ بھید
کو بھی جانتا ہے۔ مگر اس کا یہ علم ازلی
ہے، جو ہمیشہ سے ہمیشہ میں اس کی
صفت ہے۔ وہ کسی نو پیدا علم سے نہیں
جانتا جو کبھی اس کی ذات میں آئے اور کبھی
نکل جائے۔ (اللہ تعالےٰ کے ارادہ کا بیان
یوں ہے کہ) وہ مخلوقات میں اپنا ارادہ برتتا
ہے تمام نو پیدا مخلوق میں انتظام کرتا ہے
جو بھی اس کی بادشاہت میں کم و بیش، خورد
وکلاں، دکھ سکھ، نفع وضرر، ایمان و کفر، خدا
شناسی یا انکار، کامیابی یا ناکامی، زیادتی یا
نقصان، فرمانبرداری یا بیفرمانی ہوتی ہے۔
اسی کی قضا و قدر اور حکمت و مشیت
سے ہوتی ہے۔ جسے چاہے،
وہ موجود ہو جاتا ہے اور جسے نہ
چاہے وہ موجود نہیں ہوتا

لو يكن لا يخرج عن مشيئته
لفتة ناظر او فلتة خاطر بل
هو المبدئ المعيد الفعّال
لما يريد لا رادّ لحكمه ولا معقب
لقضائه ولا مهرب لعبد من
معصيته الا بتوفيقه و رحمته
ولا قوّة على طاعته الا بمشيئته
وارادته فلو اجتمع الانس والجن
والملئكة والشياطين على ان
يحرّكوا في العالم ذرّة او يسكنوها
دون ارادته ومشيئته لعجزوا
عن ذلك وانّ ارادته
قائمة بذاته في جملة صفاته
لم يزل كذلك موصوفا بها
مريدا في ازله لوجود الاشياء
في اوقاتها التي قدّرها
فوجدت في اوقاتها كما
اراده في ازله من غير تقدّم
ولا تاخّر بل وقعت على
وفق علمه وارادته من غير
تبديل ولا تغيير دبّر الامور
لا بترتيب افكار ولا تربّص
زمان فلذلك لم يشغله شأن
عن شان ـ السمع ـ والبصر ـ وانه

الصفات الثبوتية

اسکی مرضی سے آنکھ کی ایک نگاہ بھی باہر نہیں
اور دل کا کوئی خیال بھی باہر نہیں، بلکہ وہی
تو پیدا کرنے والا اور دوبارہ پیدا کرنے والا ہے
جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہی کرتا ہے. کوئی
اس کے حکم کو روکنے والا نہیں۔ نہ ہی اسکے
فیصلہ پر کوئی نکتہ چین ہے۔ انسان کو کسی برائی
سے رکنے میں اسکی توفیق اور رحمت کے بغیر چارہ نہیں
اور فرمانبرداری میں اسکے ارادہ اور مشیت کے سوا
مجال نہیں۔ اگر تمام انسان جنّ، فرشتے اور شیطان
بھی جمع ہو کر سلسلہ کائنات میں ایک ذرہ کو بھی
حرکت دیں یا اسکے ارادہ کے بغیر اسے ساکن کرنا
چاہیں تو اس سے عاجز ہو جائینگے۔ خدا کا ارادہ
اسکی اپنی ذات میں باقی صفات کیطرح قائم ہے۔
وہ بدستور اس سے موصوف رہا ہے۔ زمانہ ازل
میں اس نے ارادہ کیا کہ سلسلہ مخلوقات اپنے اپنے وقت
پر پیدا ہو جو اس نے تجویز کیا تھا۔ چنانچہ جسطرح
اس نے زمانہ ازل میں کسی تقدم و تاخر کے بغیر چاہا تھا
اسی طرح کائنات معرض ظہور میں آگئی بلکہ اسکے علم
کے اور اس کے ارادہ کے مطابق بغیر کسی تغیّر و
تبدّل کے وجود ہو گئی۔ نہ اسے کسی تجویز کے سوچنے کی
ضرورت پڑی نہ اسکے کسی وصیت کا انتظار تھا۔
یہی وجہ ہے کہ اسے ایک مصروفیت دوسری
مصروفیتوں سے غافل نہیں کرتی۔ (خدا
کی قوت شنوائی اور بینائی کی حقیقت یہ ہے کہ)

تعالى سميع بصير يسمع ويرى
لا يعزب عن سمعه مسموع وان
خفى ولا يغيب عن رؤيته
مرئى وان دق ولا يحجب سمعه
بُعدٌ ولا يدفع رؤيته ظلامٌ
يرى من غير حدقة واجفان
ويسمع من غير اصمخة وآذان
كما يعلم بغير قلب ويبطش
بغير جارحة ويخلق بغير آلة
اذ لا تشبه صفاته صفات الخلق
كما لا تشبه ذاته ذوات الخلق.
الكلام. وانه تعالى متكلم امر ناه
واعد متوعدٌ بكلام ازلى قديم
قائم بذاته لا يشبهه كلام الخلق
فليس بصوت يحدث من
انسلال الهواء او اصطكاك
اجرام ولا بحرف ينقطع باطباق

الكتب المنزلة

شفة او تحريك لسان وان القرآن
والتوراة والانجيل والزبور كتبه
المنزلة على رسله عليهم السلام
وان القرآن مقروٌ بالالسنة
مكتوب فى المصاحف محفوظ
فى القلوب وانه مع ذلك قديم
قائم بذات الله تعالى لا يقبل

وہ خدا سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ اسکی شنوائی
سے کوئی بات باہر نہیں۔ اگرچہ وہ کتنی ہی
مخفی ہو اور اسکی بینائی سے کوئی چیز خارج نہیں
اگرچہ کتنی ہی باریک ہو اس کی قوت سماعت
کو کوئی دُوری مانع نہیں اور اس کی قوت بینائی
کو کوئی تاریکی نہیں روکتی۔ وہ بغیر آنکھ اور
پلک کے دیکھتا ہے اور سوراخ گوش
اور کان کے بغیر سنتا ہے۔ اسی طرح دل کے
بغیر جانتا ہے اور ہاتھ کے بغیر حملہ کرتا ہے
اور اوزار کے بغیر پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ
اس کے صفات مخلوق کی صفات جیسے
نہیں اور نہ ہی اس کی ذات مخلوق کی
ذات کی مثل ہے۔ (خدا کا کلام یوں ہے کہ)
وہ کلام کرتا ہے، حکم کرتا ہے، روکتا ہے،
خوشخبری دیتا ہے۔ عذاب کی خبر دیتا ہے مگر اسکا
کلام ازلی ابدی قدیم ہے، جو اس کی ذات میں قائم
ہے اور مخلوق کے کلام کی طرح نہیں کہ ہوا کی مداخلت
اور حرکت سے پیدا ہو یا دو چیزوں کے ٹکرانے سے
پیدا ہو جو حروف سے مرکب نہیں کہ ہونٹ کی بندش
سے ختم ہو جائے اور زبان کے چلنے سے جاری ہو۔
قرآن، توراۃ، انجیل اور زبور اسی کی کتابیں ہیں جو اسکے
انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں چنانچہ قرآن اگرچہ
زبان سے پڑھا جاتا ہے یا اوراق میں لکھا جاتا ہے اور دلوں
میں محفوظ ہے تاہم وہ قدیم ہے خدا کی ذات میں قائم ہے

الانفصال والافتراق بالانتقال
الی القلوب والاوراق وان موسیٰ
علیہ السلام سمع کلام اللہ تعالیٰ
بغیر صوتٍ ولا حرف کما یریٰ الابرار
ذات اللہ تعالیٰ فی الاخرۃ من غیر
جوھرٍ ولا عرض واذ کان لہ ھذہٖ
الصفات کان حیًا عالمًا قادرًا
مریدًا سمیعًا بصیرًا متکلمًا بالحیوٰۃ
والعلمِ والقدرۃِ والارادۃِ و
السمعِ والبصرِ والکلامِ لا بمجرد
الذات - انتہی کلام الغزالی
رحمہ اللہ تعالیٰ قال المؤلف عفی
اللہ عنہ الصفات السبعۃ التی
ذکرھا الغزالیُ مبنیٌّ علیٰ مسلک
الاشعریۃ[1] من المتکلمین و زاد الما
تریدیۃ[2] صفۃ ثامنۃ تسمّٰی بالتکوین
قالوا لا تکفی فی وجود الخلق الارادۃ
ولا بد فی وجود الخلق من التکوین
مستدلّین بقولہٖ تعالیٰ انما امرہٗ
اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن
فیکون فالارادۃ أمرٌ والتکوین
المشار الیہ بلفظۃ کن امرٌ اٰخر
والمرید للامر لا یسمّٰی فاعلًا لہ
الّا اذا اخرجہ من العدم الی الوجود

اوراق میں یا دلوں میں منتقل ہونے کے باوجود
بھی وہ خدا کی ذات سے الگ اور منتقل نہیں۔
کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کلام الٰہی سنا
تھا، اس میں آواز نہ تھی اور نہ حروف تھے۔ اسی
طرح نیک انسان عالم آخرت میں خدا کا دیدار پائینگے
مگر وہ نہ ٹھوس ہوگا نہ عارضی چیز۔ جب خدا ایسا ہے تو
ماننا پڑتا ہے کہ وہ اپنے ان صفات میں حی۔ عالم
قادر۔ مرید۔ سمیع۔ بصیر اور متکلم ہے اور اسمیں یہ
سات صفات موجود ہیں۔ حیوٰۃ، علم، قدرۃ، ارادہ
سمع، بصر اور کلام۔ اور اسکی ذات اپنی صفات سے
خالی نہیں (امام غزالی رحمہ اللہ کا کلام یہاں پر ختم
ہو چکا ہے) اب مؤلف کہتا ہے (خدا اس کے گناہ
معاف کرے) کہ امام صاحب نے جو خدا کے سات
اوصاف بیان کئے ہیں وہ مذہب اشعری کے
مطابق ہیں۔ ورنہ مذہب ماتریدیہ میں ایک آٹھواں
اور بھی خدا کا وصف ہے جسے تکوین کہتے ہیں کیونکہ
مخلوقات کے پیدا کرنے میں صرف ارادہ ہی کافی
نہیں کچھ تکوین کی بھی ضرورت ہے کیونکہ خدا تعالیٰ
نے خود فرما دیا ہے کہ جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا
ہوں تو اُسے کُنْ کہتا ہوں تو پھر وہ موجود ہو جاتی
ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ اور چیز ہے اور
تکوین جو لفظ کُنْ سے اشارۃً سمجھی جاتی ہے اور
چیز ہے۔ اسکے علاوہ صرف ارادہ کرنے والا فاعل
نہیں کہلاتا سوائے اسکے کہ اسکو ہست سے نیست کردے

(۱) ابو الحسن علي الاشعری توفی سنة ۳۳۰ هـ. [۹٤۲ م.] فی بغداد

(۲) ابو منصور محمد الماتریدی توفی سنة ۳۳۳ هـ. [۹٤٥ م.] فی سمرقند

فلفظة كن منه سبحانه وتعالى
امر باخراج ما اراده من القوة
الى الفعل ومحل بسط هذا
المبحث كتب علم الكلام كشرح
العقائد وشرح المواقف رجعنا
الى كلام حجة الاسلام فقال الافعال
وانه سبحانه وتعالى لا موجود سواه
الا وهو حادث بفعله وفائض
من عدله على احسن الوجوه واكملها
واتمها واعدلها وانه حكيم فى
افعاله وعادل فى اقضيته ولا يقاس
عدله بعدل العباد اذ العبد يتصور
منه الظلم بتصرفه فى ملك غيره
ولا يتصور الظلم من الله تعالى
فانه لا يصادف لغيره ملكا حتى يكون
تصرفه فيه ظلما فكل ما سواه من
انس وجن وشيطان وملك وسماء
وارض وحيوان ونبات وجوهر
وعرض ومدرك ومحسوس حادث
اخترعه بقدرته بعد العدم
اختراعا وانشاءة بعد ان لم يكن
شيئا اذ كان فى الازل موجودا
وحده ولم يكن معه غيره فاحدث
الخلق بعد اظهار القدرته

پس لفظ کُن خدائے تعالیٰ کا امر ہے اسکو جس کا
وہ ارادہ کرتا ہے کہ نیست سے ہست کر دے۔ اس
مسئلہ کی تفصیل کا مقام علم کلام کی کتابیں ہیں مثلاً
شرح عقائد، شرح مواقف وغیرہ۔ اب ہم دوبارہ
امام غزالی رحمہ اللہ کا کلام درج کرتے ہیں۔ آپ
فرماتے ہیں کہ (افعال خداوندی کی حقیقت یوں
ہے کہ) جو بھی اللہ کے بغیر ہے وہ اسی کے فعل سے
پیدا ہوا ہے اور بہترین عدل کے طریق پر اور اکمل
و اکمل طرز پر صورت نما ہوا ہے۔ خدا اپنے افعال
میں حکمت استعمال کرتا ہے۔ اپنے فیصلہ میں عدل کرتا
ہے۔ مگر اسکا عدل انسانی عدل کے مشابہ نہیں
کیونکہ انسان سے تو ظلم کا بھی امکان ہے جبکہ وہ
غیر کے ملکیت پر متصرف ہو اور خدا سے ظلم کا امکان ہی
نہیں کیونکہ جبکہ ہیا غیر کی ملکیت ہی نہیں تو یہ کیسے کہا
جائے گا کہ وہ غیر کی ملکیت پر تصرف کرتا ہے تاکہ اسکا
عمل ظلم قرار پائے کیوں کہ اس نے یہ تمام چیزیں خود
پیدا کی ہیں۔ انسان، جن، شیطان، فرشتے، آسمان،
زمین، حیوان، نباتات، جوہر، عرض، مدرک بالحس
اور مدرک بالعقل وغیرہ۔ چنانچہ اس نے اپنی قدرت
کاملہ سے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کو وجود عطا کیا
ہے بعد اس کے کہ وہ نیست تھیں اور وہ خدا خود
زمانہ ازل میں موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی
غیر موجود نہ تھا۔ پھر اس نے اپنی اظہار
قدرت کے لئے کائنات کو پیدا کیا

وتحقيقاً لما سبق من ارادته وحق
في الازل من كلمته لا لافتقار اليه
وحاجته والله تعالى متفضل بالخلق
والاختراع والتكليف لا عن وجوب
ومتطول بالانعام والاصلاح لا
عن لزوم له الفضل والاحسان
والنعمة والامتنان اذ كان قادراً
على ان يصب على عباده انواع
العذاب ويبتليهم بضروب
الآلام والاوصاب ولو فعل
ذلك لكان منه عدلاً ولم يكن قبيحاً
ولا ظلماً والله يثيب عباده على
الطاعات بحكم الكرم والوعد
لا بحكم الاستحقاق واللزوم
اذ لا يجب عليه فعل ولا يتصور
منه ظلم ولا يجب لاحد عليه
حق وان حقه في الطاعات واجب
على الخلق بايجابه على لسان انبيائه
لا بمجرد العقل ولكنه بعث الرسل
واظهر صدقهم بالمعجزات الظاهرة
فبلغوا امره ونهيه ووعده
ووعيده فوجب على الخلق
تصديقهم فيما جاؤا به معنى
الكلمة الثانية وهي رسالة الرسول

اور اس سے اپنے ارادہ کا ثبوت دیا جو اس
نے پہلے کیا ہوا تھا اور اس قول کو پیدا کرنے
کے لئے جو ازل میں کہہ چکا تھا ورنہ اسکو کائنات
کی کوئی حاجت اور ضرورت نہ تھی۔ یہ اس کی
مہربانی ہے کہ اسے پیدا کیا۔ نیست سے ہست
کیا اور صاحب اختیار بنایا ورنہ یہ سب کچھ اسپر
واجب نہ تھا اور وہ ہمپر فضل کرنیوالا ہے کہ اس نے
ہمپر احسان کیا اور ہماری اصلاح کی حالانکہ یہ بھی
اسکا فرض نہ تھا پس یہ سب کچھ اسکا فضل ہے احسان
اور نعمت اور انعام ہے کیونکہ وہ ہر وقت قادر ہے
کہ اپنے بندوں پر ہر قسم قسم کے عذاب ڈالے اور رنگ برنگ کے
مصائب میں گرفتار کرے اگر یہی کرے تو پھر بھی اسکا عدل
ہی ہوگا اور اس کیلئے کوئی معیوب کام نہ تھا اور نہ ہوگا
خدا اپنے حسب وعدہ اور فضل وکرم سے بندوں کو اپنی اطاعت
قبول کرنے پر ثواب دیتا ہے ورنہ بندوں کا کوئی اس کے
ذمہ نہیں اور نہ ہی انکا کوئی فرض اسپر عائد ہوتا ہے کیونکہ
اسپر کوئی فعل بھی واجب نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے
ظلم متصور ہو سکتا ہے اور کسی کا حق اسکے ذمہ پر واجب نہیں
مگر مخلوق پر اسکا حق اطاعت واجب ہے جو اس نے اپنے انبیاء کے
ذریعہ سے بیان کیا ہے۔ اور وہ حق اطاعت صرف عقل سے دریافت
نہیں ہوتا تھا اسلئے اُسنے اپنے رسول بھیجے اور کھلم کھلا
معجزات سے انکی صداقت کا اظہار فرمایا تو پھر انہوں نے خدا کا امر
نہی، وعدہ اور وعید کی خبر دی۔ اس لئے مخلوق پر واجب
ہوگیا کہ جو کچھ بھی وہ کہتے ہیں اسکی تصدیق کریں (اب کلمہ ثانیہ

صلی اللہ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ
محمد علیہ السلام — بعث النبی الامی القرشی محمداً
صلی اللہ علیہ وسلم برسالتہ
الی کافۃ العرب والعجم والجن
والانس فنسخ بشرعہ الشرائع
الا ما قررہ وفضلہ علی سائر
الانبیاء وجعلہ سید البشر و
منع کمال الایمان بشہادۃ
التوحید وھی قولہ لا الہ الا اللہ
ما لم تقترن بہ شہادۃ الرسول
وھی محمد رسول اللہ فالزم الخلق
تصدیقہ فی جمیع ما اخبر بہ
من الدنیا والاخرۃ وانہ لا یقبل
ایمان عبد حتی یوقن بما اخبر عنہ
منکر نکیر — بعد الموت واولہ سوال منکر ونکیر
وھما شخصان مہیبان ھائلان
یقعدان العبد فی قبرہ سویاذا
روح وجسد فیسئلانہ عن التوحید
والرسالۃ ویقولان لہ من ربک و
ما دینک ومن نبیک وھما فتانا
القبر وسوالھما اول فتنۃ القبر
بعد الموت وان یؤمن بعذاب
القبر وانہ حق وحکمۃ وعدل علی
الجسم والروح علی ما یشاء ویؤمن

رسالت کا بیان یوں ہے کہ، خدا ہی نے اپنا
نبی اُمّی قرشی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و
سلم تمام کائنات کی طرف رسول بنا کر مبعوث
کیا ہے خواہ عرب ہوں یا عجم یا جن ہوں یا انسان
سوائے چند اصولی احکام کے تمام شرائع سابقہ
کے احکام کو منسوخ کر دیا اور تمام انبیاء
علیہم السلام پر آپ کو فضیلت بخشی۔ آپ کو
سید البشر بنایا اور جب تک محمدؐ رسول اللہ کا اقرار نہ
ہو، اقرار توحید یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے سے روک دیا
اور مخلوق پر آپ کی تصدیق فرض کر دی۔ ان احکام
کے متعلق جو آپ نے دنیا و آخرت کی بابت بیان
کئے ہیں اور یہ بھی فرض کیا کہ کسی کا ایمان معتبر
نہیں جب تک وہ باتیں نہ مانے۔ جن کی خبر آپ نے
انسان کی موت کے بعد دی ہیں جن میں سے اول
منکر نکیر کا سوال ہے۔ یہ دو فرشتے باہیبت خوفناک
ہیں، جو مُردہ کو قبر میں سیدھا بٹھا دیتے ہیں جس
میں روح اور جسم دونوں ہوتے ہیں۔ پھر توحید
اور رسالت نبوی کا سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب
کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون
ہے؟ اور یہ دو فرشتے قبر کا امتحان ہیں کیونکہ
موت کے بعد قبر میں پہلا امتحان ان کے سوالات
ہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ مومن عذاب قبر کو تسلیم
کرے کہ وہ حق ہے اور حکمت اور عدل سے جسم اور
روح پر جس طرح کہ خدا چاہے۔ یہ بھی مانے کہ

بالميزان ذي الكفتين واللسان
وصفته في العظمة انه مثل طباق
السموات والارضين توزن فيه
الاعمال بقدرة الله تعالى والصنج[1]
يومئذ مثاقيل الذر والخردل
تحقيقا لتمام العدل وتطرح صحائف
الحسنات في صورة حسنة في كفة
النور فيثقل بها الميزان على قدر
درجاتها عند الله بفضل الله
تعالى وتطرح صحائف السيئات
في كفة الظلمة فيخف بها الميزان
بعدل الله تعالى وان يؤمن بأن
الصراط حق وهو جسر ممدود على
متن جهنم احد من السيف وادق
من الشعر تزل عليه اقدام الكفرة
بحكم الله تعالى فيهوي بهم الى النار
وتثبت عليه اقدام المؤمنين فيساقون
الى دار القرار وان يؤمن بالحوض
المورود حوض محمد صلى الله عليه
وسلم يشرب منه المؤمنون قبل
دخول الجنة وبعد جواز الصراط من
شرب منه شربة لا يظمأ بعدها
ابدا عرضه السماء فيه ميزابان
يصبان من الكوثر وان يؤمن بيوم الحساب

وزن الاعمال — جسر الصراط

میزان عمل کے دو پلڑے ہیں اور ایک قبضہ کی رسی ہے
اس کی بڑائی کا بیان یوں ہے کہ وہ زمین آسمان
کی وسعت کے برابر بڑی ہے۔ اس میں قدرت الٰہیہ
سے اعمال تولے جائیں گے اور اس کے بٹے چیونٹی
اور رائی کے دانے کے برابر بھی ہونگے تاکہ پورا پورا
انصاف ہو۔ پھر اس کے نورانی پلّہ میں نیک اعمال
کے صحیفے ڈالے جائیں گے جن سے وہ ترازو بوجھل
معلوم ہوگا۔ انکے نیک اعمال کے درجہ کے مطابق
خدا کے فضل و کرم سے۔ پھر دوسرے تاریک پلڑے
میں بداعمالیوں کے صحیفے ڈالے جائیں گے تو وہ خدا
کے عدل و انصاف سے ہلکا ہوجائے گا۔ مؤمن یہ بھی
مانے کہ پُل صراط حق ہے اور جہنم کی پشت پر یہ ایک
لمبا پُل بچھایا جائے گا جو تلوار سے تیز ہوگا اور بال سے باریک
اس سے کفار کے قدم پھسل جائیں گے اور خدا
کے حکم سے جہنم رسید ہوں گے۔ مومنین کے
قدم اس پر ٹک جائیں گے تو جنت کو بھیجے
جائیں گے۔ یہ بھی مانے کہ حوض کوثر حق ہے
جس پر لوگ آئیں گے اور حضور علیہ السلام
کے حوض محمدی سے دخول جنت سے پہلے
مؤمنین پانی پئیں گے اور پل صراط سے گذر کر
بھی اس کا پانی پئیں گے۔ اور جو شخص اس کا
ایک گھونٹ بھی پی لیگا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اس
کی وسعت آسمان کے برابر ہے اسمیں دو نالیاں حوض کوثر
سے نکل کر کھلتی ہیں۔ مومن یہ بھی مانے کہ حساب کا دن حق ہے

[1] صنج: پاسنگ ترازو۔

وتفاوت الخلق فيه الى مناقش في الحساب والى مسامح فيه والى من يدخل الجنة بغير حساب وهم المقربون فيسئل الله من شاء من الانبياء عن تبليغ الرسالة ومن شاء من الكفار عن تكذيب المرسلين ويسأل المبتدعين عن السنة ويسأل المسلمين عن الاعمال ويؤمن باخراج الموحدين من النار بعد الانتقام حتى لا يبقى في جهنم موحدٌ بفضل الله تعالیٰ ويؤمن بشفاعة الانبياء ثم العلماء ثم الشهداء ثم سائر المؤمنين كلٌ على حسب جاهه ومنزلته ومن بقي من المؤمنين ولم يكن له شفيع اخرج بفضل الله تعالیٰ ولا يخلد في النار مؤمن بل يخرج منها من كان في قلبه مثقال ذرة من الايمان وان يعتقد فضل الصحابة وترتيبهم وان افضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي رضي الله عنهم وان يحسن الظن بجميع الصحابة وان يثني عليهم

فضل الصحابة

ہے جس میں مخلوقات مختلف طریق پر مبتلا ہوگی۔ کسی سے خوب باز پرس ہوگی اور کسی سے چشم پوشی کی جائے گی۔ اور کئی ایک بغیر حساب کے بھی داخل جنت ہوں گے اور یہ لوگ خدا کے مقرب ہوں گے خدا کا منشاء ہوگا تو انبیاء علیہم السلام سے بھی سوال ہوں گے کہ تبلیغ کیسے کی ؟ جی چاہیگا تو کفار اور مکذبین سے بھی سوال ہوں گے کہ تم نے رسول کی تکذیب کیوں کی ؟ بدعتی اور مخالف سنت سے سوال ہوگا کہ تم نے سنت طریق کو کیوں چھوڑا اور اہل اسلام سے اعمال کے متعلق سوال ہوگا اور مومن یہ بھی مانے کہ اہل توحید جہنم سے بدلہ پاکر آخر نجات پائیں گے یہاں تک کہ خدا کے فضل وکرم سے وہاں کوئی اہل توحید نہ رہیگا یہ بھی مانے کہ انبیاء علیہم السلام شفاعت کرینگے۔ انکے بعد اہل علم پھر شہادت یافتہ اور سب آخر باقی اہل اسلام اپنی اپنی قدر ومنزلت کے مطابق شفاعت کریں گے اور جو مومن جہنم میں بغیر شفاعت کے پڑا رہیگا اور اسکا کوئی شفیع نہ ہوگا تو خدا کے اپنے فضل سے جہنم سے نکال جائیگا اور دوزخ میں کوئی اہل ایمان باقی نہ رہیگا بلکہ جسکے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا وہ بھی جہنم سے نکال دیا جائے گا۔ یہ بھی مانے کہ صحابہؓ کی فضیلت برحق ہے اور ان میں ترتیب وار فضیلت یوں ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد افضل الناس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت فاروق پھر حضرت عثمان غنی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم یہ بھی ضروری ہے کہ مومن صحابہؓ کے متعلق حسن ظن رکھے

كما اثنى الله تعالى ورسوله صلى الله عليه وسلم وعليهم اجمعين فكل ذلك مما وردت به السنة وشهدت به الآثار فمن اعتقد جميع ذلك موقنا به كان من اهل الحق وعصابة السنة وفارق رهط الضلال والبدعة فنسأل الله تعالى كمال اليقين والثبات فى الدين لنا ولكافة المسلمين انه ارحم الراحمين وصلى الله على سيدنا محمد واله وصحبه اجمعين۔ انتهى ما اردنا نقله من كتاب (قواعد العقائد) للامام حجة الاسلام رحمة الله عليه قال المؤلف عفى الله عنه بسم الله الرحمن الرحيم وبه نستعين اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه اما بعد فقد اختلفت الامة فى العقائد اختلافا كثيرا وتفرقت آراءهم ووقع بينهم التنافر والتباغض وادعت كل طائفة انها على الحق وما سواها على الباطل كيف

اور جس طرح اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام نے ان کی تعریف و توصیف کی ہے یہ بھی ان کی تعریف کرے۔ ان تمام عقائد کے متعلق شاہد احادیث نبوی وارد ہیں اور اقوال صحابہ رض مشاہدہ ہیں جو شخص ان تمام عقائد کو تسلیم کرے وہ اہل حق اور اہل سنت ہو گا۔ اور اہل بدعت اور گمراہ فرقوں سے الگ سمجھا جائے گا۔ ہم سب کا فرض ہے کہ خدا تعالیٰ سے کمال یقین اور سلامتی استقلال کی درخواست کریں اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے کیونکہ وہی ارحم الراحمین ہے وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین یہاں تک جو ہمیں امام صاحب کی کتاب قواعد العقائد سے نقل کرنا تھا نقل کر دیا ہے۔ اب مؤلف رسالہ ہذا (عفی عنہ) اپنا مضمون شروع کرتا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین یا اللہ ہمیں جو حق بات ہے وہ سچ سچ دکھا دے اور باطل کو واقعی طور پر باطل دکھا اور ہمیں اس سے کنارہ کشی نصیب کر۔ اس کے بعد واضح ہو کہ آج اس امت محمدیہ میں عقائد کا اختلاف بہت ہے اور ان کی رائیں مختلف ہیں اور ان میں باہمی نفرت پیدا ہو چکی ہے۔ اور بغض پیدا ہو گیا ہے۔ ہر ایک فرقہ کا یہی دعویٰ ہے کہ میں ہی حق پر ہوں اور دوسرے باطل پر ہیں۔ کیوں ایسا نہ ہو جب کہ حضور

اختلاف الامة

العقائد الصحيحة

لا وقد اخبرنا بهذه الحالة
سيدنا رسول الله صلى الله
عليه وسلم حيث قال ستفترق
امتى على ثلاث وسبعين
فرقة الحديث وقد ذكرت
هذا الحديث بما له وما عليه
فى اخر كتابي المسمّى (بالاصول
الاربعة فى ترديد الوهابية)
بالفارسية وها انا اذكره
ههنا اتماما للفائدة۔ عن
عبد الله بن عمرو قال قال
رسول الله صلى الله عليه
وسلم ليأتين على امتى ما
اتى على بنى اسرائيل حذو
النعل بالنعل حتى ان كان
منهم من اتى امه علانية لكان
فى امتى من يصنع ذلك و
ان بنى اسرائيل تفرقت
على ثنتين وسبعين ملة
وتفرق امتى على ثلاث و
سبعين ملة كلهم فى النار
الا ملة واحدة قالوا من
هى يا رسول الله قال ما
انا عليه واصحابى رواه الترمذى

فرق اهل البدعة ۷۲ فرقة

علیہ السلام نے ہمیں پہلے ہی خبر دی ہوئی
ہے اور فرمایا ہے کہ میری امت ۷۳ فرقہ
پر تقسیم ہو جائے گی۔۔۔۔۔ اور یہ حدیث
پورے سوال وجواب کے ساتھ میں نے اپنی
کتاب فارسی الاصول الاربعۃ فی
تردید الوھابیۃ کے اخیر نقل
کردی ہوئی ہے۔ مگر تاہم تکمیل فائدہ
کے لئے اسے یہاں بھی نقل کرتا ہوں
کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت
پر وہ انقلاب آئے گا۔ جو بنی اسرائیل
پر آیا تھا ہو بہو، یہاں تک کہ اگر ان
میں سے کسی نے اپنی ماں سے بدفعلی
کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ
ہوں گے، جو ایسا کر گذریں گے۔ امت
بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں پر منقسم ہوگئی
تھی، اور میری امت ۷۳ ملت پر تقسیم
ہوگی اور وہ سارے کے سارے جہنم
میں جائیں گے مگر ایک فرقہ بچ رہے گا۔
حاضرین نے پوچھا کہ یا رسول صلعم وہ
کونسا فرقہ ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ ہے
جو ان اصولوں پر قائم ہوگا کہ جن پر میں
اور میرے صحابہ رض قائم ہیں۔ (رواہ الترمذی)

۷۲ فرقة

وفی روایة احمد وابی داؤد عن
معاویة ثنتان وسبعون فی
النار وواحدة فی الجنة وهی
الجماعة وانه سیخرج فی امتی
اقوام تتجاری بهم تلک الاهواء
کما تتجاری الکلب بصاحبه لا
یبقی عنه عرق ولا مفصل الا
دخلته فان قیل هل الفرق
التی ذکرت فی الحدیث من اهل
الدعوة اومن اهل الاجابة
نقول بل هی من اهل الاجابة
لانهم ذکروا بلفظ امتی مکررا
واما اهل الدعوة الذین ما
امنوا بالله ورسوله فلا
یدخلون فی امته صلی الله
علیه وسلم وههنا سوال اخر
اصعب من الاول وتقریره ان
کل طائفة من الطوائف الثلاث
والسبعین تدعی وتزعم انها
هی الطائفة الناجیة وانها هی
مصداق ما انا علیه واصحابی
نحن فالذی یحل هذه العقدة
بالامانة فاضطربت اهل
السنة والجماعة عند العبارات

امام احمد اور ابوداؤد حضرت معاویہؓ سے روایت
کرتے ہیں کہ ۷۲ فرقے دوزخ میں جائیں گے اور
ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا اور اس فرقہ کا نام
جماعت ہے۔ میری امت میں ایسی قومیں بھی
پیدا ہونگی کہ جن کو یہ نو پیدا خیالات اسطرح آ جائیں
گے جس طرح کہ دیوانہ کتے کی زہر دوڑاتی ہے باولے
کتے کے کاٹے ہوئے کا کوئی رگ و ریشہ نہیں تا
کہ جس میں اسکی زہر کا دخل نہ ہو۔ اب اگر یہ سوال کیا
جائے کہ جو دوزخی ۷۲ فرقے حدیث میں مذکور ہیں
وہ کوئی نیا اسلام پیش کریں گے یا اسی اسلام کے
دعویدار ہوں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ سب
اسلام کے دعویدار ہونگے کیونکہ حضور علیہ السلام نے
ان کو اُمت کے لفظ سے بار بار ذکر کیا ہے مگر جو
لوگ نیا مذہب پیش کرینگے یہ وہ ہونگے جو خدا رسول
کو نہیں مانینگے، اسلئے وہ امتِ محمدیہ میں داخل نہیں
(پہلی قسم کا نام اہلِ اجابت ہے اور دوسری کا نام
اہلِ دعوت) اس مقام پر ایک اور مشکل سوال پیدا
ہوتا ہے کہ ۷۳ فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ کا یہی
دعویٰ ہے کہ ہم نجات پانے والی (فرقہ ناجیہ) جماعت
ہیں اور ہم ہی ما انا علیہ و اصحابی
کی صحیح مثال ہیں۔ کیا کوئی یہ عقدہ
ایمان داری سے حل کرسکتا ہے؟ اس لئے
اس کے جواب میں اہل السنت والجماعت
بے چین ہوئے اور بارگاہِ الٰہی میں

الی حضرة الله تعالی فوجدوا
قوله تعالی فلا وربك لا يؤمنون
حتی يحكموك فيما شجر بينهم فحكمنا
صلی الله عليه وسلم فی هذه
الفيصلة المعضلة فوجدنا بحمده
تعالی فی ذالك الحديث قوله صلی
الله عليه وسلم وهی الجماعة ومعلوم
ان لفظ الجماعة جزء من اسم
اهل السنة والجماعة فی رواية ابی
داؤد واحمد والمراد من الجماعة كثرة
الافراد وكثرة افراد اهل السنة
والجماعة المقلدين للمذاهب الاربعة
شرقا وغربا من الفرق الضالة
بديهي لا يحتاج الی دليل سوال
اخر قال بعض اهل الضلال المراد
من الجماعة فی الحديث من كان علی
الحق وان قلت افراده قلنا ليس
الامر كما زعموا لان النبی صلی الله
عليه وسلم قال فی حديث اخر
عن ابن عمر رضی الله عنهما قال
قال رسول الله صلی الله عليه وسلم
ان الله لا يجمع امتی او قال امة
محمد علی ضلالة ويد الله علی الجماعة
ومن شذ شذ فی النار رواه الترمذی

اهل السنة و الجماعة

گڑگڑائے تو ان کو قرآن مجید کی یہ آیت نظر آئی
کہ بخدا وہ لوگ مومن شمار نہ ہونگے یہانتک کہ
وہ اپنے باہمی تنازعات میں آپکو حکم نہ مانیں گے
اس لئے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس
لاینحل سوال میں اپنا حکم مان لیا اور فیصلہ ہو گیا
کیونکہ حدیث مذکور میں حضور علیہ السلام کا یہ لفظ مبارک
موجود ہے کہ وہ فرقہ ناجیہ جماعت ہے اور یہ سب کو
معلوم ہے کہ جماعت کا لفظ فرقہ اہل سنت والجماعت
کے نام کا اصلی جزو ہے جیسا کہ امام احمد و ابوداؤد
کی روایت میں ہے اور جماعت سے مراد ہمیشہ
کثرت افراد ہوا کرتے ہیں اور کثرت افراد اہل سنت
والجماعۃ ہی ہیں جو مذاہب اربعہ کے شرق و غرب
میں مقلد ہیں اور یہ کثرت گمراہ فرقوں کے مقابل
پر ایسی روشن ہے جس کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں
(سوال دیگر) ایک گمراہ فرقہ کا قول ہے کہ حدیث
میں جماعت کا لفظ آیا ہے اور اسی سے مراد اہل
حق ہیں اگرچہ ان کے افراد کی قلت ہو ہم جواباً کہتے
ہیں کہ یہ مطلب صحیح نہیں کیونکہ وہ خود نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں جیسے حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے فرمایا ہے
کہ خدا تعالی میری امت کو یا بالفاظ دیگر امت محمدیہ
کو گمراہی پر متفق نہیں کرے گا اور جماعت پر خدا کا
ہاتھ ہوتا ہے۔ جو شخص جماعت سے الگ
ہوگا۔ وہ دوزخ میں پھینکا جائیگا (رواہ الترمذی)

امة محمد لا تجتمع علی الضلالة

وعن ابی بصرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سألت ربی ان لا تجتمع امتی علی ضلالۃ فاعطانیہا رواہ الطبرانی وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعۃ فمات مات میتۃ جاھلیۃ رواہ البخاری۔ فان قیل وان ذکر فی ھذہ الاحادیث لفظ الاجتماع ولفظۃ الجماعۃ لکنہ لم یصرح بان المراد من الجماعۃ کثرۃ الافراد نقول عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار رواہ ابن ماجہ وعن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاۃ القاصیۃ والناحیۃ وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ رواہ احمد وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ

ابو بصرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں نے خدا سے یہ درخواست کی تھی کہ میری امت گمراہی پہ متفق نہ ہو تو خدا نے مجھے یہ عطیہ بخش دیا (رواہ طبرانی) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مر جائے تو بے دینی کی موت مرے گا۔ (رواہ البخاری) اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگرچہ حدیث میں لفظ جماعت یا لفظ اجتماع مذکور ہے۔ لیکن احادیث میں تصریح موجود نہیں کہ اس سے مراد کثرت افراد کی ہے تو ہم اس کے جواب میں یوں کہیں گے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم کثیر التعداد جماعت کی تابعداری کرو، ورنہ جو الگ ہوگا، داخل جہنم ہوگا (رواہ ابن ماجہ) اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان انسان کے لئے بھیڑیا ہے جس طرح کہ بھیڑ بکری کے لئے بھیڑیا ہوتا ہے اور وہ اس بھیڑ بکری کو پکڑ لیتا ہے جو ریوڑ سے الگ چرتی ہے یا کنارہ کرتی ہے تم ایسی کناره کشیوں سے پرہیز رکھو اور عام اہل اسلام اور جماعت کا دامن تھام رکھو (رواہ احمد) حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ جو جماعت سے ایک بالشت بھر بھی الگ ہوگا یوں سمجھو کہ اس نے اسلام کا جوآ اپنی گردن سے اتار دیا

رواه احمد وابو داؤد مشکوٰۃ شریف
فجملة السواد الاعظم ولفظة العامة
تصریح بکثرة الافراد وکثرة افراد
أهل السنة والجماعة بالنسبة الی
جمیع طوائف الضلال امر بدیهی
معلوم بالضرورة فثبت ان الفرقة
الناجیة هی أهل السنة والجماعة
المقلدین للمذاهب الاربعة المشهورة
والحمد لله علی ذلك اذا علمت هذا
فاعلم ان المجاز والحقیقة مستعملات
فی جمیع لغات العرب والعجم
شقیها وسعیدها حتی فی کلام
الله تعالی الملك العلام ولنقتصر
فی هذا المقام بذکر بعض آیات
القرآن الحکیم قال الله تعالی الله
یتوفی الانفس حین موتها وقال
تعالی قل یتوفاکم ملك الموت
الذی وکل بکم فالاول حقیقة
والثانی مجاز قال الله تعالی یهب
لمن یشاء اناثا ویهب لمن یشاء
الذکور وقال تعالی حکایة عن
جبرئیل علیه السلام لاهب لك
غلاما زکیا فالاول حقیقة و
الثانی مجاز قال الله تعالی قل

الفرقة الناجیة

المجاز و الحقیقة

(رواہ احمد و ابو داود) یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں بھی
ہے۔ بہرحال السواد الاعظم یا العامۃ لفظ کثرت
افراد کی تصریح کر رہا ہے۔ اور اہل سنت والجماعت
کے افراد کی کثرت تمام گمراہ فرقوں کے مقابلہ پہ بالکل
واضح اور صاف ہے۔ اور ہر ایک کو معلوم ہے اس
لئے ثابت ہوا کہ اس مقام پہ فرقہ ناجیہ سے مراد اہل سنت
والجماعت ہی ہے جو مشہور مذاہب اربعہ کے مقلد ہیں
(والحمد للہ علی ذلک) ان معلومات کے بعد واضح رہے
کہ عرب و عجم کی تمام زبانوں میں حقیقۃ و مجاز کا استعمال
موجود ہے خواہ وہ اچھی ہوں یا بری یہاں تک کہ خود
کلام الٰہی میں بھی یہ دونوں موجود ہیں چنانچہ ہم چند
آیات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں (اوّل) یہ کہ خدا
موت کے وقت روح کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے
پھر فرمایا کہ ملک الموت تمہیں وفات دیتا
ہے جو تم پہ مسلط کر دیا گیا ہے۔ پس توفی کا
تعلق خدا سے حقیقی ہے اور فرشتے سے
مجازی۔ (دوم) خدا جسے چاہتا ہے
لڑکیاں بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے
لڑکے بخشتا ہے۔ پھر حضرت جبرئیل
علیہ السلام کا قول یوں منقول ہے کہ آپ
نے حضرت مریم علیہا السلام کو یوں کہا
تھا کہ میں اس لئے تیرے پاس آیا
ہوں کہ تمہیں مقدس لڑکا دوں۔ خدا کا ہبہ حقیقی ہے
اور جبریلؑ کا مجازی۔ (سوم) اے میرے بندو!

یا عبادی الذین اسرفوا وان عبادی
لیس لک علیہم سلطان وقال تعالٰی
من عبادکم وامائکم فالاول والثانی حقیقۃ
والثالث مجاز قال اللہ تعالٰی ھو
یحیی ویمیت وقال تعالٰی حکایۃ عن
سیدنا عیسٰی علیہ السلام واحی الموتٰی
باذن اللہ فالاول حقیقۃ والثانی مجاز
قال اللہ تعالٰی واللہ یھدی من یشاء
الی صراط مستقیم وقال تعالٰی وانک
لتھدی الی صراط مستقیم فالاول
حقیقۃ والثانی مجاز قال اللہ تعالٰی
یدبر الامر وقال تعالٰی فالمدبرات امرا
فالاول حقیقۃ والثانی مجاز قال اللہ
تعالٰی قل لا یعلم من فی السموات والارض
الغیب الا اللہ وقال تعالٰی حکایۃ من سیدنا
عیسٰی علیہ السلام وانبئکم بما تاکلون
وما تدخرون فی بیوتکم وقال اللہ
تعالٰی حکایۃ عن سیدنا یوسف علیہ السلام
لا یاتیکما طعام ترزقانہ الا نبأتکما
بتاویلہ قبل ان یاتیکما فالاول حقیقۃ
والثانی مجازا قال اللہ تعالٰی عن سیدنا
ابراھیم واذا مرضت فھو یشفین و
قال تعالٰی حکایۃ عن
سیدنا عیسٰی علیہ السلام

جنہوں نے بے اعتدالی کی ہے رحمتِ الٰہی سے نا امید
نہ ہو جاؤ اور شیطان سے یوں کہا کہ میرے بندوں پر
تیرا تسلط نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ تم اپنے بندوں اور
کنیزوں کے نکاح کر دیا کرو۔ پس پہلی دو آیتوں میں
عبد کا تعلق خدا سے حقیقی ہے اور تیسری آیت میں
لوگوں سے تعلق مجازی ہے (چہارم) خدا ہی موت و حیات
دیتا ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا قول یوں نقل
کیا ہے کہ میں بفضلِ خدا مردے زندہ کرتا ہوں۔ تو
زندگی دینے کا تعلق خدا سے حقیقی ہے اور حضرت عیسٰیؑ سے
مجازی (پنجم) خدا جسے چاہے راہِ راست دکھاتا ہے اور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ راہِ راست دکھاتے
ہیں مگر الٰہی ہدایت حقیقی ہے اور ہدایت نبوی مجازی ہے
(ششم) خدا کائنات کی تدبیر کرتا ہے پھر فرمایا کہ
قسم ہے انکی جو تدبیر کرنیوالے ہیں پہلی آیت میں حقیقت ہے
دوسری میں مجاز (ہفتم) کہو! جو لوگ یا فرشتے آسمان و
زمین میں ہیں انمیں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا لیکن اللہ
غیب جانتا ہے اور حضرت عیسٰیؑ کا حال یوں بتایا کہ آپ
کہتے تھے کہ میں تمکو سب کچھ بتا دونگا۔ جو تم کھاتے ہو یا
جمع رکھتے ہو اپنے گھروں میں پھر حضرت یوسفؑ کے متعلق فرمایا کہ آپ
دو قیدیوں سے یوں کہتے تھے کہ نہیں آئیگی تمہاری خوراک جو تمہیں
دیجاتی ہے مگر میں اسکے آنے سے پہلے ہی تمہارے خوابوں کی
تعبیر کر دونگا پہلی آیت میں حقیقۃ دوسری دو آیتوں میں مجاز
ہے (ہشتم) حضرت ابراہیمؑ کا قول یوں نقل کیا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ جب
میں بیمار رہتا ہوں تو خدا ہی مجھے شفا دیتا ہے اور عیسٰی علیہ السلام کہتے تھے

والاکمہ والابرص واُحی الموتیٰ باذن
الله فالاوّل حقیقة والثانی
مجاز قال الله تعالیٰ وهو
الخلاق العلیم وقال تعالے
حکایة عن سیدنا عیسیٰ علیه السلام
انی اخلق لکم من الطین کهیئة
الطیر فیکون طیرا باذن الله
فالاول حقیقة والثانی مجاز
قال الله تعالیٰ ان الله
هو الرزاق ذو القوة
المتین وقال تعالیٰ واذا حضر
القسمة اولوا القربیٰ والیتمیٰ و
المساکین فارزقوهم منه فالاول
حقیقة والثانی مجاز قال الله تعالیٰ
ان الله هو السمیع البصیر وقال
تعالیٰ انا خلقنا الانسان من نطفة
امشاج نبتلیه فجعلناه سمیعا بصیرا
فالاول حقیقة والثانی مجاز الی
غیر ذلك من الآیات القرآنیة والاحادیث
النبویة فاذا کان المجاز مستعملا فی
کلام الله تعالیٰ علی العموم فان استعمله
عباده فی بعض محاوراتهم فای قباحت
فیه ویبنی علی هذا الاصل مسائل
کثیرة التی هی معرکة الآراء بین المقلدین

کہ میں مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دیتا
ہوں اور خدا کے فضل سے مُردے بھی زندہ کردیتا
ہوں پس پہلی آیت میں حقیقت ہے دوسری میں
مجاز (نہم) فرمایا کہ خدا ہی پیدا کرنے والا اور خوب
جاننے والا ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول
بیان کیا کہ میں مٹی سے پرندوں کی وضع وشکل
بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا
کے فضل سے پرندے بن جاتے ہیں۔ یہاں بھی پہلے
حقیقت ہے پھر مجاز ہے (دہم) فرمایا کہ وہی خدا ہر کسی
کا رازق ہے اور زبردست طاقت کا مالک ہے پھر
فرمایا کہ جب میراث تقسیم کرنے کے وقت رشتہ دار،
یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو اس میں سے ان کو رزق
دو۔ یہاں بھی پہلے حقیقت ہے پھر مجاز ہے (یازدہم)
فرمایا کہ خدا ہی سمیع وبصیر ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے
انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا تاکہ اس کو دنیا کے
ابتلا میں ڈالیں اس لئے اسے سمیع وبصیر بنا دیا۔ پہلا
سمیع وبصیر حقیقت ہے دوسرا مجاز۔ الغرض اس قسم
کی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ بہت ہیں پس جب
حقیقت ومجاز کا استعمال قرآن مجید میں موجود
ہے تو اگر اسے خدا کے بندے استعمال کرلیں اپنے
محاورات میں تو کون سی قباحت ہوگی
بہرحال اس اصول پر کئی ایک
مسائل کی بنیاد قائم ہے۔ جو
مذاہب اربعہ کے مقلدین اور

للمذاهب الأربعة وبين غير
المقلدين للمذاهب ومن
نحى نحوهم فمن تلك المسائل
علم الغيب
مسئلة علم الغيب للنبي صلى
الله عليه وسلم أو لبعض خواص
أمته فإذا جاز أن يخبر سيدنا
عيسى عليه السلام بما يأكلون
وما يدخرون أمته في بيوتهم
فلم لا يجوز أن يخبرنا سيدنا
رسول الله صلى الله عليه وسلم
أو بعض خواص أمته ببعض المغيبات
والأمور الآتية في الدنيا و
البرزخ فإن قيل إن ذلك كان
معجزة لسيدنا عيسى عليه السلام
قلنا لم لا يجوز أن تكون هذه
الأمور معجزة لسيدنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم وكرامة لخواص
أمته فإن قيل كان ذلك بإعلام الله
تعالى إياه قلنا كذلك كان هذا
بإعلام الله تعالى إياه وليعلم أن
مسئلة علم الغيب من أكبر المسائل
المتنازعة بين علماء الوقت ووقع
الطرفان في الإفراط والتفريط و
تشاجروا بينهم أشد المشاجرات و

وہابیوں کے درمیان زیر بحث اور استدلالی جنگ
کا میدان بنے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے درمیان
جو ان کے طریق پر چلتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک
المسئلة
علم غیب کا مسئلہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اور خاصان امت محمدیہ کو حاصل تھا یا نہیں؟ پس
جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھانے اور گھروں کے ذخیرہ
کی خبر غیب دیتے ہیں تو یہ امر کیوں جائز نہ ہوگا کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدیہ کے خاص
خاص مقرب بندے بھی غیب کی چند خبریں دیں
یا دنیا کے مستقبل کے حالات اور برزخ کے حالات
بتائیں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ تو حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی
کیوں معجزہ نہیں ہو سکتی اور خواص امت کے
لئے کرامت کیوں نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ سوال ہو
کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو تو خود خدا بتا دیتا
تھا، تو ہم کہیں گے کہ ہمارے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کو بھی تو خدا بتا دیتا تھا۔ اب واضح
رہے کہ مسئلہ علم غیب ایک عظیم الشان
زیر بحث مسئلہ ہے، جس پر علمائے وقت
جھگڑتے رہتے ہیں۔ اور فریقین افراط و
تفریط میں پڑ گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے
ان کے درمیان سخت اختلاف رونما
ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے

كفر بعضهم بعضا فقوم اثبتوا علم الغيب الكلي والجزئي وماكان وما يكون للنبي صلى الله عليه وسلم باعلام الله تعالى اياه وقوم نفوا العلم الكلي راسًا عنه صلى الله عليه وسلم وقالوا ان علم الغيب الكلي لا يكون الا لله تعالى واما الجزئي فكما يكون للرسول كذلك يكون للمجانين والبهائم عياذا بالله تعالى عن هذه العقيدة المفضية عن توهين الرسول صلى الله عليه وسلم المفضية الى سوء الخاتمة وقوم اثبتوا للنبي صلى الله عليه وسلم جميع علوم الغيب التي تتعلق بالنبوة من[1] الامم السالفة واحوال البرزخ واحوال القيمة ونعم الجنة وعذاب النار وبعض علوم العالم العلوي والسفلي باعلام الله تعالى اياه وهذه العقيدة هي المتوسطة بين الافراط والتفريط واقرب للتقوى وليت شعري اي جواب للمثبتين جميع علوم الغيب الكلي والجزئي وماكان ومايكون للنبي صلى الله عليه وسلم في العلوم

کو کافر بھی کہہ چکے ہیں۔ کیوں کہ ایک فریق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کُلی اور غیب جُزئی اور غیب ماضی و مستقبل ثابت کیا ہے کہ خدا تعالےٰ نے آپ کو ان سب چیزوں کا علم دیا تھا۔ ایک فریق نے سرے سے علم کلی ہی کی نفی کر دی ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کو حاصل نہ تھا کیونکہ علم غیب کلی اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ اور غیب جزئی تو کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ وہ جس طرح رسولؐ کو حاصل ہے۔ اسی طرح دیوانوں اور چار پایوں کو بھی حاصل ہے (خدا ایسے عقیدہ سے بچائے) یہ ایسا عقیدہ ہے کہ جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا اظہار ہوتا ہے اور کشاں کشاں بُرے خاتمہ تک پہنچانے والا ہے۔ ایک فریق نے وہ تمام علوم غیبیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کئے ہیں جو رسالت اور نبوت سے تعلق رکھتے ہیں یا گذشتہ امتوں اور احوال برزخ یا قیامت کے خوفناک حالات سے تعلق رکھتے ہیں یا جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے عذاب کے متعلق ہیں اس کے علاوہ علم غیب بھی جو عالم بالا اور دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ نے آپکو بتا دیئے ہیں اور یہ عقیدہ افراط و تفریط کے درمیان ہے اور تقویٰ کے قریب ہے۔ کاش ہمیں معلوم ہو جاتا کہ جو لوگ تمام قسم کے علوم غیبیہ کلی جزئی ماضی۔ حال اور استقبال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرتے ہیں وہ ان علوم کے متعلق کیا جواب

[1] من احوال الامم

المنہیة فی الشرع کالنجوم والجفر
والنیرنجات والکہانة والموسیقی
والسحر والرمل والحکمة الیونانیة
فی الالٰہیات وما جوابہم لقول
اللہ تعالیٰ وما علمناہ الشعر وما
ینبغی لہ وقولہ تعالیٰ وما ھو
بساحر وما ھو بقول کاھن۔
فان قیل ھذہ العلوم لیست من
الغیب بل من الشہادة نقول اما
کانت ھذہ العلوم داخلة فیما
کان وما یکون فان قیل نعم
قلنا رفع اللہ تعالیٰ ساحة الرسالة
عن الاہتمام بھذہ العلوم فانہ
ھو الرسول النبی الامی والکفار
کانوا یتہمونہ بالسحر قال اللہ
تعالیٰ وما ھو بساحر ویتہمونہ
بالکہانة قال اللہ تعالیٰ ولا
بقول کاھن وکانوا یقولون
انما یعلمہ بشر قال اللہ تعالیٰ
لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی
وھذا لسان عربی مبین وان
قیل لا یعنی لیست ھذہ العلوم
داخلة فیما کان وما یکون
نقول ففی ای شیئ تدخل ھذہ

دیں گے جو شرع میں ممنوع قرار دیئے گئے ہیں۔ مثلاً نجوم
جفر۔ شعبدہ بازی۔ کہانت۔ موسیقی۔ سحر۔ رمل۔ یونانی
فلسفہ جو الٰہیات کے متعلق ہے۔ (کیا یہ بھی آپ کو
حاصل تھے؟) اور وہ اس کا بھی کیا جواب دیں گے
کہ خود خدائے تعالیٰ نے تصریح کے ساتھ فرمایا ہے
کہ ہم نے اپنے رسولؐ کو شعر کا علم نہیں سکھلایا اور
نہ ہی یہ علم آپ کے شان کے شایاں ہے۔ اور یہ بھی
فرمایا کہ آپ جادوگر نہ تھے اور یہ قرآن کسی کاہن کا
قول نہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ علوم از قسم غیب
نہیں بلکہ از قسم ظاہر ہیں تو ہم جواب میں پوچھیں گے
کہ اگر وہ غیب میں داخل نہیں تو کیا وہ ماکان ومایکون میں
بھی داخل ہیں یا نہیں؟ تو اگر جواب دیا جائے کہ ہاں
وہ ان میں داخل ہیں تو ہم کہیں گے کہ اگرچہ وہ داخل ہوں
مگر خدا تعالیٰ نے ذاتِ رسالت کو ان علوم کی آلائش سے
صاف کر دیا ہوا ہے کیونکہ آپ رسول اُمی تھے۔ کفار جادو
کا الزام دیتے تھے مگر خدا نے کہا وہ جادوگر نہیں۔
پھر وہ کہانت کا الزام دیتے تھے کہ جن بھوت کے ذریعہ
سے آپ خبریں دیتے ہیں لیکن خدا نے کہا کہ یہ قرآن کسی
کاہن کا قول بھی نہیں۔ پھر وہ کہتے تھے کہ کوئی اور آدمی
آپکو یہ قرآن سکھاتا ہے تو خدا نے جواب میں کہا کہ جس آدمی
کی طرف تعلیم قرآن کو منسوب کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے۔
عربی زبان جانتا ہی نہیں اور یہ قرآن فصیح عربی میں ہے۔
اگر یوں کہا جائے کہ نہیں یعنی ماکان اور مایکون میں یہ
علوم ممنوعہ داخل نہیں تو ہم پوچھیں گے کہ پھر یہ علوم

العلوم . وأي جواب للناهين عن
اخباره صلى الله عليه وسلم
بعذاب القبر وسوال الملكين وضغطة
المقبر واخباره عليه الصلوة والسلام
بالفتوحات الاسلامية قبل
وقوعها واخباره باحوال اخر الزمان
فوقع جميع ما اخبر به صلى الله عليه
وسلم كما اخبر به واي جواب لهم
من تعيين مواضع قتل الكفار في
البدر فقتلوا في تلك المواضع وهل
البهائم والمجانين يخبرون بمثل هذا
وسمعت من اعمى الله قلبه ان النبي
صلى الله عليه وسلم لو كان يعلم
فتح المسلمين وقتل الكفار ببدر لما
التجاء الى الله في سجوده بفتح المؤمنين
وقتل الكفار ولم يعلم المحروم ان دعائه
عليه الصلوة والسلام للمسلمين كان
تعبدا وتواضعا لله تعالى اما كان
عليه الصلوة والسلام يعلم بانه على
الصراط المستقيم لقوله تعالى انك على
صراط مستقيم ومع ذلك يقرء في صلوته
اهدنا الصراط المستقيم قال الله تعالى
عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا
من ارتضى من رسول وقال الله تعالى

ممنوعہ کس قسم میں داخل ہوں گے؟ اور منکرین علم غیب
ان احادیث کا کیا جواب دیں گے۔ جن میں نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر۔ سوال ملائکہ۔ قبر
کی تنگی کی خبر دی ہے یا جن میں آپ نے قبل از وقوع
فتوحات اسلامیہ کی خبر دی ہے۔ یا اخیر زمانہ کی خبریں
دی ہیں۔ حالانکہ سب کچھ اسی طرح پیش آیا ہے جیسا کہ
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ اور اس کا کیا جواب
ہوگا جو آپ نے قتل کفار کے مقامات قتل جنگ بدر میں
بتائے تھے۔ چنانچہ وہیں وہ قتل ہوئے جہاں آپ نے
کہا تھا۔ کیا چارپائے اور دیوانے بھی ایسی خبریں دے
سکتے ہیں؟ میں نے خود اس آدمی سے سنا ہے جس
کے دل کو خدا نے اندھا کر دیا تھا کہتا تھا کہ اگر نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان کی فتح جانتے ہوتے اور بدر میں
قتل کفار کی خاص خاص جگہیں جانتے ہوتے تو مسلمانوں
کی فتح کے لئے اور قتل کفار کے واسطے سجدہ میں پڑ کر
دعا نہ کرتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس محروم العقل کو یہ معلوم
نہیں کہ حضور علیہ السلام کی دعا کرنا مسلمانوں کے حق
میں خدا کے سامنے تواضع اور اظہار خاکساری تھی۔
کیا آپکو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ صراط مستقیم پر قائم ہیں۔
حالانکہ خدا نے بتا دیا ہوا تھا کہ آپ صراط مستقیم پر ہیں
تاہم آپ نماز میں یہ الفاظ دہرایا کرتے تھے کہ اھدنا
الصراط المستقیم۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہارا خدا
عالم الغیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا
مگر اس رسول کو جسے وہ پسند کرے۔ پھر یہ بھی فرمایا

وما كان الله ليطلعكم على الغيب
ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء
اما كان النبي صلى الله عليه وسلم
هو الرسول المرتضى والرسول المجتبى
فان قيل نعم دخل النبي صلى الله عليه
وسلم في الاستثناء في الاية الاولى
لانه هو الرسول المرتضى وفي مضمون
ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء
لانه هو الرسول المجتبى وان قيل لا
نقول فمن الرسول المرتضى والمجتبى
الذي ذكره الله تعالى في الايتين
المذكورتين والتحقيق في هذا المقام
ان جملة عالم الغيب تصح اطلاقها على
النبي صلى الله عليه وسلم باعتبار البعض
ولا تصح باعتبار البعض الاخر فان علم
بعض المغيبات كاخباره صلى الله عليه
وسلم باحوال عالم البرزخ من ضغطة
القبر وسوال الملكين وتوسعة القبر
سبعين ذراعا على المطيع وضيقه
على العاصي واخباره باحوال القيمة
من الوقوف والميزان والصراط والحوض
والشفاعة والجنة ونعيمها والنار وجحيمها
واخباره ببعض المغيبات الدنيوية كمواضع
قتل المشركين ببدر ورد كتاب حاطب بن

کہ خدا تو تم کو علم غیب پر مطلع کرنے کے قریب بھی نہیں
ہے لیکن اپنے رسولوں میں سے جس رسول کو چاہے انتخاب
کر لیتا ہے تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برگزیدہ اور
منتخب شدہ رسول نہ تھے؟ اگر یوں کہا جائے کہ ہاں
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پہلی آیت کے استثناء میں داخل
ہیں۔ کیونکہ آپ برگزیدہ اور پسندیدہ رسول ہیں جس کا
ثبوت اس آیت میں ہے کہ لیکن اپنے رسولوں میں سے
اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے کیونکہ
آپ ہی رسول مجتبےٰ ہیں۔ اگر اس کا انکار کیا جائے تو
پھر ہم پوچھیں گے کہ پھر حضور علیہ السلام کے سوا ان
دونوں آیات میں کس رسول مجتبےٰ و مرتضےٰ کا ذکر ہے؟
اس مقام پر تحقیق یہ ہے کہ عالم الغیب کے فقرہ کا
استعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صحیح ہے باعتبار بعض
علم غیب کے اور بعض علم غیب کے اعتبار سے صحیح نہیں
کیونکہ بعض مغیبات کا خبر دینا آپ سے بالکل صحیح
اور درست ہے مثلاً آپ کا عالم برزخ کے متعلق قبر کی
تنگی اور منکر نکیر کے سوالوں کی خبر دینا اور نیک بندے
کی قبر کا ستر گز تک وسیع ہونے اور بدکار پر تنگ ہونے
کی خبر دینا یا احوال قیامت میں خدا کے سامنے پیش ہونے
وزن اعمال۔ پل صراط۔ حوض کوثر۔ شفاعت جنت اور
اس کی نعمتیں اور دوزخ اور اس کی آگ کا خبر دینا یا
چند معاملات دنیاویہ سے خبر دینا۔ مثلاً بدر میں مشرکین
کی قتل گاہیں بتانا یا حاطب بن بلتعہ کی چٹھی واپس
لینا جو اس نے پوشیدہ طور پر مشرکین کو لکھی تھی۔

بلتعه المكتوب الى قريش واخباره ابا جهل
بما اخفاه في يده من الحصاة واخباره
بقتل ملك الفرس صبيحة ليلة قتله واخباره
بموت النجاشي وصلوة الجنازة
عليه في المدينة واخباره بأكل الارضة
صحيفة المعاهدة لقريش المعلقة في
جوف الكعبة واخباره بموت جعفر الطيار
ورفيقيه في غزوة المؤتة واخباره
بالفتح على يد الخالد بن الوليد سيف الله
واخباره بفتح باب قلعة الخيبر على يد
على المرتضى واخباره بسم الشاة المسمومة
التي اهدتها اليه اليهود واخباره
بقتل على المرتضى ذا الثديين من الخارجين
واخباره بفتن اخر الزمان الى غير ذلك
من الاخبارات المغيبة كما لا يخفى على
من له ادنى ممارسة في العلوم الاسلامية
فان قيل اخباراته بالمغيبات المذكورة
كان باعلام الله تعالى اياه قلنا
حصل المقصود ومتى قلنا ان اخباراته
بالمغيبات كانت من عند نفسه بغير
اعلام الله تعالى فاطلاق جملة عالم
الغيب عليه صلى الله عليه وسلم صحيح بهذا
الاعتبار فمن قال من المقلدين انه
عالم بجميع الغيوب او قال عالم

یا ابوجہل کو بتانا کہ اس کی مٹھی میں کنکریاں ہیں۔ یا شاہ
فارس کے قتل کی خبر دینا خاص اسی صبح کو جبکہ مارا گیا
تھا۔ یا موت نجاشی شاہ حبشہ کی خبر دینا۔ پھر مدینہ طیبہ
میں اس پر غائبانہ جنازہ پڑھنا۔ یا یہ خبر دینا کہ دیمک اس
کاغذ معاہدہ کو کھا گئی ہے جو قریش نے آپ کے خلاف لکھ کر
بیت اللہ شریف میں آویزاں کیا تھا۔ یا حضرت جعفر طیار
رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دینا اور اس کے دو
رفیقوں کی خبر دینا جنگ تبوک میں یا حضرت خالد سیف اللہ
کے ہاتھ پر فتوحات کا حاصل ہونا۔ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کے ہاتھ پر قلعہ خیبر کا فتح ہونا یا بکری کے گوشت میں زہر
ملانے کی خبر دینا جو یہودیوں نے آپ کی خدمت میں بطور
تحفہ بھیجا تھا۔ یا آپ کا خبر دینا کہ حضرت علی کرم اللہ
وجہہ ذو الثدیین خارجی کو قتل کریں گے۔ یا اخیر زمانہ
میں فتنوں کا پیدا ہونا۔ غرضیکہ اسی قسم کی غیبی خبریں
کئی ایک اور بھی آپ نے دی ہیں جو اس شخص پر
مخفی نہیں جو علوم اسلامیہ میں مہارت اور واقفیت
رکھتا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ تو خدا کے بتانے
سے آپ نے بتائی ہیں اس لئے یہ خبریں غیب نہیں
بلکہ از قسم وحی ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ پھر بھی ہمارا دعویٰ
ثابت ہوا کہ آپ عالم الغیب تھے اور جب یوں کہا جائے
کہ خدا تعالیٰ کی اطلاع کے بغیر کشف کے طور پر آپ نے
یہ خبریں دی تھیں تو اس صورت میں بھی نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا صحیح ہوگا۔ جو مقلد یوں کہتے
ہیں کہ حضور علیہ السلام تمام قسم کے غیب کو جانتے تھے

بما كان وما يكون فمراده من العلوم
العلوم التي تتعلق بالرسالة و
التبليغ وافحام المنكرين واحوال
الانبياء المتقدمين ونجاة اممهم
المطيعين وهلاك المنكرين واحوال
امته عليه الصلوة والسلام في اخر
الزمان وما يأتي عليهم من الفتن و
ما يجري عليهم من المحن حتى يدخل
اهل الجنة الجنة واهل النار النار ثم
العلوم التي لا يليق به من الشعر والجفر
والرمل والسيمياء والكيمياء وغير
ذلك والعلوم التي لا تعلق لها بالرسالة
والنبوة والتبليغ كعلم
مثاقيل الجبال ومكاييل البحار و
قطرات الامطار واوراق الاشجار
الى غير ذلك من العلوم التي لا نعلم
اسمها ولا رسمها فذلك كله مختصة
بخالقها ومنشئها ومغنيها
فان قيل اذا ثبت انه صلى الله
عليه وسلم عالم ببعض
العلوم فما معنى اطلاق
جملة عالم الغيب عليه قلنا
ثبوت الصفة للشخص لا
يقتضي العلوم لتلك الصفة

یا یوں کہتے ہیں کہ آپ کو تمام ما کان و ما یکون کا علم
غیب تھا۔ تو ان کی مراد بھی وہی علوم غیبیہ ہیں۔ جو
تبلیغ رسالت اور منکرین کو لاجواب کرنے یا گذشتہ
انبیاء علیہم السلام کے حالات معلوم کرنے کے متعلق
ہیں یا ان کی مطیع امت کی نجات اور منکرین کی ہلاکت
کے متعلق ہیں۔ یا جو اُمت محمدیہ کے احوال سے تعلق
رکھتے ہیں جو اخیر زمانے میں پیش آئیں گے یا ان فتنوں
کی بابت ہیں جو امت محمدیہ پر آنے والے ہیں یا ان
تکالیف کے متعلق ہیں جو ان پر آئیں گی۔ یہاں تک کہ
اہل جنت جنت میں چلے جائیں گے اور اہل نار دوزخ
میں پڑیں گے۔ مگر ہاں وُہ علوم جو آپکے شان کے شایاں
نہیں مثلاً علم شعر۔ جفر رمل سیمیا۔ کیمیا وغیرہ اور
وہ علوم کہ جن کا تعلق تبلیغ رسالت سے قطعاً نہیں۔
مثلاً پہاڑوں کے وزن معلوم کرنا۔ سمندروں کے پانی
ماپنے کا علم یا بارش کے قطرات کی گنتی یا درختوں کے
پتوں کی گنتی اور اسی قسم کے اور علوم کہ جن کے نام
بھی ہم نہیں جانتے اور نہ ہی ہمیں ان کی تشریح
معلوم ہے۔ تو یہ سب قسم کے علوم خاص خدائے خالق سے
ہی تعلق رکھتے ہیں۔ جو ان کو پیدا اور فنا کرنے والا ہے
کسی انسان کا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ اگر کہا جائے
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض غیبوں کے عالم
ہیں تو پھر عالم الغیب کے فقرہ کا آپ پر استعمال
کرنے کا کیا مطلب ہوگا۔ تو ہم جواب دیں گے کہ
کسی شخص کو کسی صفت سے موصوف کرنے کا یہ

بل يكفي في ذالك حصول بعض
افراد الصفة لذات الشخص
فانك اذا قلت زيد عالم
فليس المراد ان زيدا عالم
بجميع علوم العالم حلالها و
حرامها بل المتبادر من هذا القول
ان زيدا عالم بعلوم المروجة
المتداولة قال الله تعالى ان
الانسان ليطغى ان رآه استغنى
اى بعض الانسان فان كثيرا
من الاغنياء كانوا عباد الله
الصالحين بل الانبياء والمرسلين
صلوات الله عليهم اجمعين ومن
تلك المسائل مسئلة ايصال
ثواب الاعمال لارواح الاموات
قالوا حرام او ممنوع او لغو بحيث
لا يضر ولا ينفع على اختلاف
آرائهم مستدلين بقوله تعالى
وان ليس للانسان الا ما سعى.
وفي هذه المسئلة اختلاف كثير بين
علماء الطرفين وذكر حججهم يطول
والعبد الضعيف مؤلف الرسالة
لما رأى بيان الشيخ ابن القيم[1] الجوزية
الحنبلي في هذه المسئلة مشحونا

معنی نہیں ہوتا کہ اس صفت کے تمام اقسام بھی
اس میں موجود ہوں۔ بلکہ اتنا ضروری ہوتا ہے کہ
اس کے بعض حصے اس میں پائے جائیں کیونکہ جب
یوں کہتے ہو کہ زید عالم ہے اس سے یہ مراد نہیں
ہوتی کہ زید تمام قسم کے علوم دنیاوی حلال حرام
وغیرہ سب جانتا ہے۔ بلکہ بلا تکلف یہی ذہن میں
آتا ہے کہ زید علوم مروجہ کا عالم ہے جو روزمرہ
استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح خدا کا قول ہے کہ انسان
بیشک اپنی حد سے بڑھ جاتا ہے جبکہ وہ اپنے آپکو مستغنی
دیکھتا ہے۔ اس سے مراد بھی بعض انسان ہیں ورنہ
کئی ایک مالدار اللہ کے بندے ہو گذرے ہیں بلکہ
مالدار انبیاء و مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام بھی
تھے۔ اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ ایصال ثواب
کا بھی ہے۔ کہ مردوں کی روحوں کو اپنے اعمال کا
ثواب پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟ مخالف کہتے ہیں
کہ حرام ہے یا ممنوع ہے یا بیفائدہ ہے جس میں
نہ نفع ہے نہ نقصان۔ اس کے متعلق ان کے
خیالات مختلف ہیں بہرحال مانعین کی دلیل یہ ہے
کہ خدا نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے اپنی ہی کمائی
کام آئے گی۔ اس مسئلہ میں فریقین کے علماء کے
درمیان بڑا اختلاف ہے جن کے دلائل کا ذکر
کرنا طوالت ہوگا۔ مگر اس رسالہ کے مصنف عبد
ضعیف نے جب شیخ ابن قیم جوزی حنبلی کا اس مسئلہ
میں ایک مضمون دیکھا جس میں انصاف بھرا ہوا

المسئلة

(١) محمد ابن القيم الجوزية توفي سنة ٧٥١ هـ. [١٣٥٠ م.]

بالانصاف اخذ بہ واستحسن
المقابلة معہم باعتقاد الشیخ
فیہا لانہ من اکابر مشائخہم فی المذہب
لعلہم یرجعون الی الحق وھا انا
اذکر ما قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ
فی کتاب الروح فقال واما المسئلة
السادسة عشر وھی ھل تنتفع ارواح
الموتی بشیٔ من سعی الاحیاء ام لا
فالجواب انہا تنتفع من سعی الاحیاء
بامرین یجمع علیہما بین اہل السنة
من الفقہاء واہل الحدیث والتفسیر
احدہما ما تسبب الیہ المیت فی
حیاتہ والثانی دعاء المسلمین
لہ واستغفارہم لہ والصدقة
والحج علیٰ نزاع ما الذی یصل
من ثوابہ ھل ھو ثواب الانفاق
او ثواب العمل فعند الجمہور یصل
ثواب العمل نفسہ وعند بعض
الحنفیة انما یصل ثواب الانفاق
واختلفوا فی العبادة البدنیة
کالصوم والصلوٰة وقراءة القرآن
والذکر فمذہب الامام احمد
وجمہور السلف وصولہا
وھو قول بعض اصحاب

تھا۔ تو مَیں نے وہی اختیار کر لیا اور یہی پسند
کیا کہ شیخ موصوف کے عقیدہ کے ساتھ ان کا
مقابلہ کر دوں۔ کیونکہ مسائل میں شیخ موصوف مخالفین
کا ایک مُسَلَّم بزرگ ہے۔ امید ہے کہ وہ بھی
حق کی طرف رجوع کر لیں گے۔ چنانچہ مَیں شیخ
صاحب موصوف رحمہ اللہ کا وہ اقتباس پیش
کرتا ہوں جو آپ نے اپنی کتاب کتاب الروح
میں درج کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ سولھواں مسئلہ یہ
ہے کہ آیا مُردہ کی رُوح زندہ کے اعمال سے فائدہ
اٹھا سکتی ہے یا نہیں؟ جواب یوں ہے کہ فائدہ
اٹھا سکتی ہے دو طریق سے جن پر اہل سنت
کے فقہاء، اہلحدیث اور مفسرین کا اتفاق ہے
پہلا طریق یہ ہے کہ مُردہ اپنی زندگی میں اس عمل کا
باعث بنا ہو۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ زندہ مسلمان
اس کے حق میں دعاء اور استغفار کریں یا صدقہ
خیرات کریں یا حج کریں۔ گو اس میں یہ اختلاف
ہے کہ مُردہ کو ثواب مال خرچ کرنے کا ملے گا یا
اصل عمل کا ثواب ہو گا۔ جمہور اہل علم کے نزدیک
خود نیک عمل کا ثواب ملتا ہے اور بعض حنفیہ کے
نزدیک نیک عمل پر مال خرچ کرنے کا ثواب ملتا
ہے پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ بدنی عبادات
مثلاً نماز، روزہ، تلاوتِ قرآن اور ذکرِ الٰہی کا
ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ تو امام احمد بن حنبل اور
جمہور سلف کا یہ مذہب ہے کہ یہ بھی پہنچتا ہے

مسئلة وصول ثواب اعمال الاحیاء الی الاموات

ابی حنیفة نص علی هذا الامام
احمد فی روایة محمد بن یحیی الکحال
قال قیل لابی عبد الله الرجل
یعمل الشیٔ من الخیر من صلوة
او صدقة او غیر ذلك فیجعل
نصفه لابیه او لامه قال ارجو
وقال المیت یصل الیه کل شیٔ
من صدقة او غیرها وقال
ایضًا اقرأ اٰیة الکرسی ثلاث
مرات وقل هو الله احد وقل
اللهم ان فضله لاهل المقابر۔
فالدلیل علی انتفاعه بما تسبب
الیه فی حیاته مارواه مسلم فی
صحیحه من حدیث ابی هریرة
رضی الله عنه ان رسول الله
صلی الله علیه وسلم قال اذا مات
الانسان انقطع عنه عمله الا من
ثلاث الا من صدقة جاریة
او علم ینتفع به او ولد صالح
یدعو له فاستثناء هذه الثلث
من عمله یدل علی انها منه فانه
هو الذی تسبب الیها وفی سنن
ابن ماجه من حدیث ابی
هریرة رضی الله عنه قال

اور یہی قول حضرت امام اعظمؒ کے بعض شاگردوں
کا بھی ہے۔ اور اس فتوے پر محمد بن یحییٰ کحال
کی روایت میں یوں تصریح موجود ہے کہ امام احمدؒ
سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی کوئی نیک عمل
کرتا ہے مثلاً نماز۔ صدقہ۔ خیرات یا کوئی اور
نیک عمل اور اس کا نصف حصہ اپنے باپ یا
اپنی والدہ کے لئے مقرر کرتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے کہا
کہ مجھے اُمید ہے کہ وہ صحیح ہے پھر فرمایا کہ
میت کو ہر چیز (از قسم صدقہ وغیرہ) پہنچتی ہے
یہ بھی کہا کہ آیۃ الکرسی تین دفعہ اور قل ھو اللہ
احد ایک دفعہ پڑھو اور یوں دعا میں کہو کہ یا اللہ
اس کا ثواب اہلِ مقابر کو پہنچے۔ اس امر کا ثبوت
کہ جس نیک کام کا مُردہ خود باعث اپنی زندگی میں
بن چکا ہے اُس سے اس کو فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ
ہے کہ امام مُسلمؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
سے ایک روایت لکھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ انسان جب مرتا ہے
تو اس کے اعمال ختم ہوجاتے ہیں مگر تین قسم
کے عمل جاری رہتے ہیں۔ اوّل صدقہ جاریہ
دوم مفید علم سوم نیک اولاد جو اُس کے حق
میں دعاگو رہے۔ ان تین اعمال کا استثنا کرنا
اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عمل بھی اسی میت کے
ہیں کیونکہ وہی ان کا باعث بنا ہے اور سنن ابن
ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انما یلحق المومن من عملہ
وحسناتہ بعد موتہ علماً علمہ ونشرہ
او ولداً صالحاً ترکہ او مصحفاً
ورثہ او مسجد بناہ او بیتاً
لابن السبیل بناہ او نھراً کراہ
او صدقۃ اخرجھا من مالہ فی
صحتہ وحیاتہ تلحقہ بعد موتہ۔
انتھی مختصراً والدلیل علی
انتفاعہ بغیر ما تسبب فیہ
القرآن والسنۃ والاجماع و
قواعد الشرع اما القرآن
فقولہ تعالیٰ والذین جاؤا
من بعدھم یقولون اغفرلنا
ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان
فاثنی اللہ سبحانہ علیھم
باستغفارھم للمؤمنین
قبلھم وقد دل علی انتفاع المیت
بالدعاء اجماع الامۃ علی
الدعاء لہ فی صلوۃ الجنازۃ
وفی السنن من حدیث ابی
ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ

یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ مومن کے نیک اعمال میں سے
موت کے بعد اس کو یہ عمل پہنچتے ہیں۔ اول
جو اس نے پڑھایا اور پھیلایا۔ دوم نیک اولاد
جسے اپنا جانشین بنا گیا۔ سوم قرآن مجید جو ورثہ
میں چھوڑ گیا۔ چہارم مسجد جو اس نے بنائی۔ پنجم
سرائے جو مسافروں کے لئے تیار کی۔ ششم نہر
جو اس نے کھدوائی۔ ہفتم صدقہ جو اپنی زندگی میں
بحالت صحت الگ کر چکا ہے۔ یہ موت کے بعد
اُسے پہنچے گا (مختصر طور پر یہ مضمون ختم ہوا) اور
یہ امر کہ جس چیز کا باعث وہ مُردہ نہیں بنا۔ اس کا
ثواب یا نفع بھی اسے پہنچتا ہے تو اس کا ثبوت
قرآن، حدیث، اجماع اور اصول شرع سے ملتا
ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ جو مسلمان پہلے
مسلمانوں کے بعد دنیا میں آئے ہیں وہ کہتے ہیں
کہ یا اللہ ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو
بھی بخش، جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں دیکھو
خدا تعالےٰ نے ان مسلمانوں کی تعریف کی ہے۔ جو
اپنے پہلوں کے لئے مغفرت مانگتے ہیں، اور اجماع
اُمت محمدیہ سے ثابت ہے کہ نماز جنازہ میں میت کے
لئے دعا کرنے سے اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ اور کتب
حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک
روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو خلوص دل

الدعاء وفي صحيح مسلم من حديث
عوف بن مالك قال صلى الله عليه
وسلم على جنازة فحفظت من
دعائه وهو يقول اللهم اغفره
وارحمه وعافه واعف عنه واكرم
نزله واوسع مدخله الى اخر الحديث
انتهى مختصرا **فصل** واما وصول
ثواب الصدقة ففي الصحيحين
عن عائشة رضي الله عنها ان
رجلا اتى النبي صلى الله عليه
وسلم فقال يارسول الله ان امي
افتلتت نفسها ولم توص واظنها
لو تكلمت تصدقت افلها اجر
ان تصدقت عنها قال نعم
وفي صحيح البخاري عن
عبد الله بن عباس رضي الله عنهما
ان سعد بن عبادة توفيت امه
وهو غائب عنها فاتى النبي صلى
الله عليه وسلم فقال يارسول الله
صلى الله عليه وسلم ان امي
توفيت وانا غائب عنها فهل ينفعها
ان تصدقت عنها قال نعم قال
فاني اشهدك ان حائطي المخراف
صدقة عنها وفي السنن و

فصل

سے اس کیلئے دعا کرو اور صحیح مسلم میں عوف بن
مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
نے ایک جنازہ پڑہا۔ اس میں آپ نے میت کے لئے
جو دعا فرمائی تھی میں نے یاد کر لی چنانچہ آپ فرماتے
تھے کہ یا اللہ اسے بخشدے اور اس پر رحم کر اور
اسے سلامتی دے۔ اس کے قصور معاف کر اپنے
پاس عزت وآبرو کے ساتھ اسے فروکش کر اور اپنی
بارگاہ میں اس کا داخلہ وسیع کر (انتہی) **(فصل)**
صدقہ کا ثواب پہنچنا اس حدیث سے ثابت ہے
جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیحین میں مروی
ہے کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک آدمی حاضر
ہوا اور کہا کہ میری ماں مر گئی ہے اور وصیت نہیں
کر سکی۔ مجھے خیال ہے کہ اگر بول سکتی تو ضرور صدقہ
کرتی۔ تو کیا میں اگر صدقہ کروں تو اس کو ثواب ملیگا
تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ضرور ملیگا۔ صحیح بخاری میں
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے
روایت ہے کہ سعد بن عبادہ کی ماں مر گئی اور
وہ غیر حاضر تھا۔ پھر وہ حضور علیہ السلام کے پاس
آیا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ میری ماں میری
غیر حاضری میں مر گئی ہے تو اگر میں اس کی
طرف سے وکیل بنکر صدقہ کروں تو کیا اسے
کچھ فائدہ ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا ہاں فائدہ
ہوگا۔ پھر سعد نے کہا کہ آپ گواہ رہیں کہ میرا بار دار
باغ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔ الا یہی حدیث

مسند احمد عن سعد بن عبادة انہ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد۔ انتہی **فصل** واما وصول ثواب الصوم ففی الصحیحین عن عائشۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ وفی الصحیحین ایضا عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال جاء رجل الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ امی ماتت وعلیہا صوم شہر افاقضیہ عنہا قال نعم وفی روایۃ جاءت امراءۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ان امی ماتت وعلیہا صوم نذر افاصوم عنہا قال افرائیت لو کان علی امک دین فقضیتہ اکان یؤدی ذلک عنہا قالت نعم قال فصومی عن امک وھذا

ثمین ہے اور مسند احمد میں بھی سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ میری ماں ام سعد مرگئی ہے تو آپ فرمائیے کہ کس قسم کی خیرات اس کی طرف سے افضل ہوگی تو آپ نے فرمایا کہ پانی کی خیرات افضل ہے۔ پھر اس نے ایک کنواں بنوایا اور کہا کہ یہ کنواں میری ماں ام سعد کا ہے (انتہی)

(فصل) رہا روزہ کا ثواب پہنچانا تو اس کے متعلق بھی صحیحین میں روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مرجائے اور اس کے ذمہ پر روزے باقی ہوں تو اس کا وارث اس کی طرف سے روزے رکھے اور یہ بھی صحیحین ہی میں روایت ہے کہ ایک آدمی حضور علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری ماں مرگئی ہے اور اس کے ذمہ ایک ماہ کے روزے باقی ہیں تو کیا میں اس کی طرف سے قضا کروں تو آپؐ نے فرمایا ہاں قضا کرو ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ میری ماں مرگئی ہے اور اس کے ذمہ پر نذر کے روزے باقی ہیں تو کیا اس کی طرف سے میں روزے رکھوں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم یہ خیال کرو کہ اگر اس کے ذمہ پر قرضہ ہوتا تو تو اُسے ضرور ادا کرتی۔ تو کیا وہ اس کی طرف سے ادا ہوجاتا یا نہ ہوتا۔ کہنے لگی ہاں وہ تو ادا ہوجاتا۔ تو پھر آپؐ نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے روزے بھی

فصل

اللفظ للبخاری وحدہ تعلیقا
انتهى مختصرا **فصل** واما
وصول ثواب الحج ففی صحیح
البخاری عن ابن عباس
رضی الله عنهما ان امرأة من
جهينة جاءت الى النبی صلی الله
عليه وسلم فقالت ان امی نذرت
ان تحج فلم تحج حتى ماتت
افاحج عنها قال حجی عنها ارایت
لوکان علی امك دين اكنت
قاضية اقضوا الله فالله
احق بالقضاء وروی ايضا
عن ابن عباس رضی الله عنهما
ان امرأة سالت النبی صلی الله
عليه وسلم عن ابنها مات ولم
يحج قال حجی عن ابنك انتهى مختصرا
ثم قال الشيخ واجمع المسلمون
على ان قضاء الدين يسقطه
من ذمته ولوكان من اجنبی
او من غير تركته وقد دل عليه
حديث قتادة حيث ضمن
الدينارين عن الميت فلما قضاهما
قال له النبی صلی الله عليه
وسلم الان بردت عليه جلدته

فصل

رکھ (یہ لفظ بطور تعلیق کے صرف بخاری میں ہیں) (انتہی)
(**فصل**) رہا ثواب حج کا پہنچنا۔ تو اس کے متعلق
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت صحیحین
میں موجود ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی
کہ میری ماں نے نذر مانی تھی کہ حج کرونگی مگر وہ حج
نہیں کر سکی اور مرگئی تو کیا میں اس کی طرف سے حج
کروں؟ آپؐ نے فرمایا۔ اس کی طرف سے حج کر پھر
فرمایا کہ تم خود سمجھو کہ اگر تیری ماں پر قرضہ ہوتا تو تو
اس کی طرف سے ضرور ادا کرتی۔ اس لئے خدا کا قرضہ
بھی ادا کرو۔ کیونکہ اس کا قرضہ ادا کرنا تو سب سے زیادہ
ضروری ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی روایت
ہے کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
سوال کیا تھا اپنے بیٹے کے متعلق کہ وہ مرگیا ہے
اور حج نہیں کر سکا۔ تو آپؐ نے فرمایا تو پھر تم اس
کی طرف سے حج کرو (انتہی مختصراً) اس کے بعد شیخ
موصوف فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس امر پر
اجماع اور اتفاق ہے کہ میت کا قرضہ بعد میں ادا
کرنے سے ساقط ہوجاتا ہے۔ اگرچہ ادا کرنے والا
کوئی بیگانہ ہو یا اس کے مال متروکہ سے بھی ادا نہ
کیا جائے۔ اور حدیث قتادہؓ کی اس کا ثبوت دیتی
ہے کہ اس نے ایک میت کی طرف سے دو دینار کی
ضمانت دی تھی اور جب ادا کر دیئے تو حضور علیہ السلام
نے فرمایا کہ اب تو نے اس کے جسم کو ٹھنڈا کیا ہے اب

واما قراءة القرآن فقال الشيخ
في اول كتاب الروح في المسألة
الاولى وقد ذكر عن جماعة من السلف
انهم اوصوا ان يقرأ عند قبورهم
وقت الدفن قال عبد الحق يروى
ان عبد الله بن عمر أمر ان يقرأ
عند قبره سورة البقرة وممن
رأى ذلك لعلي بن عبد الرحمن
وكان الامام احمد ينكر ذلك
اولا حيث لم يبلغه فيه اثر
ثم رجع عن ذلك وقال
الخلال[1] في الجامع كتاب القراءة
عند القبور اخبرنا العباس
بن محمد الدوري ثنا يحيى
بن معين ثنا مبشر الحلبي
حدثني عبد الرحمن بن
العلاء بن الحلاج عن ابيه
قال قال ابي اذا انا مت
فضعني في اللحد وقل بسم الله
وعلى سنة رسول الله وسن
علي التراب سنا واقرأ عند رأسي
بفاتحة البقرة وخاتمتها فاني سمعت
عبد الله بن عمر يقول ذلك انتهى
مختصرا ثم قال الشيخ بعد ايراد

رہی تلاوتِ قرآن، تو اس کے متعلق بھی شیخ موصوف
نے اپنی تصنیف کتاب الرُّوح کے آغاز میں مسئلہ
اوّل کہہ کر بیان کیا ہے کہ سلف صالحین کی
ایک جماعت سے روایت ہے کہ انہوں نے
مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ دفن کے وقت
ان کے پاس قرآن شریف پڑھا جائے۔ شیخ
عبدالحق کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے
روایت ہے کہ آپ نے حکم دیا تھا کہ میری قبر کے
پاس سورۂ بقرہ پڑھی جائے اور مجوزین میں سے
ایک حضرت علی بن عبدالرحمٰن بھی ہیں اور حضرت احمد
بن حنبلؒ جب تک کہ آپ کو کسی صحابی کا عمل معلوم
نہ تھا۔ اس کے منکر تھے۔ پھر آپ نے رجوع کر لیا
اور جناب خَلّال اپنی جامع میں بعنوان دیگر
کہ قبر کے پاس تلاوتِ قرآن جائز ہے لکھتے ہیں
کہ عباس بن محمد دوری نے ہمیں بتایا تھا کہ یحییٰ بن
معین نے ہمیں بتایا تھا کہ معشر حلبی نے کہا ہے
کہ عبدالرحمٰن بن علاء بن حلاج اپنے باپ سے
روایت کرتا ہے کہ میرے باپ نے کہا تھا کہ جب
مَیں مر جاؤں تو مجھے لحد میں رکھتے ہوئے یُوں کہو
بسم اللہ علیٰ سنت رسول اللہ۔ پھر مجھ پر مٹی ڈال
جانا اور میرے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی اور
آخری آیات پڑھنا کیونکہ مَیں نے حضرت عبداللہ
بن عمر سے سنا ہُوا ہے کہ آپ یُوں کہا کرتے تھے
(انتہیٰ مختصراً)، اس کے بعد کہ شیخ موصوف عقلی

(١) ابو بكر احمد خلال البغدادي الحنبلي توفي سنة ٣١١ هـ. [٩٢٣ م.]

الادلة العقلية والنقلية و
هذه النصوص متظاهرة على
وصول ثواب الاعمال الى الميت
اذا فعله الحي عنه وهذا
محض القياس فان الثواب
حق العامل فاذا وهبه لاخيه
المسلم لم يمنع من ذلك
كما لم يمنع من هبة ماله
في حياته وابرائه له منه بعد موته
وقد نبه النبي صلى الله عليه
وسلم بوصول ثواب الصوم
الذي هو مجرد ترك ونية
تقوم بالقلب لا يطلع عليه
الا الله وليس بعمل الجوارح
وعلى وصول ثواب القراءة
التي هي عمل باللسان تسمعه
الاذن وتراه العين بطريق
الاولى۔ ويوضحه ان الصوم نية
محضة وكف النفس عن المفطرات
وقد اوصل الله ثوابه الى الميت
فكيف بالقراءة التي هي عمل و
نية بل لا تفتقر الى النية فوصول
ثواب الصوم الى الميت فيه تنبيهٌ
على وصول سائر الاعمال

اور نقلی دلائل دے چکے ہیں. فرماتے ہیں کہ یہ تصریحات
اس امر پر متفق ہیں کہ جب زندہ میت کی طرف سے
کوئی عمل کرتا ہے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے
اور عقل کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ گو ثواب عمل کرنے
والے کا حق ہے مگر جب وہ اپنے مُسلم بھائی کو
بخش دیتا ہے تو کوئی ممانعت نہیں ہوتی جسطرح
کہ اس امر کی ممانعت نہیں کہ اسکی زندگی میں
اپنا کچھ مال بخشدے یا اسکی موت کے بعد اسکو مال کی
ادائیگی سے بری الذمہ کردے. خود رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبردار کردیا ہے کہ روزہ
کا ثواب میت کو پہنچتا ہے حالانکہ وہ روزہ صرف
ترکِ اکل وشرب اور نیت کا نام ہے اور نیت کا تعلق
صرف دل سے ہے جسپر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
مطلع نہیں ہوتا اور یہ روزہ کوئی محسوس جسم کا عمل
نہیں اور آنحضرت علیہ السلام نے یہ بھی بتا دیا ہے
کہ قرأۃ قرآن کا ثواب بھی بطریق اولے پہنچتا ہے
جو زبان کا عمل ہے اور اسے کان سنتے ہیں اور آنکھ
دیکھتی ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ روزہ صرف نیت
ہے اور روزہ شکن امور سے اپنے نفس کو روکنے کا نام
ہے. اور خدا اسکا ثواب میت کو پہنچا دیتا ہے تو
بھلا قرأۃ قرآن کا ثواب کیوں نہ پہنچے گا جو عمل اور
نیت سے مرکب ہے بلکہ اس میں نیت کی بھی ضرورت
نہیں ہوتی پس میت کو روزہ کے ثواب کے پہنچنے
میں اس امر کا اشارہ ہے کہ باقی اعمال کا ثواب بھی

والعبادات قسمان مالیّة و بدنیة وقد نبّه الشارع بوصول ثواب الصدقة علی وصول ثواب سائر العبادات المالیة و نبّه بوصول ثواب الصوم علی وصول ثواب سائر العبادات البدنیة و اخبر بوصول ثواب الحج المرکب من المالیة و البدنیّة فالانواع الثلثة ثابتة بالنص والاعتبار وباللّٰه التوفیق۔

ثم قال الشیخ قال المانعون قال اللّٰه تعالیٰ و ان لیس للانسان الا ما سعی وقال لا تجزون الا ما کنتم تعملون وقال لها ما کسبت وعلیها ما اکتسبت وقد ثبت عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال اذا مات العبد انقطع عملہ الا من ثلاث صدقة جاریة علیہ او ولد صالح یدعو لہ او علم ینتفع بہ من بعدہ فاخبر انہ انما ینتفع بما کان تسبب الیہ فی الحیوة وما لم یکن قد تسبب فہو منقطع عنہ

میت کو پہنچتا ہے۔ اب عبادات دو قسم ہیں مالی اور بدنی اور تیسری ان کے مرکب کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے ثواب صدقہ کے پہونچنے میں باقی عبادات مالیہ کے پہنچنے پر اشارہ کر دیا ہے اور روزہ کے ثواب پہنچنے میں آپنے اشارہ کیا ہے کہ تمام عبادات بدنیہ کا ثواب پہنچتا ہے۔ اور آپ نے حج کے ثواب پہنچنے کی بھی خبر دی ہے جو عبادت مالی اور بدنی سے مرکب ہے پس تینوں قسم کا ایصال ثواب نص اور قیاس شرعی سے ثابت ہو گیا وباللّٰہ التوفیق۔

پھر شیخ موصوف لکھتے ہیں کہ مخالفین کی دلیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا اور یہ بھی فرمایا کہ تم کو اسی کا بدلہ ملیگا جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ انسانی نفس کے لئے وہ نیک عمل کام آئیگا جو اس نے کمایا ہوگا۔ اور اس پر اس بدعملی کا بوجھ پڑیگا جو نفس پروری کے لئے اس نے کمائی ہوگی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ انسان مرتا ہے تو اس کے عمل بند ہو جاتے ہیں۔ سوائے تین صورت کے کہ صدقہ جاریہ ہو جو اس کے نام پر چلتا رہے یا اولاد نیک ہو جو اسے نیک دعا دے یا مفید تعلیم ہو جس سے اس کے بعد لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ بہرحال حضور علیہ السلام نے وہ اعمال نافعہ بتائے ہیں کہ جن میں بحالت حیات خود انسان کی اپنی کوشش کا کچھ دخل ہو اور جنہیں اس کا کچھ دخل نہیں۔ وہ عمل

ثم ذكر الشيخ دلائل عقيدتهم واعتراضاتهم على المجوزين وقال اصحاب الوصول ليس في شيئ مما ذكرتم ما يعارض ادلة الكتاب والسنة واتفاق سلف الامة ومقتضىٰ قواعد الشرع اما قوله تعالىٰ وان ليس للانسان الا ما سعىٰ فقد اختلفت طرق الناس في المراد بالاية فقالت طائفة المراد بالانسان ههنا الكافر واما المؤمن فله ما سعىٰ وما سُعِي له وقالت طائفة الاية اخبار شرع من قبلنا وقد دل شرعنا على انه له ما سعى وما سعي له وقالت طائفة اللام بمعنى على اي و ليس على الانسان الا ما سعىٰ وقالت طائفة في الكلام حذف تقديره وان ليس للانسان الا ما سعىٰ او سعي له وقالت طائفة اخرى الاية منسوخة بقوله تعالىٰ والذين امنوا واتبعتهم ذريتهم بالايمان الحقنا بهم ذريتهم

ضرور بند کئے جائینگے۔ اس کے بعد شیخ موصوف نے انکے عقائد کے دلائل بیان کئے ہیں اور مجوزین ایصالِ ثواب پر انکے اعتراضات لکھے ہیں۔ پھر جو ایصالِ ثواب کے قائل ہیں انہوں نے مخالفین کو یوں خطاب کیا ہے کہ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے۔ اس میں ایک دلیل بھی ایسی نہیں جو ہماری تحقیق کے مخالف ہو جو ہم نے کتاب وسنہ اور اجماع سلف صالحین اور نتائج قیاس شرعیہ سے پیش کی ہے کیونکہ یہ آیت کہ لیس للانسان الّا ما سعیٰ مفسّرین کے درمیان مختلف فیہ ہے کہ اس انسان سے کیا مراد ہے۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ اس سے مراد کافر انسان ہے اور مومن انسان کیلئے اس کی اپنی کمائی بھی مفید ہے اور وہ کمائی بھی مفید ہے جو غیر کی طرف سے اس کیلئے کی جائے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہ آیت پہلی شریعتوں کی خبر دیتی ہے۔ ورنہ ہماری شریعت میں تو اپنی اور غیر کی کمائی دونوں ثابت ہیں۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ (لام بمعنی عَلیٰ ہے اور) اس کا یہ معنی ہے کہ انسان کا نقصان اسی کی کمائی سے ہوگا غیر کی بدعملی سے اسے نقصان نہیں پہنچیگا۔ ایک فریق کا خیال ہے کہ اس مقام پر (او سُعِیَ لَہٗ) مقدر ہے تو اصل آیت یوں ہوگی کہ لیس للانسان الا ما سعیٰ او سُعِیَ لَہٗ ایک فریق کہتا ہے کہ یہ آیت ہی منسوخ ہے اس آیت سے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انکی اولاد ایمان لانے میں انکی تابع ہے تو ہم انکی اولاد کو ان ہی کی

وھذا منقول عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وقالت طائفۃ اخری المراد بالانسان الحی دون المیت۔ قال الشیخ رحمہ اللہ تعالی وھذہ التاویلات کلھا من سوء التصرف فی اللفظ العام۔ ولم یرض بہ الشیخ ثم قال و قالت طائفۃ اخری وھو جواب ابی الوفاء بن عقیل[1] قال الجواب الجید عندی ان یقال الانسان بسعیہ وحسن عشیرتہ اکتسب الا صدقاء واولد الاولاد و نکح الازواج واسدی الخیر وتودّدا الی الناس فترحموا علیہ واھدوا لہ العبادات وکان ذلک اثر سعیہ کما قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اطیب ما اکلہ من کسبہ وان ولدہ من کسبہ۔ وھذا جواب متوسط یحتاج الی تمام فان العبد بایمانہ وطاعتہ للہ ورسولہ قد سعی فی انتفاعہ بعمل اخوانہ المؤمنین مع عملہ کما ینتفع بعملھم فی الحیوۃ مع عملہ فان المؤمنین ینتفع بعضھم بعمل بعض فی الاعمال التی یشترکون فیھا کالصلوۃ فی جماعۃ ثم قال فدخول المسلم مع

شامل کر دیئے گئے اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ اس سے مراد زندہ انسان ہے، مُردہ انسان مراد نہیں شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ یہ تمام تاویلیں آیت کے عام لفظ کو بُری طرح بگاڑتی ہیں اسئے ہم انکو پسند نہیں کرتے۔ پھر ایک اور جماعت کا قول نقل کرکے فرماتے ہیں کہ یہ جواب ابوالوفا بن عقیل کی طرف سے دیا گیا ہے چنانچہ اس نے کہا ہے کہ بہتر جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ انسان اپنی کوشش سے اور اپنی توم نے نیک سلوک سے دوست پیدا کر لیتا ہے بچے پیدا کرتا ہے بیوی سے نکاح کرتا ہے۔ غیر سے بھلائی کرتا ہے۔ اور لوگوں سے دوستانہ گانٹھتا ہے تو لوگ اسپر رحم کرتے ہیں اور عبادات کا تحفہ دیتے ہیں تو یہ سب اسی کی کوشش کا نتیجہ ہوگا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انسان کی بہتر خوراک وہ ہے جو اپنی کمائی سے کھائے۔ اس کی اولاد بھی اسی کی کمائی ہے مگر یہ جواب نامکمل ہے اس لئے اسے تکمیل کی ضرورت ابھی باقی ہے۔ کیونکہ انسان اپنے ایمان سے اور خدا و رسول کی اطاعت سے اپنے عمل کے علاوہ اپنے مُسلم بھائیوں کے عمل سے بھی فائدہ اٹھانے میں کوشش کرتا ہے جیسا کہ زندگی میں اپنے عمل کے ہوتے ہوئے انکے عمل سے فائدہ اٹھاتا ہے کیونکہ مسلمان ایک دوسرے کے ایسے عمل سے فائدہ اٹھایا کرتے ہیں جس میں ملکر شریک کار ہوں جیسے باجماعت نماز ادا کرنا وغیرہ۔ پھر شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ مومن کا مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہونا اور ان سے برادری

(۱) ابوالوفاء علي بن عقیل الحنبلي توفي سنة ٥١٣ هـ. [١١١٩ م.] في بغداد

جملة المسلمين في عقد الاسلام من اعظم
الاسباب في وصول نفع كل من المسلمين
الى صاحبه في الحيوٰة وبعد
مماته ثم قال فالعبد بايمانه
قد تسبب الى وصول هذا الدعاء
اليه فكانه من سعيه يوضحه
ان الله سبحانه جعل الاعادة
سببا لانتفاع صاحبه بدعاء
اخوانه من المومنين وسعيهم
فاذا اتى به فقد سعى في السبب
الذي يوصل اليه ذالك وقد
دل على ذالك قول النبي
صلى الله عليه وسلم لعمرو
بن العاص[1] ان اباك لو اقر
بالتوحيد نفعه ذالك
يعني العتق الذي فعل عنه
بعد موته فلو اتى بالسبب
لكان قد سعى في عمل يوصل
اليه ثواب العتق وهذه
طريقة لطيفة حسنة جدا
انتهى ما ذكره الشيخ ابن القيم
الجوزية رح في كتاب الروح
في المسئلة السادسة عشر
بالاختصار قال العبد الضعيف

کا معاہدہ قائم کرنا ہی ایک بڑا سبب ہے اس امر کا
کہ ہر ایک مسلم کو اپنے بھائی کی طرف سے فائدہ پہنچے
زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی۔ پھر شیخ فرماتے
ہیں کہ انسان اپنے ایمان کی وجہ سے اپنے حق میں
دعائے خیر لینے کا باعث ہوتا ہے تو گویا یہ دعا بھی
اسی کی کوشش ہے۔ اس کی وضاحت اس سے
ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عبادت کو اس
امر کا سبب بنایا ہے کہ وہ عابد اپنے مسلم بھائیوں
کی دعا اور سعی سے فائدہ اٹھائے تو انسان جب
عبادت کرتا ہے تو وہ گویا اس سبب کے پیدا کرنے میں
کوشش کرتا ہے جس کے طفیل سے وہ فائدہ لے
پہنچایا جاتا ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
فرمان بھی دلالت کرتا ہے جو آپ نے عمرو بن عاص
کو فرمایا تھا جبکہ اسکا باپ بحالت کفر مرگیا اور
اس نے اسکی طرف سے ایک غلام آزاد کیا کہ اگر وہ
توحید کا قائل ہوجاتا تو یہ غلام آزاد کرنا اسے مفید
پڑتا جو اس کی موت کے بعد اسکی طرف سے آزاد کیا
گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر وہ سبب پیدا کرتا تو گویا
یوں سمجھا جاتا کہ وہ ایسا کام کرتا تھا جو اسکو غلام
آزاد کرنے کا ثواب پہنچا دیتا۔ یہ طریق جواب بہت
لطیف اور خوب ہے۔ اب وہ تمام مضمون مختصر طور
پر یہاں ختم ہوگیا ہے جو شیخ ابن قیم جوزی نے
اپنی تصنیف کتاب الروح کے سولھویں مسئلہ میں
درج کیا ہے۔ اب عبد ضعیف (مولف رسالہ ہذا)

(١) عمرو بن العاص توفي سنة ٤٣ هـ. [٦٦٣ م.] في مصر

مسئلة بشرية سيدنا محمد عليه السلام

ان قلت لاحد ليس لك من
الدنيا الا ما تملكه وجاء احدٌ
واعطاه مالاً كثيرًا فلا يعارض
ما حصل له قولك ليس لك
من الدنيا الا ما تملكه انتهى - و
من تلك المسائل مسئلة البشرية
لسيدنا رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقال قوم من اطلق
البشرية على النبي صلى الله عليه
وسلم فقد كفر لان في هذا
الاطلاق توهين للرسول والكفار
كانوا يقولون انما انت بشر وقال
قوم هو بشر مثلنا لان الله تعالى
امره بقوله قل انما انا بشر مثلكم
ومنزلته عندنا بمنزلة الاخ
الاكبر وليت شعري باي وجه سموه
الاخ الاكبر ان كان مرادهم بالاكبرية
المتقدم في الزمان فقط فابو اللهب[1] احق
باخويتهم لاتفاقهم معه في تحقير النبي
صلى الله عليه وسلم وان كانت الاكبرية
بالرتبة والتقرب الى الله تعالى فاى
مناسبة لهم به صلى الله عليه وسلم وان
كان مرادهم اخوة الاسلام فما معنى الاكبر
فانما المؤمنون اخوة ووقع الطائفتان

کہتا ہے کہ اگر تم کسی سے یوں کہدو کہ تیرے پاس
تو صرف دنیاوی مال وہی ہے جس کے تم ابھی مالک
ہو۔ مگر کسی نے آکر اسکے بعد اسے بہت مال دیدیا
تو اس واقعہ سے تمہارا وہ پہلا کہنا غلط نہ ہوگا
کہ تم صرف اتنے مال کے ہی مالک ہو۔ جو اب تمہارے
پاس ہے (انتہی) متنازع فیہ مسائل میں سے ایک
مسئلہ بشریت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے
ایک جماعت کا قول ہے کہ جو شخص آپ پر بشر کا لفظ
استعمال کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اسمیں حضور
علیہ السلام کی توہین ہوتی ہے کیونکہ کافر ہتک کرتے ہوئے
یہ لفظ کہا کرتے تھے کہ تم آخر بشر ہی ہو۔ ایک فریق کا قول
ہے کہ آپ ہمارے جیسے ہی بشر تھے کیونکہ آپکو خدا نے حکم
دیا ہے کہ آپ کہدیں کہ میں تو تمہارے جیسا ہی انسان ہوں
اور ہمارے نزدیک آپ کا مرتبہ بڑے بھائی کے برابر ہے
مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ کس وجہ سے ان لوگوں نے رسول
کو بڑا بھائی بنایا ہے کیونکہ اگر اس بڑائی سے مراد پہلے زمانہ
میں ہونا مراد ہے تو ابولہب کو زیادہ مستحق ہے کہ انکا بھائی
بن جائے کیونکہ وہ نبی علیہ السلام کی توہین پہلے زمانہ میں
ان سے متفق ہو گیا ہے اور اگر بڑائی سے مراد مرتبہ کی بڑائی
ہے یا قرب الہی کی بڑائی مراد ہے تو ان کو حضور علیہ السلام سے
کوئی بھی تناسب حاصل نہیں ہے اور اگر ان کی مراد اسلامی
برادری ہے تو پھر بڑا بھائی کہنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ
تمام مؤمنین چھوٹے بڑے یکساں بھائی ہیں۔ بہرحال یہ دونوں
فریق افراط و تفریط میں پڑے ہوئے ہیں حق بات یہ ہے کہ

(١) ابو اللهب الخبيث عم النبي ﷺ وعدوه مات بعد غزوة بدر ثمانية ايام زوجته ام جميلة كانت اخت ابي سفيان

فی الافراط و التفریط والحق ان فی المسئلۃ
تفصیل فالبشر اسم لاولاد آدم علیہ السلام
بمعنی الانسان وسماہ اللہ تعالیٰ بشرا فقال
تعالیٰ انی خالق بشرا من طین والنبی صلی اللہ
علیہ وسلم سید اولاد آدم فاذا کان الاب
بشرا لابد ان یکون الولد بشرا لکن البشر لہ
صفات وخصوصیات ان ارتقی الی
درجات القرب کان افضل من الملئکۃ
وان نزل الی درکات البعد کان ارذل
من الشیاطین فالانبیاء علیہم الصلوۃ
والسلام عمومًا وسیدنا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم بالخصوص ارتقی بفضل اللہ و
رحمتہ الی اقصی درجات القرب والتمکین
حتی کان فی مقام قاب قوسین او ادنی
لان فضل اللہ کان علیہ عظیما ومع ذلک
القرب ہو بشر و انسان بقی الکلام فی المثلیۃ
الواردۃ فی القرآن فالمثلیۃ ثابتۃ لاشتراک
الناس معنی ماہیۃ البشریۃ والانسانیۃ
لا فی خصوصیاتہا وصفاتہا ویکفی فی
المثلیۃ الاشتراک فی الصفۃ الواحدۃ و
لا یلزم الاشتراک فی جمیع الصفات فانک
اذا قلت زید مثل الاسد فمقصودک
اشتراک الزید مع الاسد فی صفۃ الشجاعۃ
فقط لا فی جمیع صفات الاسد لانہ سبع والزید

اس مسئلہ کی تشریح یوں کی جائے کہ بشر اولاد آدم علیہ السلام
کا نام ہے جس کے معنے انسان ہے۔ خدا نے آدمؑ کو بھی بشر کہا
ہے۔ چنانچہ خدا نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں مٹی سے ایک بشر
پیدا کروں گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آدم علیہ السلام
کی ہی اولاد ہیں اور جب باپ بشر ہے تو بیٹا بھی ضرور بشر ہی
ہوگا مگر اس کے علاوہ بشر کے اور اوصاف اور خاصیتیں بھی
ہیں جن کی وجہ سے وہ قرب الٰہی تک پہنچتا ہے اگر وہ یہاں
پہنچ گیا تو فرشتوں سے بھی افضل ہوگا اور اگر بارگاہ الٰہی سے
دوری کے گڑھوں میں گر گیا تو شیطان سے بھی زیادہ رذیل
ہوگا تو انبیاء علیہم السلام عمومًا اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم خصوصًا خدا کے فضل و کرم سے قرب الٰہی کے اعلیٰ درجات
پہ پہنچ چکے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ تو قاب قوسین او ادنیٰ
کے مقام تک پہنچے ہوئے ہیں۔ کیونکہ خدا کا فضل آپ پر بیحد تھا
باوجود اس قرب الٰہی کے پھر بھی آپ بشر اور انسان ہی
ہیں۔ اب یہ بحث باقی ہے کہ قرآن شریف میں جو مثلکم آتا ہے
اس سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسانی حقیقت
میں اشتراک کی وجہ سے آپ کو دوسروں سے مساوات حاصل
ہے مگر بشر کی خصوصیات اور اعلیٰ صفات میں ان سے الگ
ہیں اور مساوات فی البشریۃ کے لئے صرف ایک وصف بھی
کافی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ آپ باقی صفات کاملہ میں بھی
دوسروں کے مساوی ہوں یا وہ آپکے مساوی ہوں جیسا کہ
تم یوں کہتے ہو کہ زید شیر ہے تو تمہارا مقصود صرف یہ ہوتا ہے
کہ زید شیر کے ساتھ شجاعت میں مساوی اور شریک ہے۔ باقی
صفات شیر میں شریک نہیں کیونکہ شیر وحشی جانور ہے اور زید

انسان ولنعم ما قيل في المثل السائر محمد صلى الله عليه وسلم بشر لا كالبشر بل هو كالياقوت بين الحجر وما ادري لاي سبب ينفون البشرية عنه صلى الله عليه وسلم فان البشرية هي سبب لتصديق رسالته ومعجزاته وخوارق عاداته فان المعجزات وخوارق العادات تصير سببا لتصديق دعوى الرسالة اذا صدرت من البشر واما ان صدرت من الملك او من الجن والشياطين فاي غرابة فيه فان خوارق العادات من الملئكة والشياطين امر عادي بل مفهوم المعجزة وخرق العادة يتصور بالنسبة الى الانسان بان غير الانبياء عليهم الصلوة والسلام يعجزون عن الاتيان بمثله فلذا سميت المعجزة خرق العادة اي خرق عادة بني ادم لا خرق عادة الملئكة والشياطين قالوا انه صلى الله عليه وسلم نور لان الله سبحانه وتعالى قال يا ايها الناس قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين قلنا آمنا وسلمنا انه نور لكن النورانية تصير سببا للمدح اذا صار البشر نورا بارتقائه من كثافة البشرية الى معارج النور الاصلي اما غير البشر

انسان ہے۔ ایک مشہور ضرب المثل میں خوب کہا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشر تو ہیں مگر عام بشر کی مانند نہیں بلکہ آپ یاقوت کی طرح ہیں کہ وہ بھی پتھر تو ہوتا ہے مگر اُسے یاقوت کہتے ہیں پتھر نہیں کہتے۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ لوگ حضور علیہ السلام سے بشریت کی نفی کیوں کرتے ہیں حالانکہ بشریت ہی آپکی رسالت کی تصدیق اور آپکے معجزات اور خرق عادات کی تصدیق کا سبب ہے۔ کیونکہ انسان سے جب معجزات صادر ہوں یا خرق عادات تو یہی تصدیق رسالت کا سبب بنا کرتے ہیں۔ ورنہ اگر یہ سب کچھ فرشتوں سے صادر ہوں یا جن اور شیطان سے پیدا ہو تو کچھ تعجب نہ ہوگا۔ کیونکہ خرق عادات فرشتوں اور شیاطین سے ایک مسلمہ اور عادی امر ہے بلکہ معجزہ اور خرق عادت کی حقیقت ہی انسان سے تعلق قائم کرنے کے ساتھ پیدا ہوا کرتی ہے کہ دوسرے انسان انبیاء علیہم السلام کے بغیر ایسا کرنے سے عاجز ہوا کرتے ہیں اسی بنا پر معجزہ کو خرق عادت کا نام دیا گیا ہے یعنی معجزہ بنی آدم کی روزمرہ عادت کے خلاف ہوتا ہے۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ وہ معجزہ فرشتوں یا شیاطین کی طاقت سے بھی باہر ہوتا ہے۔ صوفی یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نور ہیں کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کا نور آیا ہے اور روشن کتاب (قرآن مجید) لایا ہے۔ اسلئے آپکو بشر کہنا صحیح نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ہمیں بھی تسلیم ہے اور ہمارا بھی ایمان ہے کہ آپ نور ہیں مگر نورانیت انسان اور بشر ہی کے لئے تعریف کا سبب بنتی ہے جبکہ وہ کثافت بشری سے نکل کر اصلی نورانیت کے بلند مراتب پر ترقی کر جائے اور جب

ان اتصف بالنور فالنورانية
فيه طبعية لا كسبية قال الله تعالى
والقمر نورا فالقمر ما ارتقى من كثافة
المادية الى النورانية بكسبه بل
خلقه الله تعالى نورا فيكون نورانيته
طبعية وليس فيه غرابة ومدح معتد
به قال الله تعالى يهدى الله لنوره
من يشاء فالبشرية الصافية عن
الكدورات النفسانية مدح واى
مدح وكمال اى كمال والعجب من القوم
كيف زعموا الكمال نقصا والمدح ذما
انتهى. ومن تلك المسائل مسئلة التعظيم
لغير الله تعالى قال قوم التعظيم لغير الله
شرك او كفر او بدعة على اختلاف آرائهم
قال المؤلف وفقه ربه لما يحب ويرضى
انى الفت كتابا قبل هذا باعوام وسميته
[1] بالاصول الاربعة فى ترديد الوهابية وبوبته
وفتحت فيه بابا عنوانه الباب
الاول فى جواز التعظيم لغير الله تعالى
وشاع الكتاب بعد الطبع ووصل
الى من يدعى العلم من جماعتهم فقال
غير الله يدخل فيه الاصنام والاوثان
وتعظيم الاصنام شرك.
اقول عجيب له انا ما قلت

مسئلة التعظيم لغير الله

انسان کے بغیر اگر کوئی (مثلاً فرشتہ) نورانیت سے
موصوف ہو جائے تو اس کی یہ تعریف شمار نہ ہوگی کیونکہ
نورانیت اس میں فطرتی ہوتی ہے۔ بعد میں حاصل نہیں کی
چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے چاند کو نور بنایا تو چاند نے کثیف
مادہ سے نورانیت کی طرف ترقی نہیں کی بلکہ خدا نے اسے
منور ہی پیدا کیا ہے تو اس کی نورانیت فطرتی ہوگی جس میں
نہ کوئی تعریف نکلتی ہے اور نہ قابل قدر روح پیدا ہوتی ہے
خدا نے فرمایا ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت
کرتا ہے پس ایسی بشریت جو نفسانی کدورتوں سے صاف
ہو ایک بڑی تعریف اور مدح ہے اور بہت بڑا کمال ہے۔
مجھے اپنے لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ وہ کیسے کمال کو نقص بناتے
ہیں اور کس طرح مدح کو مذمت سمجھ رہے ہیں (انتہی) مختلف
فیہ مسائل میں سے غیر اللہ کی تعظیم بھی ہے چند لوگوں کا خیال ہے
کہ غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے یا کفر ہے یا بدعت ہے۔ اس میں
ان کی رائیں مختلف ہیں مؤلف رسالہ ہذا کہتا ہے (خدا اسے
اس امر کی توفیق دے جسے وہ پسند کرتا ہے) کہ میں اس رسالہ سے
پہلے کئی سال ایک کتاب تصنیف کر چکا ہوں جس کا نام
ہے "الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ" جس میں کئی باب ہیں
اور ایک خاص باب اس عنوان سے لکھا ہے کہ باب اول غیر اللہ
کی تعظیم میں اور وہ کتاب چھپ کر شائع بھی ہو چکی ہے اور
جماعت مخالفین کے اہل علم کے پاس پہنچ بھی چکی ہے کہ
تاہم مخالف کہتا ہے کہ غیر اللہ میں بت اور مورتیاں بھی
داخل ہیں اسلئے تم انکی بھی تعظیم کیا کرو۔ حالانکہ یہ صحیح ہے کہ بتوں
کی تعظیم شرک ہے اور جواب میں میں کہتا ہوں کہ میں یہ نہیں کہتا

(۱) طبع فی استنبول سنة ١٤١٢ هـ. [١٩٩١ م.] مرة ثانية

جمیع غیر الله حتی یدخل فیه الاصنام
اما قال تعالی ان الانسان لیطغی
ان راه استغنی الا تدخل الانبیاء علیهم
السلام فی نوع الانسان وکیف یحکم
علیهم بالطغیان اما قال تعالی یا
بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد
الا تدخل الکفار فی بنی آدم وکیف یکون
زینتهم عند کل مسجد وامثال ذلك
کثیر فی القرآن کما فی قوله تعالی قتل
الانسان ما اکفره وغیره ذلك فان
دخل الاصنام فی عموم غیر الله یدخل
الانبیاء المعصومون فی الطغیان والکفار
فی المساجد بزعمهم فما کان جوابهم
کان جوابنا نعم بعض غیر الله الذی
امر الله بتعظیمه یجب تعظیمه اما
قال الله تعالی ومن یعظم شعائر الله
فانها من تقوی القلوب والصفا و
المروة من شعائر الله قال الله
تعالی ان الصفا والمروة من
شعائر الله وهما جبلان بقرب
الحرم المکی وقال تعالی والبدن
جعلناها لکم من شعائر
الله والمزدلفة والمنی
من شعائر الله قال الله

کہ جمیع غیر اللہ قابل تعظیم ہیں تاکہ انہیں بت بھی شامل
ہوں کیا خدا تعالیٰ نے یوں نہیں کہا کہ انسان سرکشی
کرتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ خود مالدار ہے تو کیا انبیا
علیہم السلام نوع انسانی میں داخل نہیں ہیں؟ اگر
ہیں تو انپر سرکشی کا حکم کیسے صحیح ہوگا۔ خدا نے یہ
بھی کہا ہے کہ اے بنی آدم ہر مسجد اور نماز کے وقت
اپنی زینت حاصل کرو تو کیا کفار بنی آدم میں داخل
نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو ہر ایک نماز میں انکی زینت کیسے
ہوگی۔ غرضیکہ اس قسم کی مثالیں قرآن میں بہت ہیں
چنانچہ یہ ایک اور مثال ہے کہ خدا نے کہا ہے کہ انسان
بڑا کافر ہے جس سے مراد تمام انسان نہیں۔ اس کے
سوا اور بھی کئی ایک مثالیں ہیں پس اگر غیر اللہ کے عام
لفظ میں بت داخل ہیں تو انبیائے معصوم بھی طغیان
میں داخل کرنے پہنچیں گے اور کفار بھی انکے خیال میں داخل
صلوٰۃ ہوں گے تو جو جواب تم دوگے وہی جواب ہم دینگے
مگر ہاں بعض غیر اللہ وہ بھی ہیں جن کی تعظیم کا حکم خود خدا
نے دیا ہے اسلئے انکی تعظیم واجب ہوگی۔ کیا خدا نے
یوں نہیں کہا کہ جو خداوندی یادگاروں کی تعظیم کرتا ہے تو
تعظیم انکے دل کے تقویٰ کی علامت ہے۔ کوہ صفا و
کوہ مروہ بھی اللہ کی یادگار ہیں۔ چنانچہ صاف لفظوں میں
خدا نے کہا ہے کہ بیشک صفا و مروہ اللہ کے شعائر میں سے
جو کہ حرم مکہ کے قریب دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں
یہ بھی کہا ہے کہ بڑے جانور (اونٹ اور گائے) خدا نے
تمہارے لیے اپنی یادگار بنائے ہیں۔ مزدلفہ اور منیٰ بھی شعائراللہ

تعالیٰ فاذکروا اللہ عند المشعر
الحرام واما کان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم یستلم الحجر الاسود
الیس فی الاستلام معنی التعظیم و
امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتعظیم
الوالدین قال اللہ تعالیٰ فی حقہما ولا
تقل لہما اف ولا تنہرہما وقل لہما
قولا کریما وقال ان اشکرلی و
لوالدیک الیس فی الایتین الامر
بتعظیم الوالدین قال اللہ تعالیٰ لا
یمسہ الا المطہرون الیس فیہ تعظیم القرآن
قال اللہ تعالیٰ وللہ العزۃ ولرسولہ
للمؤمنین الیس فی الایۃ التعظیم للرسول
وللمؤمنین قال اللہ تعالیٰ لا ترفعوا
اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ
بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط
اعمالکم وانتم لا تشعرون الیس
فی الایۃ التعظیم لرسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم الی
غیر ذلک من الایات والاحادیث
فی ھذا الباب فان سلمتم
وجوب التعظیم لہؤلاء
المذکورین فما معنی قولکم
التعظیم لغیر اللہ حرام

ہیں۔ چنانچہ خدا نے کہا ہے کہ مشعر حرام (مزدلفہ ومنی)
میں اللہ کا ذکر کرو۔ ارے یہ تو بتاؤ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم حجر اسود کو کیا نہیں بوسہ دیا کرتے تھے؟ تو کیا
بوسہ دینے میں تعظیم نہیں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے تو خود والدین کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور خدا تعالےٰ
نے بھی کہا ہے کہ اے انسان تو اپنے ماں باپ کو اُن
کے جواب میں یہ بھی نہ کہو کہ (اُف) میں تمہارے کہنے
سے بیزار ہوں بلکہ ان پر آواز نہ کسنا اور ان سے بات
کہنی ہو تو انسانیت سے کہنا پھر کہا کہ اے انسان میرا
شکر گزار اور اپنے ماں باپ کا بھی شکریہ ادا کر۔ اب بتاؤ کہ
کیا ان دونو آیتوں میں والدین کی تعظیم کا حکم نہیں؟ یہ
بھی کہا ہے کہ قرآن مجید کو پاک ہی ہاتھ لگائیں تو کیا اس
میں قرآن کی تعظیم نہیں؟ پھر کہا کہ اللہ اور رسول اور
مومنین کے لئے عزت ہے تو کیا اس آیت میں رسول اور
مومنین کی تعظیم نہیں بتائی گئی؟ پھر خدا تعالیٰ نے کہا
کہ نبی کی آواز سے اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور کوئی بات نبی
سے کہنی ہو تو گستاخی سے اونچی آواز کیساتھ مت کہو جس طرح
کہ تم ایک دوسرے کو کہہ لیتے ہو۔ ورنہ تمہارے نیک عمل
سب ضبط ہو جائیں گے اور تمہیں پتہ بھی نہ لگے گا۔ تو
کیا اس آیت میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم
مذکور نہیں؟ اس قسم کی اور بھی بہت آیات ہیں اور
احادیث بھی اس مضمون کے متعلق بہت ہیں پس اگر
تم مذکورہ الصدر مخلوق کی تعظیم کا وجوب تسلیم کرتے ہو تو
تمہارے اس قول کا کوئی مطلب نہ ہوگا کہ غیر اللہ کی تعظیم

وان انکرتم فما معنی الایات
المذکورة وما معنی قوله تعالی و
تعزروه وتوقروه وان اصررتم علی
ضلالتکم فنقول کما قال الله تعالی
أرأیت من اتخذ الٰهه هواه و
اضله الله علی علم وختم علی سمعه و
قلبه وجعل علی بصره غشاوة فمن
یهدیه من بعد الله فاذا کانت الاماکن
والجبال والدواب واجب التعظیم
بحکم القرآن فلا شك ان اولیاء
الله تعالی احیاءً او امواتاً من
عباد الله المؤمنین الصالحین کلهم
واجب التعظیم وقد مرّ ما قال
الله تعالی ولله العزة ولرسوله
وللمؤمنین الیس الاولیاء و
الصلحاء داخلین فی زمرة المؤمنین
وهو الذی قال لئن رجعنا الی
المدینة لیخرجن الاعز منها الاذل
ارادوا تحقیر من عظمه الله تعالی
فرد الله علیهم بقوله ولله العزة
ولرسوله وللمؤمنین
وتحقیر من عظمه الله تعالی
دیدن ای فریق
من المسلمین اما سمعوا

حرام ہوتی ہے ۔ بالفرض اگر تم اسے تسلیم نہیں کرتے تو آپ
ہمیں آیات مذکورہ بالا کا مطلب سمجھا دیں کہ کیا ہے؟ اور
اس آیت کا مطلب بھی بتا دیں کہ کیا ہے۔ وہ آیت یہ
ہے کہ تم اپنے نبیؐ کی عزت و توقیر کیا کرو اور اگر تم اپنی
گمراہی پر ہی اڑے رہے تو ہم تمہارے متعلق یہ آیت
پڑھ دینگے کہ کیا تم ایسے لوگ نہیں دیکھتے ہو جو ہوائے
پرستی کرتے ہیں؟ اور خدانے دیدہ دانستہ ان کو گمراہ کر دیا
ہے اور ان کے کان اور قلب پر مہر کر دی ہے اور آنکھ پر
پردہ ڈال دیا ہے تو اب خدا کے بعد ان کو کون ہدایت
دے سکتا ہے؟ پس جب مقامات مقدسہ اور پہاڑ اور
جانور بھی قرآنی حکم سے واجب التعظیم ٹھیرے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اولیاء زندہ ہوں یا مردہ
وہ سارے خدا کے نیک ایماندار بندے ہیں اور وہ
واجب التعظیم ہیں چنانچہ میں پہلے یہ آیت لکھ چکا ہوں
کہ عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور رسول کے
ماننے والوں کی۔ تو کیا اولیاء اللہ اور صلحاء اور مومنین
کی جماعت میں داخل نہیں؟ بھلا یہ بتاؤ کس نے کہا
تھا کہ اگر ہم مدینہ میں واپس آئینگے تو صاحب عزت ذلیل
کو وہاں سے نکال دیگا؟ میں بتاؤں، یہ منافقوں نے
کہا تھا اور وہ اس سے رسول علیہ السلام کی توہین چاہتے
تھے جس کو خدا نے واجب التعظیم قرار دیا تھا۔ اسلئے خدا
نے انکی تردید میں کہا کہ عزت تو اللہ اور رسول کی ہے اور
مومنین بھی ذی عزت ہیں۔ اب دیکھیں کون نکلتا ہے؟
سچ بتاؤ جس کو خدا واجب التعظیم ٹھیرائے اس کی توہین کرنا

قوله صلی الله علیه وسلم للانصار
حین جاء سعد بن معاذ رضی
الله عنه قوموا لسیدکم فأمر
بالقیام تعظیما له فان قیل الأمر
بالقیام کان لنزوله عن الدابة
لانه کان مریضا قلنا سوق الکلام
یشهد بخلاف ذلک لانه لو کان
المراد بالامر نزوله عن الدابة
فالمناسب ان یقول قم یا فلان
وانزل سعدا او قم یا فلان و یا
فلان وانزلا سعدا لکن الامر
بلفظ الجمع ولفظ السید فی
حقه رضی الله عنه ینادی باعلی
الصوت ان المراد بأمر قوموا لسیدکم
التعظیم والتوقیر اما علموا ان
الصحابة رضی الله عنهم کانوا خاشعین
فی مجلسه الشریف کان علی رؤسهم
الطیر والله یهدی من یشاء الی صراط
مستقیم۔ ومن تلک المسائل مسئلة
سماع الموتی قالوا الموتی لا یسمعون
مستدلین بقوله تعالی انک
لا تسمع الموتی وقوله تعالی
وما انت بمسمع من فی القبور
قلنا المراد بالموتی ومن فی القبور

المسئلة سماع الموتی

کس مسلمان کا کام ہے۔ کیا تم مخالفین نے رسول علیہ السلام
کا یہ حکم بھی نہیں سنا کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
لڑائی سے واپس آئے تھے تو آپ نے انصار سے کہا تھا کہ اپنے
سردار کا کھڑے ہو کر استقبال کرو تو یہ قیام تعظیمی تھا۔ اگر یہ
سوال کیا جائے کہ یہ حکم اس لئے تھا کہ آپ بیمار تھے تا کہ گھوڑے
سے آپکو آرام سے اتاریں۔ ورنہ تعظیم کے لئے یہ حکم نہ تھا۔ تو
ہم کہیں گے کہ اس واقعہ کے متعلق سلسلۂ کلام اس کے
خلاف ہے کیونکہ اگر گھوڑے پر سے اتارنا مراد ہوتا تو یوں
کہنا مناسب تھا کہ ارے فلاں آدمی اٹھو اور ان کو
گھوڑے سے اتار دو۔ یا یوں حکم ہوتا کہ ارے فلاں و فلاں
تم دونو اٹھو اور سعد کو گھوڑے سے اتارو۔ مگر یہاں تو
جماعت کو مخاطب کیا ہے اور سعدؓ کو سید کہا ہے اور
یہ سید کا لفظ سعد رضی اللہ عنہ کے حق میں آواز بلند پکارتا
ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے
ہو جاؤ۔ اس سے مراد حضرت سعدؓ کی تعظیم و توقیر تھی
پھر کیا مخالفین کو یہ معلوم نہیں کہ حضور علیہ السلام کے دربار
میں صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے متواضع ہو کر بیٹھتے تھے کہ
گویا ان کے سر پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب خدا
جسے چاہے رہ راست کی ہدایت کرے۔ مختلف فیہ
مسائل میں سے سماع موتیٰ کا مسئلہ بھی ہے۔ مخالف کہتے
ہیں کہ مُردے نہیں سنتے اور ثبوت یہ دیتے ہیں کہ خدا نے
حضور علیہ السلام سے کہا ہے کہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے
اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ اُن مردوں کو نہیں سنا سکتے
جو قبروں میں پڑے ہیں۔ اور ہم جواب میں یوں کہتے ہیں

الکفار والمراد من السماع سماع قبول والدلیل علی ان المراد من السماع سماع قبول ان الکفار ما کان فی اذانہم صمم حتی لا یسمعوا کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہم وان کانوا یسمعون فی الظاہر لکنہم کانوا محرومین من سمع القبول ومن ھذا الباب قول المصلی سمع اللہ لمن حمدہ فان المراد من السماع سماع قبول کما یقال نادیت الامیر بحاجتی فما سمعہ یعنی ما سمعہ بسمع القبول فلیس فی الآیتین دلیل علی عدم سماع الموتیٰ بل فیہما دلیل علی سماع الموتیٰ لان المشبہ وھم الکفار یسمعون فکیف یشبہ بمن لا یسمعون فکما ان الکفار یسمعون فی الظاہر کذالک الموتیٰ یسمعون فی الظاہر واما سماع القبول فالکفار محرومون عنہ للانکار القلبی والموتیٰ محرومون عنہ لعدم قدرتہم علی الجواب فکانہم ما سمعوا ومعنی الآیتین انک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع من فی القبور انک لا تسمعہم بل اللہ تعالیٰ یسمعہم علی حد قولہ تعالیٰ انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء

کہ مُردوں اور قبر والوں سے مراد یہاں کفار ہیں اور سُننے سے مراد تصدیقی سننا ہے اور اس امر کا ثبوت کہ یہاں سُننے سے مراد تصدیقی سننا ہے، یہ ہے کہ کفار کے کانوں میں بہرا پن نہ تھا کہ حضور علیہ السلام کا کلام نہ سُن سکتے۔ پس وہ اگرچہ بظاہر سنتے تھے لیکن تصدیقی سننے سے محروم تھے۔ اسی محاورہ کے مطابق ہے نمازی کا یوں کہنا کہ سمع اللہ لمن حمدہ خدا اس کی بات مان لیتا ہے جو اسکی تعریف کرتا ہے۔ یہاں بھی تصدیقی سُننا مراد ہے اسی طرح یہ محاورہ بھی ہے کہ میں نے امیر کو اپنی حاجت روائی کے لئے پکارا، مگر اس نے ایک نہ سُنی، یعنی میری پکار کو منظور نہیں کیا۔ پس دونوں آیتوں میں مُردوں کے نہ سننے کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ ان میں سماع موتیٰ کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ یہاں کفار کو مُردوں سے مساوی مانا گیا ہے۔ حالانکہ یہ سنتے تھے اور وہ نہیں سنتے تھے تو یہ مساوات کیسے ہوگی؟ تشبیہ تب ہی صحیح ہوگی کہ دونو بظاہر سنتے تسلیم کئے جائیں سو حقیقت یہ ہے کہ جس طرح کفار بظاہر سنتے ہیں تو مُردے بھی بظاہر سنتے ہیں مگر تصدیقی سننا دونوں میں نہیں کیونکہ کفار انکار قلبی کی وجہ سے اس سے محروم ہیں اور مُردے اس لئے محروم ہیں کہ وہ جواب نہیں دے سکتے تو گویا وہ بھی نہیں سنتے۔ اب دونو آیت کا مفہوم یُوں ہے کہ آپ تو ان کو نہیں سنا سکتے۔ مگر خدا ان کو سنا دیگا جیسا کہ ارشاد ہے کہ آپ تو اسے ہدایت نہیں دے سکتے جسے آپ پسند کریں لیکن خدا جسے چاہے ہدایت

وقد نص في القرآن ان الله يسمع من
يشاء وما انت بمسمع من في القبور
ثم رجعنا الى الكلام في اصل السماع
فنقول ان السماع والنظر والكلام
والبطش والمشي وجميع الافعال
الارادية وظيفة الروح بمعاونة
الحواس والجوارح ما دام في حالة الحيوة
وبدون معاونة الحواس والجوارح بعد
الممات ومصداق ذالك حالة النوم
فان النوم يعطل فيه الحواس الظاهرة
والباطنة والجوارح من العمل والروح
يسعى ويسمع وينظر ويتكلم ويبطش
ويلتذ بالمستلذات ويألم بالمؤلمات
فارواح الاحياء مع حبسها في البدن
تفعل جميع ما ذكر في النوم فارواح
الاموات المطلقات من حبس البدن
كيف لا تقدر على ما تقدر
عليه في حالة حبس البدن
فلذا قيل النوم اخ الموت نعم
ارواح الكفار المحبوسين
في الدركات محرومون عن
الادراكات مشغولون بنتائج
سوء اعمالهم وكذا الفساق
ان لم يرحمهم ربهم

دے دیتا ہے اور قرآن مجید میں اس کی تصریح بھی
موجود ہے کہ خدا جسے چاہے سنا دیتا ہے اور آپ اہل
قبور کو نہیں سنا سکتے۔ اب ہم اصل مسئلہ سماع موتے
کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سننا، دیکھنا
بولنا، حملہ کرنا، چلنا اور تمام خود اختیاری فعل روح
انسانی کا فرض ہیں کہ جب تک انسان زندہ رہے
اس کی روح حواس اور بیرونی اعضا کی امداد سے وہ
فرائض بہم پہنچائے اور موت کے بعد اس کا فرض ہے
کہ بغیر امداد حواس اور بیرونی اعضا کے یہ سب کام کرے
اس کی مثال نیند ہے کیونکہ نیند کی حالت میں تمام حواس
معطل ہو جاتے ہیں، خواہ ظاہری ہوں یا باطنی اور
بیرونی اعضا بھی کام سے رہ جاتے ہیں مگر روح
حسب دستور چلتی ہے اور سنتی ہے، دیکھتی ہے، بولتی ہے
حملہ کرتی ہے، لذیذ چیزوں سے لذت بھی اٹھاتی ہے
اور موذی اشیاء سے تکلیف بھی پاتی ہے۔ پس ثابت
ہوا کہ زندہ کی روح بحالت نوم اگرچہ جسم میں مقید
ہے سب کچھ کرلیتی ہے تو مُردہ کی روح جو جسمانی قید
سے رہا ہو چکی ہے کیسے ان افعال پر قادر نہ ہوگی
جن پر کہ بقید جسمانی قادر تھی۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے
کہ نیند موت کے برابر ہے اور ارواح کفار کے جو
دوزخ کے قید خانوں میں قید ہیں وہ ان امور کے دریافت
کرنے سے محروم رہتے ہیں اور اپنی بد عملی کے بدنتائج
میں مبتلا رہتے ہیں اسی طرح گنہ گاروں کی روحیں
بھی جب تک کہ خدا ان پر رحم نہیں کرتا۔ اپنے عذاب

مسئلة التوسل بارواح الصلحاء

ومن تلك المسائل مسئلة التوسل
عند الله تعالى بارواح الصلحاء
من عباده احياءً وامواتًا وهذه
المسئلة لها فروع الفرع الاول
بان ينادى ربه ويتوسل
بروح الصالح من عباده المقرب
لبابه نحو قولنا اللهم انى اتوسل
اليك بروح سيدنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم او بروح الشيخ
الفلانى وهذا النوع جائز لاغبار
عليه عند كافة الامة المرحومة
الا من اعمى الله قلبه وختم على
سمعه وبصره وقد هدانا الله
تعالى الى هذا بقوله يا ايها الذين
امنوا اتقوا الله وابتغوا اليه
الوسيلة فلفظه اتقوا الله قبل
الامر بابتغاء الوسيلة تشير الى
الحث واللزوم بابتغاء الوسيلة الى
حضرة قدسه تعالى وتعليم الادب
لعباده بتقديم الوسيلة لان طلب
المسئول من اكابر الوقت
غالبًا لا يكون بدون تقديم
الوسيلة من الهدايا او شفاعة
مقرب عنده كذلك طلب

میں مصروف و مبتلا رہتے ہیں۔ متنازع فیہ مسائل
میں سے ایک توسّل کا مسئلہ بھی ہے کہ آیا اللہ کے
نیک بندوں کی روحوں کا خواہ وہ زندہ ہوں یا
مُردہ خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے؟ اور اس
مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ انسان خدا کو پکارے
اور بارگاہِ الٰہی کے صالح بندوں میں سے کسی ایک
کو اپنا وسیلہ بنائے مثلاً یوں کہے کہ یا اللہ میں تیری
بارگاہ میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی
روح مبارک کا وسیلہ لاتا ہوں۔ یا یُوں کہے کہ فلاں
شیخ کی روح کا وسیلہ لاتا ہوں۔ یہ صورت بلاشبہ جائز
ہے تمام اُمت محمدیہ کے نزدیک۔ ہاں اسکا وہ مخالف
ہے جس کے دل کو خدا نے اندھا کیا ہُوا ہے اور اس کے
کان اور آنکھ پر مُہر کردی ہے اور ہمیں خدائے تعالےٰ
نے اس آیت سے ہدایت کا راستہ بتا دیا ہے۔ کہ اے لوگو
جو ایمان لائے ہو، خدا کے عذاب سے ڈرو اور اس کی
طرف وسیلۂ نجات طلب کرو۔ اس آیت میں وسیلہ
طلب کرنے سے پہلے یہ لفظ ہے کہ اللہ کے عذاب سے
ڈرو۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ خدا کی مقدس بارگاہ
میں وسیلہ طلب کرنے پر شوق دلایا گیا ہے اور اسے
واجب قرار دیا گیا ہے، اور عباد اللہ کے وسیلہ پیش کرنے
سے ادب کی تعلیم دی گئی ہے۔ کیونکہ دنیاوی اکابر
سے عموماً اپنی حاجت طلب کرنا یوں ہی ہوتا ہے کہ ہدیہ
یا تحفہ کو وسیلہ بنایا جائے یا کسی مقرب کی سفارش
پیش کی جائے جس کی عزت اُس بزرگ کے دل میں ہو

المسئول من الملك العلام لا يصلح
الا بتقديم الوسيلة واوثق الذرائع
واحسن الهدايا الى الغنى المنعام
التوسل بارواح الصالحين
من عباده قالوا التوسل المامور
فى القرآن انما يكون بالاعمال
لا بالابدان مستدلين بحديث
الثلاثة الذين حبسوا فى الغار
قلنا كما يجوز التوسل بالاعمال
كذالك يجوز بالابدان كما
توسل سيدنا الفاروق
رضى الله عنه عام قحط المطر
بسيدنا العباس رضى الله عنه
ولان التوسل بالاشخاص
حقيقة هو التوسل باعمال
ذلك الشخص لا بجسمه
الظاهر فصار التوسل
بالاشخاص توسلا بالاعمال-
الفرع الثانى من التوسل
بان ينادى الى روح احد
من عباد الله الصالحين بان
يقول يا سيدى رسول الله
اغثنى او يا سيدى الشيخ
الفلانى امددنى ففيه تفصيل

علیٰ ہذا القیاس عالم الغیب خدا بادشاہ کے دربار میں
بھی اپنی حاجت طلب کرنا سوائے وسیلہ پیش کرنے کے
اور کوئی پختہ ذریعہ تلاش کرنے کے بغیر صحیح نہ ہوگا۔ اور
اس سخی لاپرواہ خدا کے دربار میں بہترین تحفہ یہی ہے
کہ ارواح عباد اللہ صالحین کو وسیلہ بنایا جائے مگر
مخالف کہتے ہیں کہ جس وسیلہ پیش کرنے کا حکم قرآن
مجید میں ہے اس سے مراد صرف اعمال صالحہ ہی ہیں
کسی کی شخصیت وسیلہ نہیں ہوسکتی اور ثبوت میں وہ
حدیث پیش کرتے ہیں کہ تین آدمی غار میں پھنس گئے تھے
حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اپنے
اعمال حسنہ کو پیش کرکے دعا مانگی تھی اور وہ دعا منظور
بھی ہوگئی تھی اور ہم جواباً کہتے ہیں کہ توسل جس طرح اعمال
سے جائز ہے۔ اسی طرح خدا کے نیک بندوں سے بھی
صحیح ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں
قحط پڑ گیا تھا تو آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ
سے توسل کیا تھا۔ درحقیقت کسی نیک بندے کا توسل
پیش کرنا اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کے نیک
عمل پیش کیے جاتے ہیں۔ ورنہ ظاہری جسم پیش نہیں
کیا جاتا تو اس لحاظ سے شخصی توسل بھی توسل بالاعمال
بن جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ انسان خدا کے
نیک بندوں میں سے کسی ایک کی روح کو پکارے اور
یوں کہے کہ اے میرے مالک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
میری فریاد رسی فرمایئے یا یوں کہے کہ اے پیر آقا
فلاں شیخ میری مدد کیجیئے۔ تو اس کی تشریح یوں ہے

ان كان مراد القائل التجوز اعني نداء
للعبد الصالح بطريق المجاز و يعلم
ان المعطي والمانع هو الله تعالى و
والعبد الصالح وسيلة الى حضرة قدسه
و يعد نفسه احقر من ان يناجي
ربه فذلك جائز لان الاعمال بالنيات
ولكل امرئ ما نوى فالله تعالى هو
المعطي والنبي صلى الله عليه وسلم
هو القاسم وقد جرت العادات للفقراء
والمحتاجين باظهار فقرهم للقاسم
لا المعطي و يتفرع على هذا البحث
مسئلة جواز نداء الغائب وعدم جوازه
قالوا لا يجوز النداء للغائب ومن
اعتقده فقد اشرك بالله تعالى قلنا
ما مرادهم بالغائب الغائب من النظر
ام الغائب عن القلب فان كان مرادهم
الغائب عن النظر فالله تعالى
غائب عن النظر قال الله تعالى
لا تدركه الابصار و هو
يدرك الابصار فلا يجوز لاحدهم
ان يقول يا الله وان كان مرادهم
الغائب عن القلب فالله تعالى حاضر
في قلب كل مؤمن بده وليس بغائب و
رسول الله عليه وسلم ايضا حاضر في قلب

جواز نداء الغائب

کہ اگر اس کی مراد مجاز ہے یعنی جب وہ نیک بندے کو
پکارتا ہے تو مجازی طریق پر پکارتا ہے۔ ورنہ وہ بھی جانتا
ہے کہ خدا ہی دیتا ہے یا روکتا ہے مگر عبد صالح درمیان
میں وسیلہ ہے کیونکہ وہ خدا کی بارگاہ میں مقرب ہے اور
میں اس امر کے لائق نہیں کہ خدا سے کوئی راز کی بات کہوں
تو یہ صورت جائز ہوگی کیونکہ اعمال کی بنیاد نیت پر ہوتی
ہے اور انسان کو نیت کا پھل ملتا ہے خدا دینے والا ہے
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا عطیہ تقسیم کرنے والے
ہیں اور یہ دستور چلا آیا ہے کہ فقیر اور محتاج تقسیم کرنیوالے
کے پاس اپنی ضرورت پیش کیا کرتے ہیں اور اصل سخی کی خدمت
میں پیش نہیں کرتے۔ اسی بحث سے ایک اور مسئلہ بھی حل
ہو جاتا ہے کہ غائب کو پکارنا صحیح ہے یا ناجائز؟ مخالف
کہتے ہیں کہ ناجائز ہے کہ غائب کو پکارا جائے اور جو شخص
ایسا عقیدہ رکھتا ہے وہ خدا سے شرک کرتا ہے۔ مگر ہم پوچھتے
ہیں کہ غائب کے لفظ سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ آیا وہ
آدمی جو نظر سے غائب ہو یا دل سے غائب ہو؟
اگر تم نظر سے غائب مراد لیتے ہو تو خدا بھی نظر سے
غائب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ خدا کو نظر
دریافت نہیں کر سکتی اور وہ بندوں کی نظر کو دریافت
کر لیتا ہے۔ تو کسی مخالف کو بھی یہ کہنا جائز نہ ہوگا کہ
وہ کہے "اے اللہ" اگر مخالف کی مراد اس لفظ سے وہ غائب
ہے جو دل سے پوشیدہ ہو تو خدا تعالی تو ہر ایک کے
قلب میں حاضر ہوتا ہے اور کبھی غائب نہیں ہوتا اور رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر ایک مومن کے قلب میں

كل مؤمن به وليس بغائب فهو
ينادي الى من في قلبه وحاضر
القلب اعلى واحلى من حاضر النظر
فما بقي للغائب محل ممنوع
النداء اليه واما قولهم
فالله تعالى يسمع والنبي صلى الله
عليه وسلم لا يسمع ففيه بحث
ليس هذا محل نشره وقد
سبق في مسئلة سماع الموتى
نبذًا منه ولئن سلم ان النبي
صلى الله عليه وسلم لا يسمع
فنقول فالله تعالى سمع قول القائل
يارسول الله اغثني او ما سمع لا
سبيل الى الثاني فاذا سمع من عبده
النداء لحبيبه وصفيه واستغاثته
برسوله الذي هو بالمؤمنين رؤف
رحيم اليس مقتضى كرمه انجاح مطلوبه
فان قلت نعم فهو المطلوب وان قلت
لا فعليك بالبرهان وايضا في الحديث
الذي اخرجه البخاري في صحيحه عن ابي هريرة
انه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ان الله تعالى قال من عادى لي وليا
فقد آذنته بالحرب وما
تقرب الى عبد بشئ

حاضر ہوتے ہیں اور غائب نہیں ہوتے پس مومن بھی
اسی کو پکارتا ہے جو اس کے دل میں حاضر ہوتا ہے اور
دل کا حاضر نظر کے حاضر سے بالاتر اور مرغوب تر ہوتا ہے
تو کوئی ایسا غائب نہ رہا جس کو پکارنا وہ ناجائز سمجھتے
ہیں اور مخالفین کا یہ کہنا کہ خدا تو سنتا ہے مگر رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی پکار نہیں سنتے، قابل
غور ہے۔ یہ مقام اس پر بحث کرنے کا نہیں اور مسئلہ
سماع موتیٰ میں اس کی کچھ تفصیل گذر بھی چکی ہے اگر
بالفرض تسلیم بھی کیا جاوے کہ حضور علیہ السلام کسی کی
پکار نہیں سنتے تو ہم پوچھتے ہیں کہ بتاؤ کہ یارسول اللہ
اغثنی کا فقرہ خدا سنتا ہے یا نہیں؟ یہ تو ناممکن ہے
کہ خدا نہ سنے۔ تو جب وہ سنتا ہے کہ اس کا ایک بندہ
اس کے حبیب اور برگزیدہ نبی علیہ السلام کو پکار رہا ہے
اور اس کے اس رسول علیہ السلام سے فریاد کر رہا
ہے جو مومنین پر کمال طور پر رحمدل ہے تو کیا خدا کا
فضل یہ روا نہ رکھیگا کہ اس کی مراد پوری کرے۔ بس
اگر تم اسے مانتے ہو تو ہمارا مطلب بھی یہی ہے۔ اگر
انکار کرتے ہو تو کوئی صحیح دلیل پیش کرو۔ دیکھو
ایک حدیث میں آیا ہے جو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب
میں درج کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رض کہتے ہیں کہ
حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا نے کہا ہے کہ
جو شخص میرے مقرب دوست سے عداوت کرے،
میں اسے لڑائی کا اعلان کروں گا۔ اور میری بارگاہ
میں انسان کے لئے تقرب کا وسیلہ اس سے بڑھ کر

احب الی مما افترضته علیه ولا یزال
العبد یتقرب الی بالنوافل حتی
احببته فاذا احببته کنت سمعه الذی
یسمع به و بصره الذی یبصر به الحدیث
و ای اقرب الیه تعالی من حبیبه
صلی اللہ علیه وسلم ثم اذا سمع بسمعه
تعالی و بصر ببصره تعالی فکیف
لا یسمع من ینادیه من قریب او
بعید فان ذلک القرب والبعد انما
هو باعتبارنا لا باعتباره صلی اللہ
علیه وسلم و هذا مشاهد لمن کحلت
عینا بصیرته بالنور الالهی انتهی -

مسئلة زیارة قبور الاولیاء

ومن تلک المسائل مسئلة زیارة
قبور الانبیاء والاولیاء قالوا
السفر لزیارة القبور و ان کان
قبر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
بدعة او شرک باختلاف اقوالهم
وما ادری کیف یجترؤن علی اشراک
جمیع الامة من لدن زمنه صلی
اللہ علیه وسلم الی هذا الوقت و
قد قال النبی صلی اللہ علیه وسلم
لا یجتمع امتی علی الضلالة
وید اللہ علی الجماعة ومعلوم ان
من قال لاخیه المؤمن یا کافر

نہیں کہ جو میرے فرائض ہیں ان کو وہ ادا کرے۔
اسی طرح میرا بندہ نوافل سے میرا مقرب بنتا چلا جاتا
ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں
تو پھر میں خود اس کی قوتِ سماعت بن جاتا ہوں تو
وہ میرے ذریعہ سے سنتا ہے اور اس کی بصارت
بن جاتا ہوں تو وہ مجھ سے دیکھتا ہے الخ۔ بتاؤ خدا
کا بڑا مقرب اس کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے بڑھکر کون ہے تو ثابت ہوا کہ حضور
علیہ السلام خدائی سماعت سے سنتے ہیں اور اسی کی
بصارت سے دیکھتے ہیں تو پکارنے والا خواہ قریب ہو
یا بعید آپ اس کی پکار کیوں نہ سنیں گے؟ کیونکہ قرب
و بُعد کا فرق تو ہمارے متعلق ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام
کے متعلق نہیں ہوتا۔ اس کا مشاہدہ وہ شخص کر سکتا ہے
جس کی دونو آنکھوں میں نورِ الٰہی کا سُرمہ لگا ہوا ہو۔ (انتہی)
متنازع فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ قبور انبیاء اولیاء
کی زیارت کا بھی ہے۔ مخالفین کہتے ہیں کہ زیارتِ
قبور کے لئے سفر کرنا بدعت ہے۔ اگرچہ وہ قبر رسولِ
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہو بعض کہتے ہیں وہ شرک
ہے۔ بہرحال ان کا آپس میں بڑا اختلاف ہے۔ مجھے معلوم
نہیں ہوتا کہ وہ کیسے تمام امت محمدیہ کو مشرک بنانے کی
جرأت کر لیتے ہیں جو عہدِ رسالت سے لیکر اب تک چلی
آئی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری
اُمت گمراہی پر متفق نہ ہو گی اور اس جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے
اور یہ معلوم ہے کہ جو شخص کسی مومن کو یہ لفظ کہے اے کافر

فقد باء بہا احدھما فالی الله المشتکی
فقطع النظر عن الاحادیث فی باب
زیارة القبور واقوال العلماء نقول
اما قال الله تعالیٰ ولو انهم اذ ظلموا
انفسهم جاؤك فاستغفروا الله و
استغفر لهم الرسول لوجدوا الله
توابا رحیما فهل قید سبحانه تعالیٰ
مجیئهم فی حال الحیوٰة کما اولوها و هل
قید مجیئهم من قریب او بعید کما قرروها
بل هی عام الدلالة فی حیاته و بعد مماته
من قریب او بعید اجمع الامة قدیما
وحدیثا بجواز زیارة القبور و
ترغیب زیارة قبور الصلحاء ففی
زیارة القبور نفع للمیت بالدعاء له
بالمغفرة واهداء ثواب القرأة لروحه
ونفع للزائر بالتیقظ والتهیؤ للموت
وشفاعة ارواح الصلحاء فی حق
زائریهم ولا عبرة بفعل بعض الجهلاء
من السجود لقبور الاولیاء او
الطواف بالقبور فان کلا منها
حرام واللازم علی اهل
البصیرة ان یعلموهم
آداب الزیارة ولا یمنعوهم
من اصل الزیارة الا تری

تو ان دونوں میں سے ایک ضرور کفر لیکر پھرتا ہے والی الله المشتکی
اس سے قطع نظر کرکے کہ زیارت قبور کے متعلق کئی ایک
احادیث وارد ہیں اور اہل علم کے تحقیقی قول بھی موجود ہیں
ہم کہتے ہیں کہ کیا خدا نے یوں نہیں کہا کہ اے نبی جن لوگوں
نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا اگر وہ آپکے پاس آجاتے اور
اللہ سے معافی مانگتے اور آپ خدا کے رسول بھی ان کے لئے
مغفرت طلب کرتے تو وہ ضرور خدا کو مہربان اور توبہ قبول
کرنے والا پاتے ۔ اب تم بتاؤ کیا اس آیت میں خدا نے
رسول کی زندگی کی شرط لگائی ہے ؟ جیسا کہ تم اس کی
تاویل کرتے ہو۔ یا یہ شرط لگائی ہے کہ آنے والا دور ہو یا
نزدیک جیسا کہ تمہارا خیال ہے ۔ نہیں نہیں ۔ یہ آیت
عام مفہوم رکھتی ہے ۔ خواہ زندگی میں کوئی آئے یا آپکی
وفات کے بعد ۔ پھر وہ خواہ قریب ہو یا بعید قدیم اور
موجودہ اُمت کا اتفاق ہے کہ زیارت قبور جائز ہے اور
قبور صلحاء کی ترغیب دینا بھی جائز ہے ۔ کیونکہ زیارت
قبور میں میت کو بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے (کیونکہ اس
کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے اور قرأة قرآن کا ثواب
دیا جاتا ہے اس کی روح کو) اور زائر کو بھی فائدہ ہوتا
ہے کہ وہ ہوشیار ہو جاتا ہے اور موت کی تیاری کرتا ہے
اور خدا کے نیک بندوں کی روحیں بارگاہ الٰہی میں اسکی
شفاعت کرتی ہیں ۔ مگر جو کچھ جاہل وہاں جاکر کرتے ہیں
مثلاً قبر کو سجدہ کرنا یا اس کا طواف کرنا ۔ تو وہ بہر حال حرام
ہوتا ہے اور اہل علم کا فرض ہے کہ ان کو آداب زیارت
کی تعلیم دیں اور اصل زیارت سے ممانعت نہ کریں ۔ کیا

لو ان ضريرا فاقد البصر دخل مسجدا
وصلى الى غير القبلة فاللازم على
اهل البصيرة ان يعلموه و يحولوا
وجهه نحو القبلة او يمنعوه من الصلوة
اصلا و اما استدلالهم بحديث لا
تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد
فانه مخصوص بالمساجد كما ورد في
بعض روايات الحديث لفظ المسجد
بقوله عليه الصلوة والسلام لا
تشدوا الرحال الى مسجد الا الى
ثلاثة مساجد فان شد الرحال
الى التجارات والغزوات ونحوها
مامور الشرع الشريف ولا ينكره
الا الجاحد الغبي قال الله تعالى و
اتخذوا من مقام ابراهيم مصلى و
مقام ابراهيم من آثار الصالحين
فاذا كانت الآثار مامورا بالصلوة
فيها فما ظنك بضرائحهم الشريفة
اذا لم تكن القبور محاذية القبلة.

مسئلة الشفاعة

ومن تلك المسائل مسئلة الشفاعة
قالوا الشفاعة غير ممكنة فانها لا تكون
الا بان يكون الشفيع وجيها عند الله
تعالى او يكون محبوبا لله تعالى وهذان
محالان في حق الله تعالى والثالث الشفاعة

تم نہیں دیکھتے کہ جب نابینا مسجد میں آکر نماز پڑھتا ہے
اور قبلہ رُخ نہیں ہوتا۔ تو دیکھنے والے کا کیا فرض ہوتا
ہے کہ اُسے بتائے اور اس کا رُخ قبلہ کی طرف کرے
یا یہ فرض ہوگا کہ وہاں اسے نماز سے روک دیں۔ مگر
ان کی یہ دلیل کہ حدیث میں ہے کہ تین مسجدوں کے بغیر
کسی اور مقام کی طرف سواری پر سفر نہ کیا جائے تو اس
کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مساجد سے مخصوص ہے۔
جیسا کہ اس حدیث کی بعض روایات میں مسجد کا صاف
لفظ موجود ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ کسی مسجد
کی طرف شدِ رحال یعنی سفر نہ کیا جائے سوائے تین مساجد
کے اور تجارت اور جہاد وغیرہ کی طرف سفر کرنا خود شرع
شریف میں فرمایا گیا ہے جس کا انکار ہٹ دھرم بیوقوف
کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ دیکھو خدا کا حکم ہے کہ مقام
ابراہیم علیہ السلام کو اپنی نماز کی جگہ بناؤ اور مقام ابراہیم
صالحین کے آثار میں سے ہے۔ تو جب ایسے آثارِ صالحین
میں نماز ادا کرنے کا حکم ہے تو ان کے مزارات کے متعلق
تمہارا ممانعت کے لئے کیا خیال ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ
ان کے مزارات شریف نمازی کے قبلہ کی طرف نہ ہوں۔
متنازع فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ شفاعت کا
بھی ہے۔ مخالفین کہتے ہیں کہ شفاعت ناممکن ہے
کیونکہ شفاعت اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ شافع وجیہ
ہو۔ یا خدا کا محبوب ہو اور یہ دونوں امر خدا کے یہاں
محال ہیں۔ تیسری صورت شفاعت بالاذن کی ہے
اور یہ گو نفی شفاعت کے برابر ہے۔ کیونکہ یہ نہ تو

بالاذن فهي كلا شفاعة كلا تكون لأهل
الكبائر ولا للمصرين على الصغائر
وبعض الصغائر ان قارنها التوبة
والندامة فيرحمه ربه ولا يستطيع
العفو بلا سبب فيأذن لمن يشاء
بشفاعته ويغفر برحمته انتهى عقيدة ۱۲
اقول اولاً لا نسلم ان شفاعة الوجيه
او المحبوب محال لان على الله تعالىٰ لا الخوف
من الشفيع ولا الألم من عدم رضاء
محبوبه بل بمحض فضله وكرمه على
رسوله وخواص عباده وثانياً
ثبوت وجاهة النبي صلى الله عليه
وسلم في حضرة ربه الاعلى و
محبته له قال الله تعالى في حق
سيدنا عيسى عليه السلام وجيها
في الدنيا والآخرة ومن المقربين وقال
الله تعالى في حق سيدنا موسى عليه السلام
فبرأه الله مما قالوا وكان عند الله
وجيها فاذا كان سيدنا عيسى عليه السلام
وسيدنا موسى عليه السلام وجيهين و
من المقربين فسيدنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم اولى واحق
بذلك قال الله تعالى وكان
فضل الله عليك عظيما وقال تعالى

کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہوگی نہ صغیرہ گناہ
پر اصرار کرنے والوں کے لئے ہوگی اور چند صغیرہ
گناہ والوں پر خدا خود ہی رحم کردے گا جبکہ توبہ اور
ندامت ان کے ساتھ ہوگی۔ تو خدا بھی کسی سبب کے بغیر
ان کو معاف نہیں کریگا لیکن جسے چاہے معاف کردیگا
اور جسے چاہے گا شفاعت کی اجازت دیگا (ان کا
عقیدہ یہاں ختم ہوا) مگر میں پہلے تو یہ کہتا ہوں کہ
وجیہ اور محبوب کی شفاعت محال نہیں ہے۔ خدا کے
نزدیک بلکہ ضروری ہے نہ اس لئے کہ خدا شفیع سے
ڈریگا اور نہ اس لئے کہ خدا اپنے محبوب کو ناراض
کرنے سے درد مند ہوگا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے محبوب
اور اپنے خاص بندوں پر خاص فضل وکرم کریگا۔
(دوم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت بارگاہ
الٰہی میں از روئے قرآن ثابت ہے اور آپکی محبوبیت
بھی ثابت ہے۔ ارشاد ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام دنیا و
آخرت میں وجیہ ہیں اور مقربین بارگاہ الٰہی میں سے
ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے
کہ جو الزام مخالفین دیتے تھے۔ اس سے خدا نے آپ کو
بری کردیا اور آپ خدا کے دربار میں وجیہ تھے اور
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
وجیہ اور مقرب بارگاہ الٰہی ٹھیرے تو حضرت محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ کے سب سے
بڑھ کر حقدار ہوں گے۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ آپ پر
خدا کا فضل بہت بڑا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد ہے کہ

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني
يحببكم الله فاذا كان التابع له
محبوبا عند الله تعالى افلا يكون
المتبوع محبوبا عنده تعالى وقال
صلى الله تعالى عليه وسلم وانا
حبيب الله فاذا ثبت وجاهته
عند الله تعالى ومحبته
مولاه له فاي مانع من قبول
شفاعته وقال صلى الله عليه
وسلم اعطيت الشفاعة قال الله
تعالى عسى ان يبعثك ربك
مقاما محمودا واجمع المفسرين
بان المراد بالمقام المحمود هي الشفاعة
الكبرى رجعنا الى القسم الثالث
من الشفاعة فنقول اولا ان الاستغفار
وطلب المغفرة لاحد هي الشفاعة
وقد امر الله تعالى انبيائه
عليهم الصلوة والسلام
بطلب المغفرة لامهم
قال سيدنا ابراهيم على
نبينا وعليه السلام ربنا
اغفرلي ولوالدي و
للمؤمنين يوم يقوم
الحساب وقال سيدنا

آپ فرما دیں کہ اے مومنین اگر تم خدا کے محبوب بننا
چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو تب خدا تعالیٰ
تم کو بھی اپنا محبوب بنائے گا۔ خیال کرو کہ جب
تابع محبوب الٰہی ہوا تو متبوع کیوں محبوب الٰہی نہ
ہوگا۔ حالانکہ خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ میرا خطاب محبوب الٰہی ہے۔ تو جب آپ کی
وجاہت خدا کے دربار میں ثابت ہے اور خدا کی
محبت بھی ثابت ہے تو آپ کی شفاعت کے
منظور ہونے میں کیا کسر باقی ہے اور آپ نے
یہ بھی فرمایا ہے کہ مجھے خاص طور پر شفاعت کرنے
کا مرتبہ عطا ہوا ہے۔ کیونکہ خدا تعالے نے فرمایا
ہے کہ عنقریب خدا آپکو مقام محمود پر پہنچا دیگا۔
اور تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ مقام محمود
سے مراد شفاعت کبرے اور عام شفاعت کا
مرتبہ ہے۔ اب رہی شفاعت کی تیسری قسم تو
اس کے متعلق ہم یوں کہتے ہیں کہ شفاعت کا
مطلب ہی یہ ہے کہ کسی کے لئے استغفار اور
طلب مغفرت کی جائے اور یہ ثابت ہے کہ خدا
تعالیٰ نے خود اپنے انبیاء علیہم السلام کو حکم دیا
ہوا ہے کہ اپنی اپنی امت کے لئے خدا سے مغفرت
طلب کریں۔ چنانچہ حسب الحکم خداوندی حضرت
ابراہیم علیہ السلام دست بدعا ہو کر فرماتے ہیں کہ
اے ہمارے رب مجھے بخش، میرے والدین کو بخش
اور مومنین کو بخش جس دن کہ حساب کا محکمہ قائم ہوگا

موسى عليه السلام انت
وليّنا فاغفر لنا وارحمنا
وانت خير الغافرين
وقال سيدنا عيسى عليه السلام
ان تعذبهم فانهم عبادك
وان تغفر لهم فانك انت
العزيز الحكيم فطلب لهم
المغفرة بالطف الالفاظ و
قد امر الله تعالى حبيبه بقوله
وصلّ عليهم ان صلوتك
سكن لهم فهذا هو
الامر والاذن بالشفاعة
وقال تعالى ولو انهم
اذ ظلموا انفسهم جاؤك
فاستغفروا الله و
استغفر لهم الرسول
لوجدوا الله توابا
رحيما ـ فهل
لاستغفار الرسل
معنى الا الشفاعة
وقال تعالى
واستغفر لذنبك و
للمؤمنين والمؤمنات
والله يعلم

جناب موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یا اللہ تو ہی
ہمارا سرپرست ہے ہماری مغفرت کر اور ہم پر رحم کر
اور تو تمام مغفرت کرنے والوں سے بہتر ہے اور
حضرت عیسٰے علیہ السلام فرماتے ہیں۔ یا اللہ اگر
میری اُمت کو تو عذاب کرے تو کوئی چارہ نہیں۔
کیونکہ وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف
کردے تو یہ تیری شان کے شایان ہے کیونکہ تو
عزت وحکمت کا مالک ہے دیکھو آپ نے کن نرم
لفظوں میں مغفرت طلب کی ہے۔ اور خدا تعالٰے
نے اپنے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد
کیا ہے کہ اپنی اُمت پر نماز جنازہ اور دعائے خیر
کرو۔ کیونکہ آپکی دعائے خیر اُن کے لئے باعث
تسکین ہے پس یہی حکم امر اور اذن بالشفاعۃ
ہے۔ پھر ارشاد ہے کہ جب انہوں نے اپنی جان
پر ظلم کیا ہے پس اگر آپ کے پاس آجاتے۔
اور خدا سے معافی مانگتے اور آپ بھی بحیثیت
رسول اللہ ہونے کے ان کے واسطے معافی مانگتے
تو وہ ضرور دیکھتے کہ خدا تعالیٰ بڑا مہربان اور
توبہ قبول کرنے والا ہے پس انبیاء علیہم السلام
کے استغفار کا یہی مطلب ہے کہ وہ اپنی اُمت کے
لئے شفاعت کریں۔ چنانچہ خدا نے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو ارشاد کیا ہے کہ اپنی کوتاہیوں کی
پردہ پوشی طلب کرو اور زن ومرد اہل ایمان
کے لئے مغفرت طلب کرو۔ کیونکہ خدا تو تمہارے

متقلبکم ومثواکم فلیس الامر بالاستغفار الا الاذن بالشفاعة بآکد الوجوه لأن الأمر آکد من الاذن بل مدح الله تعالیٰ عوام المؤمنین بالاستغفار للاخوان من المؤمنین بقوله تعالیٰ والذین جاؤا من بعدهم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان وقال تعالیٰ ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ ووعد الله حق لایمکن التخلف ولن یخلف الله وعدہ رسله فاعتمد النبی صلی الله علیه وسلم علی وعد ربه فقال اعطیت الشفاعة بلفظ الماضی ونقول لهم اما تقولون فی صلاتکم ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب فمن اذن لکم فی دعاء المغفرة للوالدین وللمؤمنین الیس هذا الدعاء شفاعة فان قلتم اذن لنا الشارع نقول اذن الشارع بالشفاعة لکافة المؤمنین ولم یاذن لحبیبه وصفیه صلی الله علیه وسلم هاتوا برهانکم ان کنتم صادقین واما قولهم الشفاعة لاتکون لاهل الکبائر ولا للمصرین.

حرکات وسکنات سے خوب واقف ہے پس امر بالاستغفار ہی اذن بالشفاعة ہے اور اذن بھی بڑے زور کا ہے کیونکہ امر کرنا اذن دینے سے زیادہ زوردار ہوتا ہے صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی دیکھو کہ خدا نے ان مسلمانوں کی تعریف بھی کی ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ جو اہلِ ایمان بعد میں آئے وہ کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخشدے جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں پھر ارشاد ہے کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا آپکو اتنا دیگا کہ آپ راضی ہوجائینگے اور خدا کا وعدہ سچا ہے اسمیں خلافِ وعدہ کی گنجائش نہیں کیونکہ اس نے خود کہا ہے کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اسی وعدہ پر بھروسہ کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے (فعل ماضی کے لفظوں میں) کہ مجھے شفاعت کا عطیہ دیا جاچکا ہے ہم ہم پوچھتے ہیں کہ کہ اے اہلِ ایمان کیا تم اپنی نماز میں یہ دعا نہیں کیا کرتے کہ یا اللہ مجھے بخش میرے والدین کو بخش اور قیامت کے دن مسلمانوں کو بھی بخش۔ اب بتاؤ تم کو دعائے مغفرت کیلئے کس نے اجازت دی ہے کہ تم والدین اور مسلمانوں کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہو؟ یہ بھی بتاؤ کہ کیا یہی طلب مغفرت شفاعت نہیں ہے؟ پس اگر تم یوں کہو کہ خدا نے ہمیں اجازت بخشی ہے تو ہم پوچھیں گے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ تمکو تو شفاعت کی اجازت ہو تاکہ تم اہلِ ایمان کے لئے طلب مغفرت کرو اور خدا نے اپنے حبیب برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت نہ بخشی؟ اگر تمہارے پاس کچھ صداقت ہے تو اس دعوی کی کوئی دلیل پیش کرو۔ اب رہا انکا یہ قول کہ اہلِ کبائر کیلئے شفاعت نہ ہوگی اور نہ ان کیلئے

على الصغائر فذلك تحكم وبهتان
على الله تعالى اما قال الله تعالى
ان الله يغفر الذنوب جميعا وان الله
لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون
ذلك لمن يشاء والشفاعة العظمى
التي تكون يوم القيمة لكافة الخلق
المشار عليها بقوله تعالى عسى ان
يبعثك ربك مقاما محمودا
مختصة بسيدنا رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقولهم لا يشفع احد
الا باذنه مستدلين بقوله تعالى
من ذا الذى يشفع عنده الا باذنه
صحيح لا شك فيه وقد اذن الله
تعالى لرسوله صلى الله عليه وسلم
بل امره بالشفاعة بقوله تعالى و
صل عليهم ان صلوتك سكن لهم
وقوله تعالى واستغفر للمؤمنين
والمؤمنات كما مر فلذا قال
عليه الصلوة والسلام اعطيت
الشفاعة وتمام الحديث اعطيت
خمسا لم يعطهن احد قبلى
نصرت بالرعب وجعلت لى الارض
مسجدا وطهورا واحلت
لى الغنائم ولم تحل

جو گناہ صغیرہ پر مداومت کرتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ یہ
قول خدا پر بہتان اور زبردستی کا حکم ہے۔ کیا خدا نے یوں
نہیں کہا کہ بیشک خدا تمام گناہ بخشدیتا ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ
یہ گناہ نہیں بخشیگا کہ اسکا کسی کو شریک بنایا جائے اور اس
کے بغیر جسے چاہے، جو گناہ بھی ہوں سب بخشدیگا اور شفاعت
کبریٰ قیامت کے دن وہی ہوگی جو تمام مخلوق کی ہوگی اسی
کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ اے نبی خدا تعالیٰ عنقریب
آپکو مقام محمود پر پہنچا دیگا اور یہ شفاعت کبریٰ ہمارے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی حصہ میں ہے اور آپ سے مختص ہے
پس مخالفین کا یہ کلام کہ اذن الہی کے بغیر کوئی شفاعت نہیں
کریگا اور انکا اس آیت سے دلیل پکڑنا کہ کون وہ ہے کہ بلا
اجازت خداوندی اللہ کے پاس کسی کی شفاعت کرے۔
یہ دونو امر صحیح ہیں اور ان میں ذرہ بھر شک نہیں مگر یہ یاد
رہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذن بالشفاعۃ
ہوچکا ہوا ہے بلکہ اس سے بڑھکر امر بالشفاعۃ بھی نافذ ہوچکا ہے
چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ آپ ان کے لئے دعائے خیر کریں
کیونکہ آپکی دعائے خیر ان کے واسطے تسکین ہے۔ چنانچہ پہلے
گذر چکا ہے۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ زن و مرد اہل ایمان کے لئے
آپ دعائے مغفرت کریں۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا ہے
کہ مجھے شفاعت کبریٰ کا عطیہ دیا جا چکا ہے اور اس حدیث
کے باقی اجزا یہ ہیں کہ مجھے پانچ عطیے عطا ہوئے ہیں اور مجھ
سے پہلے یہ کسی کو نہیں دیئے گئے۔ اوّل میرے رعب سے میری
امداد کیگئی ہے۔ دوم یہ کہ تمام سطح زمین میرے لئے وضو اور
نماز کی جگہ مقرر کردی گئی ہے۔ سوم خاص مجھے غنیمت کا مال حلال

لاحد قبلی واعطیت الشفاعة وبعثت للناس عامة متفق علیہ۔ واما قولهم لا یستطیع تعالیٰ شانہ العفو بلا سبب فنقول اولاً هذا القول اشنع من قول النصاریٰ هل یستطیع ربك ان ینزل علینا مائدة من السماء لان النصاریٰ ترددوا فی الاستطاعة بحیاؤ الفظة هل وهؤلاء تیقنوا فی عدم الاستطاعة فقالوا لا یستطیع العفو بلا سبب وثانیاً ان العباد یستطیعون العفو بلا سبب بل بمحض الکرم والله سبحانہ وتعالیٰ لا یستطیعہ وهو تعالیٰ فعال لما یرید لا یسئل عما یفعل فهذه نتیجة توحیدهم وادبهم مع ربهم بل زاغوا فازاغ الله قلوبهم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا۔ انتهی۔ ومن تلك المسائل مسئلة اعراس المشائخ ومولد النبی صلی الله علیہ وسلم فی الاوقات المعلومة قالوا حرام بتعیین الاوقات والموالید بل عمة یشبه فعل الهنود ونقول ان منعوا نفس الاعراس یعنی اطعام الطعام للمساکین وذوی الحاجات بنیة ایصال الثواب

کر دیا گیا ہے ورنہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو اسکا استعمال جائز نہ تھا۔ چہارم مجھے عام شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔ پنجم یہ کہ میں تمام مخلوقات کیطرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں (یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے) مخالفین کا یہ قول کہ خدا تعالیٰ بلا وجہ معافی نہیں دے سکتا، بالکل غلط ہے اور ہم کہتے ہیں کہ پہلے تو یہ قول اُن عیسائیوں کے کلام سے بھی بڑھکر معیوب ہے جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کہا تھا کہ کیا تیرا رب آسمان سے ہمارے لئے کھانا اُتار سکتا ہے؟ کیونکہ عیسائیوں نے خدا کی قدرت میں شک کیا تھا۔ اسلئے انہوں نے سوالیہ فقرہ پیش کیا اور اِن لوگوں نے یقین کر لیا ہے کہ خدا کو قدرت ہی نہیں کہ اپنا حق بھی بلا وجہ معاف کر دے۔ دوم یہ کہ بندہ اپنا حق بلا وجہ معاف کر سکتا ہے بلکہ صرف کرم اور مہربانی سے معاف کر سکتا ہے اور ان کے نزدیک خدا کو یہ طاقت نہیں۔ حالانکہ وہ جو چاہے کرتا ہے، اس سے کوئی چون و چرا نہیں۔ دیکھو یہ اُن کی توحید کا نتیجہ ہے اور اپنے رب کی تعظیم کا ثمرہ ہے۔ نہیں نہیں، بلکہ وہ گمراہ ہو گئے۔ یا اللہ تو ہمارے دل کو راہ راست سے نہ پھیر، بعد اس کے کہ تُو نے ہمکو سیدھی راہ دکھائی ہے۔ مختلف فیہ مسائل میں سے عرس مشائخ اور میلاد نبوی کا مسئلہ بھی ہے۔ جو مقررہ اوقات میں منائے جاتے ہیں۔ مخالفین کہتے ہیں یہ حرام ہیں بوجہ تعیین وقت کے اور مجالس میلاد فعل ہنود سے مشابہ ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ اگر اصل حقیقت عرس کو ممنوع کہیں یعنی مساکین اور حاجتمندوں کو کھانا کھلانا تاکہ ایصال ثواب

المسئلة

فذلك مكابرة ومخالفة للشرع
قال الله تعالى واطعموا القانع و
المعتر وقال تعالى انفقوا مما رزقناكم
من قبل ان ياتي يوم لا بيع فيه ولا
خلة ولا شفاعة وقال تعالى وما انفقتم
من نفقة او نذرتم من نذر فان الله
يعلمه وقال تعالى واقيموا الصلوة و
اتوا الزكوة واقرضوا الله قرضا حسنا
وما تقدموا لانفسكم من خير تجدوه
عند الله هو خيرا واعظم اجرا وقال
تعالى ويطعمون الطعام على حبه مسكينا
ويتيما واسيرا وان منعوها لتعيين
الاوقات فتعيين الوقت لا يضر في
الامور المباحة الا ترى ان الشارع
عليه الصلوة والسلام امر امته بصوم
يوم عاشوراء وامر بصوم ست من شوال
وامر بالتهجد في الليل وصلوة الاشراق
والضحى في الاوقات المعينة وامر
بالعقيقة في اليوم السابع من ولادة المولود
وغيرها فعين للامور المباحة اوقات
معينة والمقصود من تعيين الايام للاعراس
اجتماع الناس من النواحي بلا كلفة
لا غير وان منعوها لعدم ايصال الثواب
فذلك باطل عقلا ونقلا ويكفي في المقصود

ہو۔ تو یہ کج بحثی ہوگی اور شرع کا خلاف ہوگا کیونکہ خدا خود
حکم دیتا ہے کہ سوالی اور غیر سوالی حاجتمندوں کو کھانا کھلاؤ
یہ بھی فرمایا کہ جو مال ہم نے تمکو دیا ہے۔ اس سے خرچ کرو اللہ
کی راہ میں پیشتر اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید فروخت
ہوگی نہ دوستانہ کام آئیگا اور نہ تمہارے کسی دوست کی سفارش
کام آئے گی۔ یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے
ہو یا نذر دیتے ہو خدا اسے جانتا ہے۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ
نماز بلا ناغہ ادا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو
اور جو خیرات تم اپنے لئے پیشگی بھیجو گے اُسے خدا کے یہاں
بہتر پاؤ گے اور اسکا ثواب بہت پاؤ گے۔ یہ بھی فرمایا کہ مومن
کھانا کھلاتے ہیں مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو اگرچہ
ان کو خود اس کھانے کی خواہش ہو۔ اگر مخالفین تعیین وقت
کی وجہ سے عرس کو حرام کہتے ہیں تو غلط ہے کیونکہ تعیین
وقت امور مباح میں مُضر نہیں ہوتی۔ ارے تم یہ نہیں
دیکھتے کہ حضور علیہ السلام نے یوم عاشورا کے روزہ کا اپنی
اُمت کو حکم دیا تھا اور شوال کے چھ روزوں کا بھی حکم دیا
تھا اور رات کو نماز تہجد کا حکم دیا تھا اور صلوٰۃ اشراق کا اور
صلوٰۃ ضحیٰ کا اور ان سب کے اوقات متعین ہیں اور حکم دیا کہ پیدائش
کے بعد ساتویں روز بچے کا عقیقہ دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ ان
سب میں آپ نے وقت مقرر کر دیئے ہیں اور تعیین وقت عرس
میں اصل مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ بلا تکلف جمع ہو جایا کریں
اس کے سوا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا۔ اگر وہ اسلئے منع
کرتے ہیں کہ میت کو ثواب نہیں پہنچتا تو یہ بالکل غلط ہے
نہ اسے عقل مانتی ہے نہ کوئی نص تسلیم کرتی ہے اور ہمارے

حدیث بئر ام سعد فان اهداء ثواب
العمل للغیر حیا ومیتا جائز بل مأمور
بها لا ترى ان الحج عن الغیر عند عدم
القدرة ورد به الشرع کما امر الشارع
علیه الصلوٰة والسلام المرأة السائلة
عند انصرافه من مزدلفة عام حجة الوداع
واما الموالید بهیئتها الکذائیة فانها
وان لم تکن فی زمن خیر القرون لکنه
امر مستحسن معمول کافة المسلمین شرقا
وغربا الا الفرقة المحدثة الغیر المقلدة
وما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن
ولیس فی قراءة الموالید الا مدح النبی
صلى الله علیه وسلم وانشاد الشعر فی مدحه
صلى الله علیه وسلم وقراءته قراءة مدحه
سنة الاصحاب بل سنة النبی صلى الله علیه
وسلم لما روى ان النبی صلى الله علیه وسلم
کان یسمع الاشعار المدحیة من حسان
بن ثابت وکعب بن زهیر وسواد بن قارب
وغیرهم فمن یقول ان قراءة المولود
ممنوع او مذموم وفعل یشبه الهنود فهو
بنفسه مذموم ومطرود وما ادری لای
سبب یمنعون قراءة المولد ما یمنعون
الامور المستحدثة غیر المولد کبناء الرباطات و
تزیین المساجد بالنقوش وکتابة المصاحف المزخرفة

اس مقصد (ایصالِ ثواب) کیلئے ام سعد کے کنوئیں کی
حدیث کافی ہے۔ کیونکہ غیر کے عمل کا ثواب پہنچانا بحالت
حیات و موت دونوں صورتوں میں جائز ہوتا ہے بلکہ اسکا
حکم ہوچکا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ قدرت نہ ہو تو غیر سے
حج کرانے میں شرعی حکم وارد ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام
حجۃ الوداع میں مقام مزدلفہ سے واپس تشریف لا رہے تھے
تو ایک عورت نے یہی سوال کیا تھا اور مجالس میلاد کو ہر طرح
موجودہ شکل میں خیر القرون کے وقت موجود نہ تھیں مگر اس
میں شک نہیں کہ یہ فعل مستحسن ہے اور تمام اہل اسلام کا شرق
و مغرب میں معمول ہے سوائے فرقہ نجدیہ غیر مقلدین کے
اور یہ اصول ہے کہ جس امر مباح کو مسلمان مستحسن سمجھیں وہ
خدا کے نزدیک بھی مستحسن قرار پاتا ہے اور مجلس میلاد میں یہی
ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ذکر کیجاتی ہے
یا آپکی مدح میں شعر پڑھے جاتے ہیں اور مدحیہ اشعار کا
پڑھنا سنتِ صحابہؓ ہے بلکہ سنتِ نبویہ ہے۔ کیونکہ روایات
سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان
بن ثابت سے اپنے اشعار مدحیہ سنا کرتے تھے اور کعب بن
زہیر سواد بن قارب وغیرہ سے بھی آپ نے اشعار مدحیہ سنے تھے
اس لئے جو شخص یہ کہتا ہے کہ ذکر میلاد اور مدحیہ اشعار کا پڑھنا
ممنوع یا برا ہے اور فعل ہنود ہے وہ شخص خود برا ہے اور
راندۂ درگاہِ نبوی ہے۔ اب مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ کس وجہ
سے ذکر میلاد کو منع کرتے ہیں اور مجالس میلاد کے علاوہ دیگر
نو پیدا امور کو کیوں منع نہیں کرتے مثلاً مسافر خانوں کا بنانا
یا مساجد کا سجانا بیل بوٹے سے یا قرآن مجید کو سنہری حروف

المسئلة

قراءة مولد النبی

بالمذهب تعليم العلوم العقلية والعلوم العربية كالصرف والنحو والحكمة والرياضيات ولبس ثياب مروجة الوقت واكل الاطعمة المتلونة فكل ذلك مباح لا اعتراض عليه لكن قراءة المولد الذى فيه ذكر ولادة النبى صلى الله عليه وسلم و ذكر معجزاته وخوارق عاداته عندهم لدة حرام او بدعة ولا يظهر لمنعهم سبب الا حبهم له صلى الله عليه وسلم

المسئلة

ومن تلك المسائل مسئلة تصوره صلى الله عليه وسلم فى الصلوة قال امامهم تصوره عليه الصلاة والسلام فى الصلوة اسوء من تصور بهائم المصلى وسموا اخس انواع البهائم وانا لا اقدر ذكر ما سموه من البهائم فى مقابلة اسمه الشريف تادبا وهذه العقيدة من اشنع عقائدهم اعاذنا الله تعالى منها ومع ذلك يسمونه بفخر العالم فاذا كان هذا حال فخر العالم فما ذا يكون حال من كان دونه فى القرب من الانبياء والصالحين وكيف يتصورون سيدنا الخليل عليه السلام حين يقرؤن قوله تعالى فى الصلوة واتخذ الله ابراهيم خليلا وكيف يتصورون سيدنا موسى عليه السلام حين يقرؤن وكلم الله موسى تكليما وكيف يتصورون سيدنا عيسے

سے کفنا یا علوم عقلیہ مروجہ کا تعلیم دینا یا عربی علوم کی تعلیم مثلاً صرف، نحو، فلسفہ، ریاضی وغیرہ یا زمانہ حال کے مروجہ لباس کا استعمال یا مختلف قسم کے کھانے تناول کرنا جیب اصل میں یہ سب مباح ہیں وہ ان پر کوئی اعتراض نہیں کرتے مگر ذکر میلاد جسمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا تذکرہ ہوتا ہے یا معجزات اور خرق عادات بیان ہوتے ہیں جو آپکی ولادت کے وقت رونما ہوئے تھے تو اسے حرام یا بدعت بتاتے ہیں۔ شاید ممانعت کی وجہ صرف یہی معلوم ہوگی کہ ہم حضور علیہ السلام سے اظہار محبت کرتے ہیں اور بس، خوب! ان مسائل میں سے حضور علیہ السلام کے تصور کا بھی مسئلہ ہے جو نماز میں بلا اختیار آجاتا ہے۔ مخالفین کے امام کا قول ہے کہ نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال آجانا نمازی کے اپنے جانوروں کے خیال سے بھی بدتر ہے اور اس مقام پر اس نے ایک بدترین جانور کا ذکر کیا ہے مگر میں جرأت نہیں کرسکتا کہ اس بُرے جانور کا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے مقابلہ پر ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر کروں۔ اور انکا یہ عقیدہ بدترین عقائد میں سے ہے۔ ایسے عقائد سے خدا بچائے۔ تعجب ہے کہ پھر یہ لوگ حضور علیہ السلام کو فخر عالم بھی کہتے ہیں۔ مگر تم سوچو کہ جب فخر عالم کا انکے نزدیک یہ حال ہے تو دوسرے انبیاء وصالحین کا کیا حال ہوگا۔ جو آپ سے بارگاہ الٰہی میں کم درجہ پر مقرب ہیں وہ بتائیں کہ جب وہ نماز میں واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا پڑھتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تصور کو کیا سمجھتے ہیں یا جب کلّم اللہ موسیٰ تکلیما پڑھتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تصور کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام

علیہ السلام حین یقرؤن فی الصلوۃ و
کان وجیھا فی الدنیا و الاٰخرۃ و من
المقربین وجمیع القراٰن مفصح بمدحہ
صلی اللہ علیہ وسلم و قربہ و محبتہ قال
اللہ تعالیٰ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول
و من یطع الرسول فقد اطاع اللہ و
قولہ تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ
فاتبعونی وقال تعالیٰ یا ایھا النبی
انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و
نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا
منیرا وقال تعالیٰ لا تجعلوا دعاء
الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا وقال
تعالیٰ و تعزروہ و توقروہ وھذا
توقیرہ علیہ السلام عند القوم حتی
جعلوا تصورہ اسوء من تصور البھائم
و مع ذلک سموا انفسھم اھل الحدیث
فانا للہ وانا الیہ راجعون
وکما مات ولدہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال المشرکون
صار ابتر فاجاب اللہ سبحانہ
عن حبیبہ ان شانئک ھو
الابتر وکما قال ابو لھب
للنبی صلی اللہ علیہ وسلم
تبا لک الھذا دعوتنا

کے متعلق یہ آیت پڑھتے ہیں کہ کان وجیھا فی الدنیا و
الاٰخرۃ ومن المقربین تو آپکے تصور کو کس قدر قیمت
یں جانتے ہیں۔ اسپر ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ سارا قرآن تو
حضور علیہ السلام کی تعریف سے پُر ہے اور آپکی تعریف بیان کرتا
ہے یا آپکا قرب الٰہی اور محبت الٰہی ظاہر کرتا ہے چنانچہ ارشاد
ہے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو
جو رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے وہی خدا کی اطاعت کرتا ہے۔
آپؐ کہدیں کہ اگر تم خدا سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری تابعداری
کرو اور یہ بھی فرمایا کہ اے نبیؐ ہم نے آپکو اُمت کا نگران حال اور
مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے اور خدا کی طرف بلانیوالا اور روشن
چراغ بنا کر مبعوث کیا ہے یہ بھی فرمایا کہ تم رسول علیہ السلام کا
بُلاوا اپنے باہمی ایک دوسرے کے بُلاوے کی مانند نہ بناؤ۔
یہ بھی فرمایا کہ تم رسولؐ کی عزت و توقیر کرو۔ تو اب وہابی بیچارہ
کیا کرے اور کیسے آپکے تصور کو روک سکتا ہے۔ سخت افسوس ہے
کہ خدا تو تعریف کرے اور قوم آپکی یہ عزت کرتی ہے کہ نماز میں
آپکے تصور کو بھی ممنوع قرار دیتی ہے اور جانوروں کے
تصور سے بھی بدتر جانتی ہے۔ پھر اس قوم نے اپنا نام
کیا رکھا ہے؟ اہل حدیث! اناللہ وانا الیہ راجعون۔
جب حضور علیہ السلام کے خلف الرشید حضرت ابراہیم علیہ السلام
کا وصال ہوا تھا تو مشرک کہتے تھے کہ آپ ابتر ہو گئے ہیں
تو خدا تعالیٰ نے جواب دیا کہ آپ ابتر نہیں بلکہ آپکے
دشمن ابتر ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے کوہ صفا پر تبلیغ
اسلام کے لئے قریش کو بلایا تھا۔ تو ابولہب نے اخیر وعظ
پر کہا تھا کہ کیا اسی کام کے لئے آپ نے ہمیں دعوت

غضب اللہ علیہ واجاب عن حبیبہ
بقولہ تبت یدا ابی لھب وتبّ
والمرجو من المنصفین ان یوازن قول
الوھابیۃ ان تصورہ صلے اللہ علیہ
وسلم فی الصلوۃ اسوء من تصور
البھیمۃ الفلانیۃ بقول ابی لھب
تبًّا لک دیہ تجر اشنعوا فصح جعل
ابو لھب جھنمیا بقولہ تبّا لک
فکیف یکون حال من تفوہ بمثل
ما قالوا لکن الوحی قد انقطع فمن
الذی یرد علیہ قولہ وقالوا لا یجوز
للمصلی ان یقول فی تشھدہ السلام
علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
بل یقول السلام علی النبی الخ تحامیا
من لفظ الخطاب المشیر الی حضور
روحہ علیہ الصلوۃ والسلام قلنا و
لئن سلم ذلک فکیف نصورہ عند
قراءۃ السلام علی النبی ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ انصورہ بالتبجیل والتوقیر
ام بالاھانۃ والتحقیر عیاذا باللہ
ان صورناہ بالتوقیر بطلت قاعدتہم
المقررۃ فی اول المسئلۃ وان
صورناہ بالتحقیر عیاذا
باللہ ھدمنا بناء الاسلام

دی تھی۔ خدا کرے تم جلد تباہ ہو جاؤ۔ اس پر خدا نارض
ہوا اور اپنے حبیب کی طرف سے جواب دیا کہ ابو لہب کے دونوں ہاتھ
تباہ ہونگے اور وہ خود بھی تباہ ہوگا۔ اب انصاف پسند
طبائع سے مجھے امید ہے کہ وہ خود قول وہابیہ اور قول ابو لہب
کا باہمی موازنہ کریں گے (قول وہابیہ یہ ہے کہ نماز میں حضور
علیہ السلام کا تصور فلاں بدترین جانور کے تصور سے بھی
زیادہ بُرا ہے اور ابو لہب کا قول یہ ہے کہ اے نبی تو تباہ ہو جائے)
اور بتائیں گے کہ کس کا قول زیادہ بُرا اور بدنام کرنیوالا ہے
اور کس کا نہیں؟ ابو لہب کو تو یہ سزا مل چکی کہ تبًّا لک کہکر جہنمی
ہوگیا۔ مگر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے ایسے گندے
لفظ کہے ہیں۔ افسوس وحی بند ہو چکی ہے ورنہ ابھی فیصلہ
ہوجاتا۔ اب انکا منہ کون توڑ سکتا ہے؟ یہ لوگ یوں بھی کہتے
ہیں کہ نمازی کو تشہد میں یوں کہنا جائز نہیں کہ اے نبی آپ
پر سلام ہو اور آپ پر خدا کی رحمت اور برکت نازل ہو بلکہ یوں
غائب سمجھکر کہے کہ ہمارے نبی پر سلام ہو۔ تاکہ حاضری اور خطاب
کے لفظ سے بچ جائے۔ کیونکہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپکی
روح مبارک حاضر ہو جاتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب غائب کا
لفظ اختیار کرنے سے آپکی حاضری نہ ہوگی تو بتاؤ کہ جب نمازی
السلام علی النبی کہے گا اور غائبانہ لفظ سے آپ پر سلام و
درود بھیجیگا تو آپکا تصور پھر آئیگا؟ تعظیم و توقیر کی صورت میں یا
معاذ اللہ اہانت و تحقیر کی شکل میں۔ پس اگر وہ تصور عزت و توقیر
کے ساتھ ہوگا تو وہابیوں کا اصول ٹوٹ جائیگا کہ جو شروع مسئلہ
میں مقرر کیا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام کا تصور مفسد صلوٰۃ ہے اور
اور گدھے کے تصور سے نماز نہیں ٹوٹتی اور اگر معاذ اللہ

ارشدونا الی اھون البلیتین۔ انتھی۔
ومن تلک المسائل مسئلۃ لفظ السیّد قبل اسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا ھذا بدعۃ وما کان مصطلحا فی زمن خیر القرون اقول الاصطلاحات تتغیّر بتغیّر الزمان وھل کانت لفظۃ مولٰنا وشیخنا وحضرتنا وامثال ذلک مصطلحۃ فی زمن خیر القرون وفی ھذا الزمان یستنکف کل من ادنی العلماء ان یخاطب بمجرد اسمہ ویحسبہ ھتکا لحرمتہ فالنبی صلی اللہ علیہ وسلم احق بالحرمۃ والتعظیم من سائر الناس اما قال اللہ تعالیٰ فی حق سیدنا یحیٰی علیہ السلام وسیدا وحصورا ونبیا من الصالحین وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا سیّد ولد اٰدم فلفظ السیّد مرادف فی المعنی للفظ المولی بل المولی اعلی منہ لانہ یطلق علی اللہ تعالیٰ قال اللہ تعالیٰ ذٰلک بان اللہ مولی الذین اٰمنوا وقولہ تعالیٰ نعم المولی ونعم النصیر۔ ومن تلک المسائل مسئلۃ اشتراک غیر اللہ تعالیٰ معہ فی الفعل کما یقال للمعطی ھذا من فضل اللہ وفضلکم او اعطانی اللہ ورسولہ

تحقیر کے ساتھ اسے تصور کریں تو اسلام کی بنیاد ہی اکھاڑ دینگے خدا تعالیٰ مناسب راستہ کی ہمیں ہدایت کرے (انتہیٰ)

المسئلة

آور ان مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پہلے سیدنا کا لفظ بڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ مخالفین کہتے ہیں کہ یہ زیادتی بدعت ہے خیر القرون کے وقت نہ تھی مگر میں کہتا ہوں کہ زمانہ تبدیلی سے محاورات بھی تبدیل ہوجاتے ہیں۔ تم خود بتاؤ کہ کیا مولانا اور شیخنا و حضرتنا وغیرہ کے لفظ خیر القرون میں مستعمل تھے؟ حالانکہ موجودہ وقت میں جس ذی علم کو صرف نام سے پکارا جائے اور کوئی تعظیمی لفظ نہ بڑھایا جائے تو آنجناب ناک چڑھا لیتے ہیں اور اسے اپنی ہتک عزت جانتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھکر عزت و توقیر کے حقدار ہیں۔ کیا خدا تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حق میں یہاں نہیں فرمایا کہ آپ سید پاکدامن تھے اور نبی صالح تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بنی آدم کا سید ہوں اور سید کا لفظ مولیٰ کے معنے میں ہے بلکہ مولیٰ کا لفظ سید سے بھی اعلیٰ ہے کیونکہ سید کا لفظ خدا پر استعمال نہیں ہوتا اور مولیٰ کا لفظ خدا پر بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے مالک اور مولیٰ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور یہ بھی اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہترین مالک اور بہترین مددگار ہیں۔

المسئلة

ان مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ آیا فعل خداوندی میں غیر اللہ کو شریک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً کسی داتے کو یوں کہنا کہ یہ اللہ کی اور تمہاری مہربانی ہے۔ یا یوں کہنا کہ یہ چیز مجھے خدا اور خدا کے رسول نے دی ہے

ففيه الحقيقة والمجاز اي اعطاني الله حقيقة واعطيتني ظاهرا وكانت الصحابة رضي الله عنهم حين يلقي النبي صلى الله عليه وسلم عليهم سؤالا يقولون الله ورسوله اعلم فكانوا يشتركون النبي صلى الله عليه وسلم في الاعلمية مع الله تعالى ولا ينكر عليهم احد وقال الله تعالى براءة من الله ورسوله وقال تعالى فالله ورسوله احق ان يرضوه ومن يطع الله ورسوله وقال تعالى وما نقموا منهم الا ان اغناهم الله ورسوله من فضله الى غير ذلك من الآيات لكن الاحتراز عن امثال هذه الكلمات احسن لعدم تمييز العوام بين الحقيقة و المجاز ومن تلك المسائل مسئلة امكان الكذب على الله تعالى قالوا خلف الوعيد جائز وسموه امكان الكذب قلنا لا يجوز نسبة الكذب الى الله تعالى وخلف الوعيد مكرمة ولا يسمى كذبا لان الكذب دناءة قبيحة يستنكف منها

مسئلة امكان الكذب على الله تعالى

تو جواب یوں ہے کہ ایسے محاورہ میں مجازی طریق استعمال ہوتا ہے اور حقیقی بھی۔ تو فقرہ مذکورہ کا یہ معنیٰ ہوا کہ اصلی طور پر تو خدا نے دیا ہے مگر بظاہر تم نے دیا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی سوال پوچھتے تھے اور صحابی جواب دینا گستاخی سمجھتے تھے تو یوں کہتے تھے کہ اس کا جواب خدا اور خدا کا رسول بہتر جانتا ہے اور اپنے اس جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے علم میں شریک کر دیتے تھے اور اس جوابی فقرہ کو کسی نے برا نہیں منایا۔ دیکھئے ارشاد ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی مشرکین سے بیزاری ہے یہ بھی فرمایا کہ انکو یہ مناسب تھا کہ خدا اور خدا کے رسول کو راضی کرتے اور یہ بھی فرمایا کہ جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ بڑی کامیابی پائیگا۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ مخالفین کیا یہی برا مناتے ہیں کہ اللہ نے اور اللہ کے رسول نے اہل مدینہ اور مہاجرین کو غنی کر دیا ہے۔ اس قسم کی آیات اور بھی بہت ہیں مگر خلاصہ جواب یہ ہے کہ ایسے اشتراکی لفظوں سے عوام کو بچنا چاہیئے کیونکہ وہ حقیقت و مجاز میں امتیاز نہیں کرتے۔ اور ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ معاذ اللہ کیا خدا جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ مخالف کہتے ہیں کہ عذابی وعدہ میں جھوٹ بول سکتا ہے اور اس مسئلہ کا نام کمبختوں نے امکان کذب رکھا ہوا ہے ہم جواب دیتے ہیں کہ ذات خداوندی کی طرف جھوٹ کو منسوب کرنا ہی ناجائز ہے اور وعدہ کرکے سزا نہ دینا اسے وعدہ خلافی نہیں کہتے

العباد فکیف یجوب العباد و مغفرة المعاصی یوم القیمة عفو و مکرمة لا یسمی کذبا قال الله تعالیٰ بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمه وقال تعالیٰ ویقولون علی الله الکذب وهم یعلمون فالخصلة الردیئة التی ذکرها الله تعالیٰ من عادات الکفار کیف یجوز لمسلم ان ینسبها الی الله تعالیٰ فالحاکم ان اوعدا هل الجرائم بالحبس والقتل مثلاً فظفر علیهم ثم عفی عنهم بشفاعة احد من خواصه او بلطف منه واطلقهم هل یسمی ذلک الحاکم کاذبا کلا بل عفوه لهم احسان ومکرمة فمن سمّی فضل الله تعالیٰ ورحمته علی عباده المجرمین کذبا فقد کذب علی الله تعالیٰ ومن اظلم ممن کذب علی الله او کذب بآیاته انه لا یفلح المجرمون

بلکہ وہ اصول اختیاری کی تبدیلی ہے اور ہر خود اختیاری تبدیلی کو کوئی جھوٹ نہیں کہتا۔ کیونکہ جھوٹ ایک لعنت ہے جس سے انسان بھی نفرت کرتے ہیں تو بھلا خدا تعالیٰ اس سے نفرت کیوں نہ کرینگے؟ پس قیامت کے دن عذاب کی بجائے مغفرت کا استعمال کرنا خدا کا رحم اور مہربانی ہوگی۔ اسے کذب نہیں کہا جائے گا۔ ارشاد ہے کہ کفار قرآن کی تکذیب کرتے ہیں جسے وہ خود پورے طور پر نہیں سمجھ سکے۔ پھر ارشاد ہے کہ وہ جانتے ہیں اور جان بوجھکر خدا پر افترا کرتے ہیں۔ ان آیات میں جھوٹ کی لعنت کو خدا تعالیٰ نے کفار کے حق میں ذکر فرمایا ہے کہ یہ انکی عادت ہے پس مسلمان کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ اس لعنت کو اپنے خدا سے نسبت دے تجربہ شاہد ہے کہ جرائم پیشہ گرفتاروں کو حاکم حبس دوام یا قتل کی سزا دیتے ہیں مگر کسی خاص مقرب کی سفارش سے یا اپنی خاص عطا سے یا رحم کی درخواست پر انکو معافی بھی دیدیتے ہیں۔ اور رہا کر دیتے ہیں تو کیا اس صورت میں ان حکام کو وعدہ خلاف یا جھوٹا کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس معافی کا نام ذاتی اختیار کا استعمال ہے اور احسان اور کمال مہربانی ہے پس حاصل یہ ہے کہ جو شخص اس رحیمانہ سلوک خداوندی کو جو وہ اپنے مجرم بندوں کے حق میں استعمال کریگا کذب کا عنوان دیتا ہے۔ وہ خود خدا پر جھوٹ باندھتا ہے۔ تم خود ہی بتاؤ کہ اس شخص سے بڑھکر اور کون زیادہ ظالم ہو سکتا ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے یا اسکی آیات کی تکذیب کرے۔ اصل بات یہ ہے کہ ظالموں کی نجات نہ ہوگی

مسئلة الاستمداد من ارواح الصلحاء

قالوا الیس اللہ علی کل شیئ قدیر قلنا بلی ولکن قدرۃ اللہ تعالیٰ لا تتوجہ الی المحالات کشریک الباری وغیرہ من المحالات فکف اللسان عن امثال ھذہ الکلمات واجب علی العباد ومن تلک المسائل مسئلۃ الاستمداد من ارواح الصلحاء فقالوا لا یجوز الاستمداد الا عن اللہ تعالیٰ ومن استمد من غیر اللہ تعالیٰ فقد اشرک باللہ تعالیٰ قلت الکلام فی ھذہ المسئلۃ من وجھین جواز نفس الاستمداد و عدمہ والنفع من الاستمداد و عدمہ فنفس الاستمداد یعنی طلب المعونۃ شائع ذائع عندھم من الاحیاء فی مقاصدھم الدنیویۃ من تعمیر المدارس وتبلیغ المذاھب واجراء الجرائد فان کان نفس الاستمداد شرکاً فقد اشرکوا باللہ تعالیٰ فلا فرق بیننا وبینھم فی نفس الاستمداد غیر انھم یستمدون من الاشباح الفانیۃ و نحن نستمد من الارواح الطیبۃ الباقیۃ واما النفع من الاستمداد فبارادۃ اللہ تعالیٰ ان اراد نفعنا الارواح الطیبۃ ونفعھم الاشباح الفانیۃ وان لم یردہ ما نفعنا

مخالف اعتراض کیا کرتے ہیں کہ کیا خدا ہر شے پر قادر نہیں تو جھوٹ پر کیوں قادر ہوگا (جواب) بیشک صحیح ہے لیکن قدرت الہیہ ناممکن اور نامناسب امور کی طرف متوجہ نہیں ہوا کرتی۔ چنانچہ خدا اپنا شریک پیدا نہیں کرتا۔ اور اسی طرح کے اور نا واجب کام نہیں کرتا پس ایسے بکواسات سے انسان کا فرض ہے کہ اپنی زبان کو روک رکھے۔ ان مسائل میں سے استمداد کا مسئلہ بھی ہے جو صلحاء کی روحوں سے کی جاتی ہے۔ مخالف کہتے ہیں کہ ناجائز ہے اللہ کے سوا اور جو اللہ کے سوا کسی اور سے استمداد کرتا ہے وہ خدا سے شرک کرتا ہے میں کہتا ہوں کہ اسپر دو طریق سے بحث ہے اوّل صرف استمداد اور عدم استمداد پر دوم استمداد سے نفع یا عدم نفع پر پس نفس استمداد یعنی کسی سے امداد طلب کرنا۔ تو وہ زندوں سے عام طور پر حاصل کیجاتی ہے اور کثیر الاستعمال اور مشہور ہے چنانچہ مخالف بھی دنیاوی امور میں (مثلاً تعمیر مدارس، تبلیغ مذہب اور اجرائے اخبارات) میں انکے ہاں بھی پائی جاتی ہے تو اگر صرف استمداد ہر طرح سے شرک ہے تو مخالف خود شرک کرتے ہیں اور نفس استمداد میں ہمارے اور انکے درمیان کوئی فرق نہیں مگر یہ فرق ضرور ہے کہ وہ فانی جسموں سے استمداد کرتے ہیں اور ہم پاک اور غیر فانی ارواح سے استمداد کرتے ہیں مابعد ہا استمداد سے نفع تو اللہ تعالیٰ کا ارادہ اگر چاہے تو ہم کو ارواح طیبہ نفع دیتے ہیں اور ان کو فانی جسم نفع دیتے ہیں اگر وہ نہ چاہے

وما نفعهم وان قالوا نحن نستمد
من ابدان الاحياء وانتم تستمدون
من ارواح الاموات نقول انتم
كذلك تستمدون من الارواح
لان المعطي والمانع هو الروح في
جسد كان او خارجا عن الجسد
انتهى۔ ومن تلك المسائل مسئلة
تسمية بعض الناس اولادهم
منسوبين الى الانبياء والصلحاء
فهم يحكمون بالشرك على من سمى ولده
نبي بخش او رسول بخش او غلام محمد
او غلام الصديق واشباه ذلك
قالوا معطي الاولاد هو الله تعالى
لا يجوز لاحد ان يضاف اسم ولده
الى غيره تعالى والغلام بمعنى العبد
وكلنا عباد الله لا يجوز اضافة العبدية
الى غيره تعالى قلنا سلمنا ان المعطي
والمانع هو الله تعالى حقيقة لكن
اضافة العطاء الى غيره تعالى
جائز مجازا كما قال جبرئيل عليه السلام
لمريم العذراء لاهب لك غلاما زكيا
وما قال ليهب الله تعالى لك غلاما زكيا فاذا
جاز ان يهب جبرئيل عليه السلام غلاما فلم
لا يجوز ان ينسب العطاء للنبي صلى الله عليه وسلم

تو نہ ہم کو ان سے نفع ہوتا ہے نہ انکو۔ اب اگر وہ یوں
کہیں کہ ہم تو زندوں کے بدن سے استمداد کرتے ہیں اور تم
مُردوں کی روحوں سے استمداد کرتے ہو تو ہم کہتے ہیں کہ
درصل تم بھی ارواح سے ہی استمداد کرتے ہو۔ کیونکہ در
حقیقت دینے والا یا روکنے والا روح ہی ہے خواہ
وہ جسم سے خارج ہو یا اسمیں داخل ہو۔ انتہی۔ ان
مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ کچھ لوگ اپنے بچوں کے

المسئلة

نام انبیاء علیہم السلام یا صلحائے اُمت کیطرف
منسوب کر دیتے ہیں مگر مخالف اس شخص پر شرک کا
فتوے لگا دیتے ہیں جو اپنے بچوں کا نام نبی بخش،
رسول بخش یا غلام محمد یا غلام صدیق یا اسی قسم کا
اور نام رکھے کیونکہ اولاد دینے والا خدا ہی ہے
اور یہ جائز نہ ہوگا کہ اپنے بچے کا نام غیر اللہ کیطرف منسوب
ہو اور غلام عبد کے معنے میں ہے اور ہم سب عباد
اللہ ہیں اور عبدیت کی نسبت غیر اللہ کیطرف جائز
نہیں ہم کہتے ہیں کہ مان لیا کہ معطی اور مانع درحقیقت
خدا ہی ہے مگر تا ہم عطیہ کو غیر اللہ کیطرف منسوب کرنا
مجازی طور پر جائز ہوتا ہے کیونکہ حضرت جبرئیل نے
حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آکر یوں کہا تھا
کہ میں تمکو پارسا لڑکا بخشنے آیا ہوں اور یوں نہیں
کہا تھا کہ اسلئے آیا ہوں کہ خدا تمکو لڑکا بخشیگا جو
پارسا ہوگا۔ تو جب جبرئیل علیہ السلام لڑکا دیسکتے
ہیں تو کیوں حضور علیہ السلام کیطرف یہ عطیہ منسوب
کرنا مجازی طور پر جائز نہ ہوگا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے

مجازا فان قیل ذلک کان بامر اللہ
تعالیٰ قلنا سلمنا انہ کان بامر اللہ
تعالیٰ لکنہ فتح لنا باب الجواز
واما الغلام وان کان بمعنی
العبد فی اصطلاح الفرس
فای قباحة فی تشبیہہ الاولاد
بعبید الصلحاء من الانبیاء
والصحابة والصالحین اما کان
لھم عبید اما کانوا ینسبون
عبیدھم لانفسہم بقولھم
عبدی و امتی اما قال اللہ تعالیٰ
من عبادکم و امائکم فالعبید
والناس جمیعا عباد اللہ حقیقة
والعبید عبید لمالکیھم
مجازا کما بینا کثرة استعمال
المجاز فی القرآن فی اول الکتاب
کذلک اولاد الناس عبید اللہ
حقیقة و عبید للصلحاء مجازا
انتھیٰ. ولیکن ھذا اٰخر ما
اردنا تحریرہ فی ھذا المقام
اللھم انک تعلم انی ما
اردت بھذا التحریر الاصیانة
عقائد المسلمین عن الزیغ والضلال
فان کان صوابا فمنک ولک المنة

کہ قول جبرئیل تو امر الٰہی تھا اللہ تم کو کس نے حکم دیا
ہے تو جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بیشک
قول جبرئیل امر الٰہی تھا۔ مگر اس نے ہمارے واسطے جواز
کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اب رہا لفظ غلام تو اگرچہ
وہ فارسی محاورہ میں عبد کے معنے میں ہے۔ تاہم اپنے
بچوں کو صلحاء کے غلاموں کے ساتھ تشبیہ دینے میں
کیا قباحت ہوگی اور صلحاء سے مراد نبی ہیں اور صحابہ
اور امت محمدیہ کے نیک بندے۔ کیا انکے پاس خود
اپنے غلام نہ ہوتے تھے یا انکو اپنی ذات سے منسوب
کرتے تھے؟ اور یوں نہ کہتے تھے کہ اے میرے بندے
اور اے میری لونڈی کیا خدا نے انکو آپ سے منسوب
نہیں کیا کہ تم اپنے بندوں اور اپنی بندیوں کے نکاح
کرادیا کرو پس حقیقت میں تمام غلام اور تمام آزاد لوگ
خدا کے بندے ہیں اور غلام اپنے آقاؤں کے مجازی
طور پر بندے ہیں۔ چنانچہ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں
قرآن مجید میں کثرت کیساتھ حقیقت و مجاز کا استعمال
ذکر کردیا ہوا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس لوگوں کے بچے
حقیقت میں اللہ کے بندے ہیں اور صلحائے امت
کے مجازی طور پر بندے ہیں۔ انتھیٰ۔ یہ ہماری تحریر
کا آخری مقام ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا۔ یا اللہ
میں نے اس تحریر سے اور کوئی ارادہ نہیں کیا سوائے
اس کے کہ مسلمانوں کے عقائد کجروی اور گمراہی سے
درست ہوں پس اگر یہ تحریر تیری طرف سے ہے تو میں
تیرا احسان اور فضل مانتا ہوں۔ تو اس سے اپنے

١٤ محرم الحرام ١٣٤٦ هـ. [١٩٢٧ م.]

بسم الله الرحمن الرحيم

مسألة ·

من كرامفور من ناحية نارتهه إركات .

ما يقول علماء الشريعة المتينة فى أن أحدا من مقلدى الإمام الأعظم أبى حنيفة رحمه الله تعالى يعمل بالحديث الصحيح الغير المنسوخ ولا المتروك وذلك الحديث معمول لأحد من الأئمة الأربعة كحديث التأمين جهراً ورفع اليدين قبل الركوع وبعد الركوع وصلوة الوتر ثلث ركعات بقعدة واحدة وتسليم واحد فهل يخرج هذا العامل من المذهب الحنفى أم يبقى حنفيا ، فإن قلتم يخرج فكيف نقل عن الإمام ابن الشحنة[١] فى " رد المحتار " وهو كتاب له إعتبار عند الأحناف .

إذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذلك مذهبه ولايخرج مقلده عن كونه حنفيا بالعمل به فقد صح عنه أنه قال إذا صح الحديث فهو مذهبى وحكى ذلك ابن عبد البر[٢] عن أبى حنيفة وغيره من الأئمة .

وفى المكتوب السادس عشر من كتاب " مقامات مظهرى " للسيد مظهر جان جانان[٣] الحنفى إن عمل بالحديث الثابت لم يخرج من

---

(١) محمد ابن الشحنة الحلبي توفي سنة ٨٩٠ هـ. [١٤٨٥ م.]

(٢) الحافظ يوسف بن عبد البر المالكي الاندلسي توفي سنة ٤٦٣ هـ. [١٠٧١ م.]

(٣) ميرزا مظهر جان جانان توفي سنة ١١٩٥ هـ. [١٧٨١ م.] في دلهي

مذهب الإمام[١] " إذاصح الحديث فهو مذهبى " نص فى هذا الباب وإن لم يعمل بالحديث الثابت بعد عثوره عليه خالف قول الإمام " أتركوا قولى بخبر الرسول ﷺ " .

وفى نفس المكتوب " من يدعى إن العمل بالحديث يخرجه من مذهب الإمام فليقدم برهانا إن كان فى وسعه ، وقال الشاه ولى[٢] الله المحدث الدهلوى الحنفى فى كتاب " عقد الجيد " لاسبب لمخالفته حديث النبى ﷺ إلاانفاق خفى أو حمق جلى .

فما جواب هـــذه الأقوال لهؤلاء الكبار وإن قلتم إنه لايخرج من مذهب الإمام فالتشنيع والطعن عليه اعتداء أم لا ؟ بينوا توجروا .

المستفتى : كاكا محمد عمر ، ١٣ رجب ١٣١٣هـ . ([٣])

☆ ☆ ☆

---

(١) الامام الاعظم ابو حنيفة نعمان بن ثابت توفي سنة ١٥٠ هـ. [٧٦٧ م.] في بغداد

(٢) شاه ولي الله احمد توفي سنة ١١٧٦ هـ. [١٧٦٢ م.] في دلهي

(٣) الشيخ احمد رضا خان[٤] رحمه الله : الفضل الموهبى ، طبع مركزى مجلس رضا لاهور وقد عرب هـــذه الرسالة أخونا الفاضل الأستاذ افتخار احمـــد القادرى ، الأستاذ فى الأدب العربى بالجامعـــة الأشرفية بمبار كفور أعظـم گده ، يو ـ بى الهنـد ، ونشكر الأستاذ على خدمته السنيـة وبارك الله فيها ونفعه بها فى الدارين ، ونقلنا هذه السطور من ترجمته الشريفة . مصنف :

(٤) احمد رضاخان البريلوي الهندي توفي سنة ١٣٤٠ هـ. [١٩٢١ م.]

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب

الحمد لله الذى أنزل الفرقان فيه تبيان لكل شئ تمييزا للطيب من الخبيث وأمر نبيه أن يبينه للناس بما أراه الله فقرن القرآن ببيان الحديث والصلاة والسلام على من بين القرآن وأقام المظان وأذن للمجتهدين بإعمال الأذهان فاستخرجوا الأحكام بالطلب الحثيث فلو لا الأئمة لم يفهم الكتاب ولولا الكتاب لم يعلم الخطاب فيالها من سلسلة تهدى وتغيث وعلى آله وصحابته ومجتهدى ملته وسائر أمته إلى يوم التوريث .

أقول وبالله التوفيق ، ههنا أمران ، الأول صحة الحديث على مصطلح الأثر والثانى صحة الحديث لعمل المجتهد وبينهما عموم وخصوص مطلقا بل من وجه وقد يكون الحديث ضعيفا فى الأسناد وائمة الأمة وأمناء الملة يعملون به نظرا إلى أن لذلك الحديث قرائن خارجة تعضده أو لأنه يطابق القواعد الشرعية فعملهم هذا يوجب صحة الحديث وتقويته .

فهنا قد تفرعت الصحة على العمل لا العمل على الصحة وقد قال الإمام الترمذى بعد أن روى الحديث من جمع بين الصلاتين من غير عذر فقد أتى بابا من أبواب الكبائر " .

حنش هذا هو أبو على الرحبي وهو حنش بن قيس وهو ضعيف عند أهل الحديث ضعفه احمد وغيره والعمل على هذا عند أهل العلم .

وقد حرر الإمام جلال الدين السيوطى فى كتابه " التعقبات على الموضوعات " أشار الإمام الترمذى بذلك إلى أن الحديث اعتضد بقول أهل العلم وقد صرح غير واحد بأن من دليل صحة الحديث قول أهل العلم به وإن لم يكن له إسناد يعتمد على مثله .

وقد نقل الإمام شمس الدين السخاوى[١] فى " فتح المغيث " عن الشيخ أبى الحسن القطان " هذا القسم لايحتج بـه كله بل يعمل به فى فضائل الأعمال ويتوقف عن العمل به فى الأحكام إلا إذ اكثرت طرقه أو عضده إتصال عمل أو موافقة شاهد صحيح أو ظاهر القرآن وقد قال الإمام المحقق على الإطلاق فى " فتح القدير[٢] " فى باب صفة الصلوة ليس معنى الضعيف الباطل فى نفس الأمر بل ما لم يثبت بالشروط المعتبرة عند أهـل الحديث مع تجويز كونه صحيحا فى نفس الأمر فيجوز أن تقترن قرينة تحقق ذلك وإن الراوى الضعيف أجاد فى هذا المتن المعين فيحكم به .

وربما يكون الحديث صحيحا ولا يعمل به الإمام المجتهد :

١ : إما لأن عنده هذا الحديث غير متواتر يوجب نسخ الكتاب .

٢ : أو حديث الآحاد يوجب الزيادة على الكتاب .

٣ : أو الحديث روى عن الآحاد فى موضع تكرر الوقوع وعموم البلوى أو فى كثرة المشاهدين وتوفردواعى الروايه .

---

(١) شمس الدين محمد السخاوي توفي سنة ٩٠٢ هـ. [١٤٩٦ م.] في المدينة المنورة

(٢) مؤلف فتح القدير كمال الدين محمد ابن همام توفي سنة ٨٦١ هـ. [١٤٥٦ م.]

٤ : أو يلزم تكرار النسخ فى العمل به .

٥ : أو يكون الحديث الصحيح الآخر معا رضا لــه ويترجح عليه بوجه من وجوه الترجيح الكثيرة .

٦ : أو ذلك الحـــديث مؤول أو معدول عن الظاهر لحــكم الجمع والتوفيق والتطبيق بين الأدلة .

٧ : أو الحديثان متساويان ولا يمكـــن الجمع المقبول بينهما ولا يعلم تاريخها ليتبين الناسخ من المنسوخ فبعـــد أن تساقطت الأدلـة المتعارضه وجب الرجوع إلى موافقة الأصل .

٨ : أو مضى عمل العلماء على خلافه .

٩ : أو تعامل الأمة قد سوغ له مخالفة الحديث كمثل حديث المخابرة .

١٠ : أو خالف الراوى الصحابى الحديث المفسر .

١١ : أو انتفت علة الحكم الأن كما فى سهم المؤلفة قلوبهم .

١٢ : أو كمثل حديث لاتمنعوا اماء الله مساجد الله ، وكان مبنى الحكم حال العصر أو عرف البلد فانتفى الآن وانقطع .

١٣ : أو العمل بــه داع إلى الضيق الشديد والحرج فى الدين كما فى حديث الشبهات .

١٤ : أو لفسادنا شئ هذا ألا وإن كما فى حديث التغريب لعام .

١٥ : أو مثل حديث ضجعة الفجر وجلسة الاستراحة منشأه أمر معتاد أو موقت أو حاجة خاصة لا التشريع الدائمى مثل الجهر بأية فى الظهر أحيانا أو جهر الفاروق بدعاء القنوت أو مثل الحديث عليك السلام تحية الموتى إنما المقصود به الإخبار لا الحكم الشرعى إلى غير ذلك من الوجوه التى يعرفها النبيه ولايبلغ حقيقة كنهها إلا المجتهد الفقية فمجرد كون الحديث صحيحا على مصطلح الأثر لن يكفى صحة العمل للمجتهد، ولم يظهر مجتهد من السادة الصحابة الكرام إلى الأئمة المجتهدين المتأخرين رضى الله عنهم لم يجعل بعض الأحاديث الصحيحة مؤولا أو مرجوحا أو متروك العمل بوجه ما .

لم يعمل أمير المؤمنين عمر الفاروق الأعظم بحديث عمار رضي الله عنه فى التيمم للجنب وقال إتق الله يا عمار كما فى صحيح مسلم وكذلك لم يعمل بحديث فاطمة بنت قيس فى عدم النفقة والسكنى للمبتوتة وقال لانترك كتاب ربنا ولاسنة نبينا بقول امرأة لاندرى حفظت أم نسيت رواه مسلم أيضاً .

كذلك لم يعمل عبد الله بن مسعود رضي الله عنه بحديث التيمم السالف ذكره وقال أبو موسى الأشعرى رضي الله عنه أو لم تر عمر لم يقنع بقول عمار كما فى الصحيحين وكذلك لم تعمل أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله عنها بحديث فاطمة المذكور وقالت ما لفاطمة لاتتقى الله رواه البخارى .

وكذلك لم يعمل عبد الله بن عباس رضى الله عنهما بحديث أبى هريرة رضي الله عنه " الوضوء مما مست النار " وقال انتوضأمن الدهن

انتوضأمن الحميم رواه الترمذى .

وكذلك لم يعمل الأمير معاوية رضي الله عنه[١] بحديث عبد الله بن عباس رضى الله عنهما أنه صلى الله عليه وسلم لم يستلم هذين الركنين وقال ليس شئ من البيت مهجورا كما فى البخارى من رواية الحموى والمستملى .

وكذلك لم يعمل الجماهير من الأئمة الصحابة والتابعين من بعدهم بحديث الوضوء من لحوم الإبل وهو صحيح معروف من حديث البراء وجابر بن سمرة وغيرهما رضى الله عنهم .

وكان إمام دار الهجرة عالم المدينة سيدنا مالك بن أنس رضي الله عنه يقول " العمل أثبت من الأحاديث " وقال أتباعه " إنه لضعيف أن يقال فى مثل ذلك حدثنى فلان عن فلان " .

وكانت طائفة من الأئمة التابعين إذا بلغهم الأحاديث من غيرهم على خلافهم قالوا مانجهل هذا ولكن مضى العمل على غيره .

ويقول للإمام محمد بن أبى بكر بن جرير[٢] أخوه مراراً لما ذا ما حكمت بحديث كذا فيقول " لم أجد الناس عليه " . وكان أستاذ الأستاذ البخارى ومسلم إمام المحدثين عبد الرحمن بن مهدى يقول " السنة المتقدمة من سنة أهل المدينه خير من الحديث " نقل هذه الأقوال الخمسة الإمام أبو عبد الله محمد بن الحاج العبدرى المكى المالكى[٣] فى " مدخله " فى فصل فى النعوت المحدثة وفى فصل فى الصلاة على الميت فى المسجد ما ورد من أن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم صلى

(١) معاو ية ابن ابي سفيان توفي سنة ٦٠ هـ. [٦٨٠ م.] في الشام

(٢) محمد ابن جرير الطبري توفي سنة ٣١٠ هـ. [٩٢٣ م.]

(٣) ابن الحاج محمد بن العبدري المكي المالكي الفاسي توفي سنة ٧٣٧ هـ. [١٣٣٦ م.]

على سهيل بن بيضاء فى المسجد فلم يصحبه العمل والعمل عند مالك أقوى إلخ .

ونذير حسين الدهلوى[١] نفسه يكتب فى كتابه " معيار الحق " أن ترك بعض الأئمة بعض الأحاديث فرع بحثهم لأنهم لم يعتبروا تلك الأحاديث أحاديث يعمل بها بدعوى النسخ أو بدعوى الضعف وأمثال ذلك .

فقد كشفت إضافة " أمثال ذلك " عن أن الأئمة أحيانا لايعتبرون بعض الأحاديث أحاديث يعمل بها بغير دعوى النسخ والضعف ولاشك أن الأمر كذلك ، وفى نفس الكتاب جعل المؤلف الحديث الجليل لصحيح البخارى " حتى ساوى الظل التلول " متروك العمل تقليدا محضاً لبعض الشافعية المقلدين بحيلة التأويلات الباردة الكاسدة الساقطة الفاسدة وقال معتذراً من الإثم إن هذه التأويلات الحقة إقترفتها جمعا بين الأدلة .

وسوى ذلك قد جعل كثيرا من الأحاديث الصحاح واهيات مردودة بالدعاوى الباطلة الذاهلة الزائلة بلاخوف ولاخطر تصويبا للمذهب وقد ذكرت تفصيل ذلك فى رسالتى " حاجز البحرين الواقى عن جمع الصلاتين " وهذه الرسالة فى مسئلة واحدة فقط وهناك قد أوضحت زلات نذير حسين الدهلوى التى تتعلق بها وهكذا فعل فى سائر المسائل .

(١) نذير حسين الدهلوي توفي سنة ١٣٢٠ هـ. [١٩٠٢ م.]

وبالجملة لاينكر عاقل موافقا كان أو مخالفا أن مجرد صحة الأثر لايستلزم صحة العمل بل يستحيل استلزامها والا يلزم القول بالمتنافيين حين صحة المتعارضين وذلك محال عقلاً فلا جرم أن يكون المراد بصحة الحديث فى الأقوال المذكورة بالسؤال وأمثال ذلك صحة العمل وبالخبر هو الخبر الواجب العمل عند المجتهد .

ومن أجلى البديهيات أنه إن عثر المجتهد على حديث ولم يعمل به لأجل التأويل أو للوجوه الآخرى فذلك الحديث لايكون مذهبا له والا تعود نفس الاستحالة العقلية من أنه قد قال بضده تصريحا .

فقد ظهر ظهور اهينا أن الادعاء بتلقى حديث على خلاف مذهب الإمام بزعم أن مذهب الإمام مطابق له لأجل أقوال الإمام المذكورة ينحصر فى أمرين :

الأول : ان يكون من المعلوم والمحقق أن هذا الحديث لم يكن بلغ الإمام والا فالمذهب بحال العثور مخالف لاموافق له ولذلك صرح العلامة الزرقانى[١] فى شرح المؤطا الشريف قد علم أن كون الحديث مذهبه محله إذا علم أنه لم يطلع عليه إما إذا احتمل إطلاعه عليه وأنه حمله على محمل فلا يكون مذهبه .

الثانى : أن يكون لهذا القائل احاطة تامة باحكام الرجال والمتون وطرق الاحتجاج ووجوه الاستنباط وما يتعلق بها من اصول المذهب .

ههنا تعتريه أربع مراحل شديدة الصعوبة كل منها أصعب من الاخرى .

---

(١) محمد بن عبد الباقى علوان الزرقاني المالكي المصري توفى سنة ١١٢٢ هـ. [١٧١٠ م.]

المرحلة الأولى : نقد الرجال بحيث أن يكون القائل عاثرا على مراتبهم من الثقة والصدق والحفظ والضبط وأقوال الأئمة فيهم ووجوه الطعن ومراتب التوثيق ومواضع تقديم الجرح والتعديل وحوامل الطعن ومناشى التوثيق ومواضع التحامل والتساهل والتحقيق ويكون متمكنا من استخراج مرتبـــة اتقان الراوى بنقد الروايات وضبط المخالفات والاوهـام والخطيئات ويكون حاذقا فى اساميهم والقابهم وكناهـم وانسابهم والوجوه المختلفة لتعبير الرواة لاسيا أصحاب التدليس وتعيين المبهات والمتفق والمتفرق والمختلف والمؤتلف ويكون مطلعا على مواليدهم ووفياتهـم وبلادهم ورحلاتهم ولقاء اتهم واساتذتهم وتلامـــذتهم وطرق التحمل ووجوه الاداء والتدليس والتسوية والتغير والاختلاط والآخذين من قبل والآخذين من بعد والسامعين فى الحالين وغيرها من الأمور الضرورية كلها تكون منكشفة له فبعد ذلك كله يمكنه أن يقول فى سند الحديث فقط إنه صحيح أو حسن أو صالح أو ساقط أو باطل أو معضل أو مقطوع أو مرسل أو متصل .

المرحلة الثانية :

أن يمعن النظر التام فى الصحاح والسنن والمسانيـــد والجوامع والمعـاجم والأجزاء وغيرهـــا من كتب الأحاديث وطرقها المختلفـــة والفاظها المتنوعة إلى أن يعثر على تواتر الحديث أو شهرته أو فرديته النسبية أو الغرابة المطلقة أو الشذوذ أو النكارة واختلاف الرفع والوقف والقطع والوصل والمزيد فى متصل الإسانيد واضطرابات السند والمتن وما إلى ذلك وأن يحصل له أيضاً رفع الابهام ودفع الاوهام وايضاح

الخفي واظهار المشكل وابانة المجمل وتعيين المحتمل بجميع هذه الطرق واحاطة الألفاظ .

ولذلك كان الإمام أبو حاتم[١] الرازى يقول لا نحصل على معرفة حديث حتى نكتبه بستين وجها ، وبعد ذلك إنما يمكنه أن يحكم بأن الحديث شاذ أو منكر أو معروف أو مرفوع أو موقوف أو فرد أو مشهور .

المرحلة الثالثة :

ثم ينظر فى العلل الخفية والغوامض الدقيقة وهذا لم يقدر عليه أحد منذقرون ، فإن وجد الحديث منزها من العلل كلها بعد الاحاطة بوجوه الاعلال فإنما يحكم بصحة الحديث بمعنى مصطلح الأثر بعد أن يمر بهذه المراحل الثلاثة وحفاظ الحديث كلهم والنقاد الاجلة وغير الواصلين إلى ذروة الإجتهاد الشامخة لا يبلغون إلا إلى هذه المرحلة والذين يدعون الإجتهاد وكفاءة الأئمة الامجاد وهم يقلدون اثناء الجواب هذه المراحل اصحاب الصحاح أو مصنفى اسماء الرجال تقليدا جامدا يوقحون ولا يستحيون بل هذا التقليد شرك جلى على قولهم ، فى أى آية أو حديث قيل إن البخارى والترمذى بل الإمام أحمد وابن المدينى ما يصححونه او ما يخرجونه من حديث يكون كذلك وأى نص جاء أن الذهبى والعسقلانى بل النسائى وابن عدى[٢] والدارقطنى بل يحيى بن معين[٣] وابن مهدى ما يقولونه فذلك هو الحق المبين .

---

(١) ابو حاتم ابن حبّان محمد توفي سنة ٣٥٤ هـ. [٩٦٦ م.] في سمرقند

(٢) عبد الله ابن العدي توفي سنة ٣٢٣ هـ. [٩٣٥ م.] في استرآباد

(٣) يحيى بن معين البغدادي توفي سنة ٢٣٣ هـ. [٨٤٧ م.]

ولما لم يتقرر تقليد الاكابر الذين هم ارفع واعلى اوأعلم وأعظم بدرجات من هؤلاء وأمثالهم الذين كان ينبغى لهم أن يقلدوهم ويتبعونهم فى معرفة الإحكام الالهية الذين يعترف هؤلاء أيضاً بدرجات امامتهم السامية فالتقليد المحض للرجال (امثال البخارى والترمذى وغيرها) الذين هم اقل رتبة ومكانة بكثير من هؤلاء الإكابر (أمثال الأئمة الأربعة) فى أقل من هذا كالجرح والتعديل وغيرهما من الامور المذكورة التى فيها اتساع لتقديم الرأى لا يجوز قطعاً وإن استدللتم فاستدلوا برأيكم ولا تسموا فى هذا فلانا وفلانا فستنجلى الحقيقية .

ما ذا اخاضك يا مغرور فى الخطر

حتى هلكت فليت النمل لم تطر

يجب على الإخوان العادلين أن ينظروا إلى صعوبات هذه المراحل التى أوخذ فيها المحدث الجليل الشان أبو عبد الله الحاكم بمواخذات عظيمة شديدة وعزى مثل الإمام ابن حبان الناقد البصير إلى التساهل وأكبر منها الإمام أبو عيسى الترمذى قد تقرر متساهلا فى التصحيح والتحسين والجبل الرفيع الإمام مسلم قد اعترف بعبقرية البخارى وأبى زرعة[١] كما أوضحنا فى رسالتنا " مدارج طبقات الحديث " .

ثم المرحلة الرابعة :

وهى العلو فى الفلك الرابع الذى لا يبلغ إليه أحد إلا بعد أن يكون شمسا منيرة بنور الإجتهاد ومن ذا الذى بلغ فى المراحل الثلثة

---

(١) ابو زرعه احمد الرازي توفي سنة ٣٧٥ هـ. [٩٨٥ م.]

مبلغ إمام ائمة المحدثين محمد بن اسمعيل البخاری ولکنه حينما دخل فی موضع الإحکام والنقض والإبرام فاتی بالعجائب من ارادان يلاحظها فليجب عليه النظر فی صحيح البخاری وعمدة القاری للعلامة العينی نظرة العدل مثلاً قصة (!) حليب الشاة شهير جداً .

ورواية اشتغال الإمام عيسى بن ابان بالحديث ثم الاخطاء فی مسئلة مرتين وكونه ملازمالتلامذة الإمام الا عظم أبی حنيفة ما ثور ومعلوم ، لذلك يقول الإمام الاجل سفيان بن عيينة[١] شيخ الإمـــام الشافعی والإمام أحمـــد وأستاذ الأستاذ للإمام البخاری والإمام مسلم ومن الأئمـة المحدثين الاجلة ومن الفقهـاء المجتهدين ومن تبع التابعين " الأحاديث مضلة إلا للفقهاء .

ويقول العلامـة ابن الحاج المالكی[٢] فی " المـدخل " يريدا لإمام سفيان بن عيينة إن غيرهم، قد يحل الشئ على ظاهره وله تاويل من حديث غيره أو دليل يخفی عليه أو متروك أوجب تركه غير شيئ مما لا يقوم به إلا من تبحر وتفقه .

ويقول سيدنا ونبينا محمد رسول الله ﷺ " نضر الله عبد اسمع مقالتی وفحفظها وعاها واداها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه إلى من هوا فقه منـــه " أخرجه الإمام ١ـ الشافعی ٢ـ والإمام أحمـد ٣ـ والدارمی ٤ـ وأبو داود ٥ـ والترمذی وصححه ٦ـ وابن

(!) وهی إذا شرب رضيعـــان حليب شاة يصيران اخوين رضيعين وهذا من العجائب (المعرّب) .

(١) سفيان بن عيينة توفى سنة ١٩٨ هـ. [٨١٣ م.] في مكة المكرمة

(٢) ابن الحاج محمد المالكي توفى سنة ٧٣٧ هـ. [١٣٣٧ م.]

ماجة ٧ـ والضياء فى المختارة ٨ـ والبيهقى فى المدخل عن زيد بن ثابت ٩ـ والدارمى عن جبير بن مطعم ونحوه ١٠ـ أحمد ١١ـ والترمذى ١٢ـ ابن حبان بسند صحيح عن ابن مسعود ١٣ـ والدارمى عن أبى الدرداء رضى الله عنهم أجمعين ولو كان العلم بالحديث يكفى فهم الحكم فما المراد بقول النبى ﷺ المذكور من قبل ؟

يقول الامام ابن حجر المكى الشافعى فى كتابه الخيرات الحسان (١) إن أحداً سأل امام المحدثين سليمان الأعمش[٢] التابعى الجليل الشان من الأئمة الاجلة التابعين ومن تلامذة سيدنا أنس رضى الله عنه عن مسائل وكان امامنا الاعظم سيدنا أبو حنيفة رضى الله عنه حاضرا فى المجلس فوجه الإمام الأعمش تلك المسائل إلى امامنا فاجاب الإمام على الفور فقال الإمام الأعمش من اين اتيت بهذه الاجوبة فقال من الإحاديث التى قد سمعتها منك وروى تلك الإحاديث بالإسناد فقال الأعمش حسبك ما حدثتك به فى مائة يوم تحدثنى به فى ساعة واحدة ما علمت إنك تعمل بهذه الاحاديث يا معشر الفقهاء أنتم الاطباء ونحن الصيادلة وأنت أيها الرجل أخذت بكلا الطرفين والحمد لله رب العلمين ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم .

(١) قد نقلت هذا الكتاب النادر فى مناقب أبى حنيفة إلى الاردويه ، و قد طبع مع الأصل فى مدينه پبلشگ كمپنى كراتشى ـ شجاعت على و فى استنبول مطبعة (حقيقت كتاب أوى)

(٢) سليمان الأعمش الكوفي توفى سنة ١٤٨ هـ.[٧٦٥ م.]

بعد ذلك الرابعة المراجعة :

ومـا أدراك ما المرحلـة الرابعـــة هى اعوص المنازل وأصعب المراحل لا يسير إليها إلا أقل القلائل فمن يعرف قدرها واهميتها ، بيت :

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش
که نظم مملکت خویش خسروان دانند

(تعريب البيت) أنت الصعلوك ذوالمتربة أيها الحافظ فلا تعول ولا تطمع فإن الملوك هم يعلمون نظم مملكتهم واسرار سلطانهم .

فالواجب على السائران يكون لـــه العثور التام والنظـر العميق والـذهن المتوقد والبصيرة الناقدة والبصرُ المنيع والاطلاع العـام على جميع لغات العرب وفنون الأدب ووجوه الخطـاب وطرق التفاهم وأنواع النظم واقسام المعانى وإدراك العلل وتنقيح المناط واستخراج الجامع ومعرفـــة المانع وموارد التعدية ومواضع القصر ودلائل حكم الآيات والأحاديث واقاويل الصحابة وائمة الفقه من القدماء والجدد ومواقع التعارض واسباب الترجيح ومناهج التوفيق ومدارج الدليل ومسالك التخصيص ومناسك التقييـــد ومشارع القيـود وشوارع المقصود وغير ذلك .

وقد حرر الإمام شيخ الإسلام زكريا الأنصارى[١] ـ قدس سره ـ البارى شيئاً من اجمال ذلك ، " إياكم أن تبادروا إلى الإنـكار على قول مجتهد أو تخطئته إلا بعد احاطتكم بادلة الشريعة كلهـا ومعرفتـكم بجميع

(١) زكريا الانصاري الشافعي توفي سنة ٩٢٦ هـ. [١٥٢٠ م.]

لغات العرب التى احتوت عليها الشريعــة كلها ومعرفتكم بمعانيها وطرقها ثم قال متصلا " وأنى لكم بذلك " نقلـه الإمام العارف بالله عبد الوهاب الشعرانى[١] فى الميزان .

ورد المحتار الذى نقل المستفتى عبارتـه فى المسألة فى نفس ذلك الكتاب قد اوضح معنى العبارة متصلابتلك العبـارة ولكن المستفتى لم ينقله يقول ولا يخفى إن ذلك لمن كان اهلا للنظر فى النصوص ومعرفة محكمها من منسوخها فإذا نظر أهل المذهب فى الدليل وعملوا به صح نسبته إلى المذاهب" .

ومما لاريب فيه أن الشخص الذى جاب هذه المراحل الأربعة هو مجتهد فى المذهب كالامام أبى يوسف والإمام محمد رضى الله عنهما فى المذهب المهذب الحنفى ولاشك أن لا مثال هؤلاء الأئمة مبررا لذلك الحكم ولتلك الدعوى ومع ذلك أنهم لم يخرجوا من تقليد الإمام فانهم خالفوا صورة ولكنهم عملوا معنى بالأذن الكلى للإمام ثم إنهم وإن يكونوا مأذونين بالعمل لا يمكنهـــم أن يدعوا بالجزم أن مفاد هذا الحديث على رغم مذهب الإمام غاية الأمر الظن فقط يمكن أنه إن كانت مداركهم قصرت عن مدارك الإمام العالية لو عرضوه على الإمام لعله لم يقبله فالتيقن التام على كون مذهب الإمام ليس هناك أيضاً فاجل الأئمـــة المجتهـــدين فى المذاهب قاضى الشرق والغرب سيدنا الامام أبو يوسف رحمه الله تعالى الذى قد اعترف الموافقون والمخالفون بمدارجه الرفيعة فى الحديث قال فيه الإمام المزنى[٢] تلميذ الامام الشافعى الجليل " هو اتبع القوم للحديث." وقال الإمام أحمد بن حنبل " منصف فى

---

(١) عبد الوهاب الشعراني الشافعي توفي سنة ٩٧٣ هـ. [١٥٦٥ م.]

(٢) اسماعيل المزني توفي سنة ٢٦٤ هـ. [٨٧٧ م.] في مصر

الحديث وقال الإمـــام يحي بن معين وهو متشدد كبير " ليس فى أصحـاب الرأى أكثر حديثـــا ولا أثبت من أبى يوسف وقـال أيضاً صاحب الحديث وصاحب السنة وحرار ابن عدى[١] فى كامل ليس فى أصحاب الرأى أكثر حديثا منـــه وقد عده الإمام أبو عبد الله الذهبى[٢] الشافعى من حفاظ الحـديث وذكر فى كتاب تذكرة الحفـاظ بعنوان الإمام العلامة فقيه العراقيين فهذا الإمام أبو يوسف مع جلالة شانه يقول فى الإمام سيـدنا الإمام الأعظـم رضي الله عنه ما خالفتـــه فى شيئ قط فتدبرته الا رأيت مذهبه الذى ذهب إليه انجى فى الآخرة وكنت ربما ملت إلى الحـديث فـكان هو ابصر بالحديث الصحيح منى وقال أيضاً إذا كان الإمام يجزم بقول كنت اتردد إلى الأئمة المحدثين فى الكوفـة لكى أرى أن اجد حديثا أو أثرا فى تأبيد قوله فكثيرا ما قدمت أمام الإمام بحديثين أو بثلثة أحاديث فيقول فى البعض ليس بصحيح ويقول فى البعض ليس بمعروف فقلت وما أدراك هذا وأنها موافقـــة لقولك فيقول إنى عـــالم بعلم أهل الكوفة ذكر كله الإمـــام ابن حجر فى الخيرات الحسان .

ملخص الكلام أن غير البالغين إلى قمة الاجتهاد ليسوا اهلاً لهذا وليسوا مرادين هنا أصلاً فضلاً عن المـــدعيين الناشئين الجهال عـديم الاناءة والوقار الذين لا يتمكنون من فهم كلامنا وكلامكم وينقدون اجتهاد أساطين الدين الالهى لو نظر السائل فى نفس كتاب ر د المحتار أنـه صرح فى الإمام ابن الشحنة[٣] والعلامة محمد بن محمد البهنسى[٤] استاذ العلامة نور الدين على القارى الباقانى والعلامة عمر بن نجيم المصرى[٥] مؤلف

(١) عبد الله ابن عدي الجرجاني توفي سنة ٣٦٥ هـ. [٩٧٥ م.]

(٢) محمد الذهبي توفي سنة ٧٤٨ هـ. [١٣٤٨ م.] في مصر

(٣) محمد ابن الشحنة الحلبي توفي سنة ٨٩٠ هـ. [١٤٨٥ م.]

(٤) محمد البهنسي الحنفى الدمشقى توفي سنة ٩٨٧ هـ. [١٥٧٩ م.]

(٥) عمر ابن نجيم المصرى الحنفى صاحب نهر الفائق شرح كنز نسفى توفى سنة ١٠٠٥ [١٥٩٧ م.] فى مصر

النهر الفائق والعلامة محمد بن على الدمشقى الحصكفى مؤلف الدر المختار الكبار أنهم ليسوا باهل لترجيح بعض روايات المذهب فضلا عن مخالفة المذهب ونقل فى كتاب الشهادة بباب القبول عن العلامة السائحانى " ابن الشحنة لم يكن من أهل الأختيار " وفى كتاب الزكوة فى باب صدقة الفطر " البهنسى ليس من أصحاب التصحيح " وفى كتاب النكاح بباب الحضانة " صاحب النهر ليس من أصحاب الترجيح " وفى كتاب الرهن عن بحث للعلامة الشارح الحصكفى لاحاجة إلى إثباته بالبحث والقياس الذى لسنا اهلا له وأن هؤلاء ليسوا فى شئ حتى إن الاكابر وأساطين المذهب الأعاظم الجليلين رفيعى الدرجات أمثال الإمام الكبير الخصاف[١] والإمام الأجل أبو جعفر الطحاوى والإمام أبو الحسن الكرخى والإمام شمس الأئمة الحلوانى[٢] والإمام شمس الأئمة السرخسى والإمام فخر الإسلام على البزدوى[٣] والإمام فقيه النفس فخر الدين قاضى خان والإمام أبو بكر الرازى[٤] والإمام أبو الحسن القدورى[٥] والإمام برهان الدين الفرغانى مؤلف الهداية وغيرهم من الأعاظم الكرام ادخلهم الله تعالى فى دار السلام قد نقل التصريح فيهم عن رسالة العلامة ابن كمال باشا[٦] رحمه الله تعالى " إنهم لايقدرون على شئ من المخالفة لا فى الأصول ولافى الفروع .

العدل فانكم حاضرون أمام الله وما تلون بين يديه فليس من المناسب التلسن والتحمس والالحاح لدقائق بل لابد لكل إنسان أن يطرق رأسه ويفكر وأن يختبر مؤهلاته تجاه هؤلاء الأئمة العظام فيرى أين السهامن مصابيح السماء وأين الثرى من الثريا إن لم يقص على دينه

(١) احمد ابو بكر الخصاف توفي سنة ٢٦١ هـ. [٨٧٤ م.]

(٢) عبد العزيز الحلواني الحنفي توفي سنة ٤٥٦ هـ. [١٠٦٤ م.] في بخارى

(٣) فخر الاسلام علي البزدوي الحنفي توفي سنة ٤٨٢ هـ. [١٠٨٩ م.] في سمرقند

(٤) احمد ابو بكر الرازي الحنفي توفي سنة ٤٦٣ هـ. [١٠٧٠ م.] في بغداد

(٥) احمد القدوري الحنفي توفي سنة ٤٢٨ هـ. [١٠٣٧ م.] في بغداد

(٦) احمد بن سليمان بن كمال پاشا مفتي الثقلين توفي سنة ٩٤٠ هـ. [١٥٣٤ م.] في استنبول

وعدل فى نفسه لم يجد أهلية التلمذ لادنى تلامذة تلامذتهم ، لله الفريسة التى تكون مفلتة من وثبة الآساد الضوارى يريد الثعالب والسراحيب التمكن منها (إن هذا لشئ عجاب) .

نعم لانذكر من جعلــه ابليس المريد مريدا لــه وعلمه إدعاء " أناخير منه " تجاه جميع ائمة الأمة أيها الأخ هل ترغب فى التمسك بالــدين أم الألحاح على القول فليس الاضطراب والسخطـة والتململ لدقائق مستنكرا ولكن لاحظوا آثار دعاوى الأهلية من غير المقلدين ورأسهم وزعيمهم وأعــلى القمم وأسمى الذرى واكبر المحــدثين والمتوحدين الإمام المنتخب والمتفرد مجتهد العصر علامة الدهر نذير حسين الــدهلوى هداه الله إلى الصراط السوى لاحظوا مؤهلات نفس هـذا الأكبر وقد كشفت عن علمه بالحديث لحاجة سؤال السائلين فى هذا الشهر الجارى فى مسألة واحــدة وهى الجمع بين الصلاتين فاخرجت الطرائف التى لم ترهاعين الفلك الهرم مع دورانه القديم وعمره الطويل من يريد البسط فليراجع كتابى المذكور " حاجز البحرين " .

أنا أجمل علم المجتهد الدهلوى وطرائفه وعجائبه فى مسألة واحدة :

١ : هذا المجتهد (نذير حسين الدهلوى) لايميز الضعيف المحض من المتروك .

٢ : ولايفرق بين التشيع والرفض .

٣ : ولايفصل فلان يغرب وفلان غريب الحديث .

٤ : ولايميز بين الغريب والمنكر .

٥ : ويحمل كلام " فلان يهم " على الوهمى (أى الذى قيل فيه أنه يهم فهو وهمى عنده) .

٦ : وكذا يحمل " له أوهام " على أنه وهمى .

٧ : والحديث المرسل مردود مخذول عنـــده ومدلس العنعنة جدير بالأخذ والقبول .

٨ : يعتبر الوصل المتأخر تعليقا مثلاً عند ما يقول المحدث رواه مالك عن نافع عن ابن عمـــر حدثنا بذلك فلان عن فلان عن مالك يقرره هذا الدهلوى معلقا ويهضم قطعة حدثنا بذلك .

٩ : ويجعل الأحـاديث الصحيحة مردودة منكرة وواهيـــة بسلاطة لسانه فقط .

١٠ : والحديث الضعيف الـــذى صرح الإمام البخارى وغيره بكونه منكرا ومعلو لا يجعله صحيحا ببحوثه الباطلة .

١١ : ويقصر الحديث الضعيف على ضعف الرواة ويعتقد العلل القوادح معدومة حين ثقة الرواة .

١٢ : وله فى معرفة الرجال شرة التمييز إلى حد أنه لايميز بين الإمام الأجل سليمان الأعمش العظيم القـدر الجليل الفخر التابعى الشهير وبين سليمان بن أرقم الضعيف .

١٣ : ويعتقد خالـــد بن الحارث الثقة الثبت خالـــد بن مخلد القطوانى ولايفرق بينهما .

١٤ : ويقرر الوليد بن[١] مسلم الثقة الشهير الوليد بن القاسم .

١٥ : ويجهل مسألة تقوى بطرق جهلا محضاً .

١٦ : ويغفـل عن الفرق البـــديهى بين الراوى المجروح والمرجوح أصلاً .

١٧ : الإمتياز بين المتابع والمدار صعب عليه ومتابعات الثقات الواضحة بأقرب الوجوه بين عينيـه ولكن الحديث سخيف بزعمـه لوقوع الضعف فى بعض الطرق .

١٨ : وتتوفر الطرق الجليلـــة الموضحـة المعانى فى الكتب المشهورة المتداولـة حتّى فى الصحيحين والسنن الأربعـة والوصول اليها يستحيل عليه فضلا عن قدرة الاعتناء بجميع الطرق من سائر الكتب واحاطة الألفاظ والفرق بين المبانى والمعانى من سائر الكتب بالبحث والتحقيق .

١٩ : ولايقبل قول الأئمـة فى التصحيح والتضعيف إلا إذا كان ذلك القول منقولا ومـذكوراً فى تصانيفهم والا نقل الثقات يكون مردوداً أو مخذولاً .

٢٠ : وقد يقدح الرواة الجليلين للبخارى ومسلم بلاوجه وجيه ودليل ملزم فيجعل بعضهم مردودا وخبيثا وبعضهم متروك الحديث

---

(١) الحافظ وليد بن مسلم الدمشقى توفي سنة ١٩٥ هـ. [٨١٠ م.]

كالإمـام بشر بن أبى بكر التيسى ومحمـــد بن فضيل بن غزوان الكوفى وخالد بن مخلد أبى الهيثم البجلى وهذا تفوهه برجال البخارى ومسلم الحاصين البعيدين عن الجرح والقدح وأكبر من ذلك أن علمه بالحديث قد وضع قواعد سبعة فى الرد وا لابطال للصحاح الستة فقال إن الراوى الذى قيل فيه " التقريب " صدوق رمى بالتشيع أو صدوق متشيع أو ثقـــة يغرب أو صدوق يخطئ أو صدوق بهم أو صدوق له أوهام فهؤلاء كلهم ضعاف ومردودا والرواية ومتركوا الحديث عنـد هـــذا الدهلوى ودعوا سائر الصحاح وانظروا فى الصحيحين تجدوا كثيرا من أمثال هؤلاء رواة ليس عددهـم بواحد أو أثنين أو إلى عشرين فقط بل يبلغ عددهم إلى مائة أو أكثر ، هذه ست قواعد .

والسابعة السند الذى يقع فيه راوٍ غير منسوب مثلاً حدثنا خالد عن شعبـــة عن سليمان ويوجد راوٍ ضعيف آخر بـاسم ذلك الراوى فيحمله على الراوى الغير المنسوب بالنظر إلى قرب الطبقـة وروايات المخرج رجمـا بالغيب وجزما بالريب ويحكم بضعف الحديث وسقوط الرواية .

معشر المسلمين! أنظروا إلى القواعد السبعة لهذا المحدث واعرضوا عليها البخارى ومسلم وما يرد من الأحاديث بهـذه المحدثات المخترعة فاخرجوها إلى مستيقن وجازم بأنـــه لايبقى أكثر من نصف الكتابين أو ثلثها .

لا يسمح الله أن يكون طالب متوسط من مقلدى الأئمة متخبطا مثل ذلك ، هذه طرائفه فى مسألة واحدة فإلى أين تبلغ طرائف جميع كلامه فالعظمة لله هؤلاء القدماء الرءوس الذين تعتبرهم الجماعة انوفهم وتحسبهم مجتهدين عالين وموهلاتهم هـــذه فأين الأمة الجديدة جماعة الإخوان الصغار منهـم لافى العير ولا فى النفير العيـــاذ بالله من شر الشرير .

هل كان المرزا والشاه (ولى الله الدهاوى اللذان ذكرهما السائل فى الاستفتاء) غبيين وعديم الشعور حتى يفوضا ازمـة أحكام الشريعة الالهية وفهم أحاديث الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم إلى أيدى رجال لاخطام لهم فمرادهما أن من كان أهلاً له فله إجازة العمل (بالحديث) بل الواجب لا الاغبياء الغير الموهلين الذين يقرءون الترجمة الأردوية للبخارى والترمـــذى والمشكوة فيحسبون أنهم محدثون أو بعض الناس يزعمون مذهب الأئمـة مخالفا للحديث لكى يحرم الله تعالى تقليد الأئمـة ويفرض الإيمان ببعض الناس فى هذا العصر، أيها الأخ العزيز إنما هذا أيضاً تقليـد محض نعم ليس تقليد أبى حنيفة ومحمد ولكن تقليد بعض الناس .

وا أسفاه! على أن يفهموا هذا المعنى من كلام المرزا و الشاه و يعتقد و هما خارجين عن نطاق العقل و هاديهما العالى مرشدهما السامى موليهما و مولى البيعة و إمامهما الرباني الشيخ مجدد الالف الثاني رحمة الله تعالى عليه يحرر فى مكتوب ٣١٢ من مكتوباته:-

مخدومی ! إن أحـــاديث الرسول على مصدرها الصلوة والسلام قدجاءت فی باب جواز الإشارة بالسبابة كثيراً وجاء بعض الروايات الفقهية الحنفية أيضاً فی هذا الباب ولكن غير المذهب الظاهر , أما قول الإمام محمد الشيبانی كان رسول الله ﷺ يشير ونصنع كما يصنع النبی عليه وعلى آلـه الصلوة والسلام ثم قال هـــذا قولی وقول أبی حنيفة رضی الله تعالى عنهما فمن روايات النوادر لامن روايات الأصول وإذا وقعت حرمـة الأشارة بالروايات المعتبرة وافتوا على كراهة الإشارة لايجوز للمقلدين أمثالنا أن نجترئ على الإشارة عملاً بمقتضی الأحاديث ولايخلو مرتكب هـــذا الأمر من الحنفيـة عن الحالين إما لايثبت العلم بالأحاديث المعروفة فی جواز الإشارة للعلماء المجتهدين أو يحسبهم أنهم حكموا بالحرمـة والكراهة لمقتضی آرائهم خلاف الأحاديث وكلاهما فاسد ان لايختارهما إلاسفيه أو معاند ولكن نحسن الظن بهؤلاء الاكابر ونحسب أنهم لم يحكموا بالحرمة أو الكراهة حتى ظهر لهم الدليل غاية ما فی الباب أنـــه لا علم لنا بذلك الدليل وهـذا المعنى لايستلزم قدح الاكابر وإن قال أحد إنـــه يعلم الدليل بخلاف ذلك أقول لايعتبر علم المقلد فی إثبات الحلة والحرمة ويعتبر ظن المجتهد فی هذا الباب كانهؤلا الاكابر يعلمون الأحاديث لأجل القرب ووفور العلم وحصول الورع والتقوىٰ أحسن منا الاباعد ويعرفون الصحـــة من السقم والنسخ من عدم النسخ أكثر منا ولاريب أنهم يحملون الوجـه الموجـــه فی ترك العمل بمقتضی الأحاديث على صاحبها الصلوة والسلام وأما ما نقل عن الإمام الأعظم إذاصح الحديث فهو مذهبی فالمراد بـــه الحديث الذی لم يصل إلى الإمام وحكم بخلاف ذلك بناء على عدم العلم بهذا الحديث

وأحاديث الإشارة (فى التشهد) ليست من هذا القسم وإن قالوا إن علماء الاحناف افتوا بجواز الأشارة أيضاً فيجوز العمل بكليهما بمقتضى الفتاوى المتعارضة قلت إن وقع التعارض بين الجواز ترجح عدم الجواز اه ملتقطاً .

ونقل أيضاً عن رسالة المبدء والمعاد للمجدد :-

" كان يتمنى (هذا المجدد) إلى مدة أن يبدو وجه القراءة الفاتحة خلف الإمام فى المذهب الحنفى ولكن اعتناء بالمذهب كان يترك القراءة جبراً وكان يعتد هـذا الترك من قبيل الرياضة أخيراً أظهر الله حقيقة المذهب الحنفى فى ترك قراءة الماموم ببركة الأهتمام بالمذهب إذ الانتقال عن المذهب الحاد وجعل القراءة الحكمية أجمل من القراءة الحقيقية فى نظر البصيرة " .

نعم استعرضوا الآن أخبار أقوال الكبار ثم انظروا هـذا كبير الكبراء وعظيم العظماء وإمام الأئمة ماذا يقول وكيف ينزل الصواعق على الادعاء الباطل أى العمل بالحديث وكيف يهلك هذه النظرية .

أولاً : إعترف صراحة بأن الأشارة فى التشهد وردت فى كثير من أحاديث النبى صلى الله تعالى عليه وسلم .

ثانياً : تلك الأحاديث معروفة وشهيرة .

ثالثاً : فى المذهب الحنفى اختلاف قال الإمام محمد رحمه الله تعالى فى روايات النوادر كان النبى ﷺ يشير فنحن نشير أيضاً .

رابعاً : وأعـرب عـن أن هـــذا قول الإمـــام الأعظم رضى الله تعالى عنه .

خامساً : ليست الرواية فقط بل أفتى العلماء الأحناف بكليهما مع هـذا كلـــه لأجل أن روايات الأشارة ليست مـن ظاهر الرواية يقول بكل صراحة لايجوز لنا المقلدين أن نجترئ على الإشارة نعمل بالحديث هذا القول القاهر للإمام الربانى فى حال اللين والسهل فكيف يكون قوله فى العمل بالحديث فيما لاتكون الفتوى مختلفة ولا يوجد اختلاف فى الرواية أصلاً .

أيها الناس هل فى هذا الإمام قال الشاه ولى الله أنه احمق مبين أو منافق كافر استحيوا أيها المعترضون وإخشوا عظمـة الشاه ولى الله لم يكن يمكنه أن يظن فى فخامة المجدد هذا الظن المردود والمذموم فإنه يعتقده قطب الأرشاد والهادى والمرشد ودافع البدعات ويعتبر تعظيمه تعظيم الله وشكره شكر الله كما يكتب فى مكتوبه السابع :

" الشيخ (مجدد الألف الثانى) قطب الأرشاد لهذا الدور وقـد نجى كثير من الضالين باديـة الطبائع والبدعات على يده وتعظيم الشيخ تعظيم لمدور الأدوار ومكون الاكوان والشكر لنعمـة الشيخ شكر لمفيض النعمـة أعظم الله تعالى له الأجور " .

نعم لعل طعن نذير حسين الدهلوى ليس الأعلى حضرة المجدد كما يكتب فى " معيار الحق " إن بعض الناس فى هذه الأيام يصبحون مشركين

بالتزام التقليد المعين فإنهم لايقبلون الحديث الصحيح وإن عرض ضد رواية الكيدانى .

فى نفس مسئلة الإشارة تعرض رواية الكيدانى كما عرض المجدد فتاوى الغرائب وجامع الرموز وخزانة الروايات وغيرها وذلك أصل واحد أى عدم قبول الحديث ضد الرواية الفقهية .

فأنظروا كيف يقدم المجدد الرواية الفقهية ولاجلها يترك العمل بالأحاديث الصحيحة ويعبر نذير الدهلوى عن هذا بالشرك بلاخوف ولاخطر حفظنا الله من ظلال هؤلاء مجى الشرك ونفوض أمر الدهلوى إليه ونقدم فوائد كلام المجدد .

أولاً : هذه هى فائدة عظيمة .

ثانياً : قد صرح حضرة المجدد بأن الأحاديث المعروفة كما وردت فى رفع اليدين وقراءة المقتدى وغيرهما فانها ليست أقل شهرة من احاديث الإشارة فلا يعرضها ضد أقوال الإمام إلاغبى سفيه أو معاند مكابر ملح فإن تلك الأحاديث لم تكن لتخفى على الإمام ومعاذ الله لم يكن الإمام ليخالف الأحاديث برأيه فلا جرم أنه لم يعمل بها لدليل قوى شرعى .

ثالثاً : قد أعرب عن أن العلم باجوبة الأحاديث ليس بواجب لنا ويكفينا العلم بأن عند علمائنا وجها موجها .

رابعاً : وقد قال أيضاً يكون العمل بمسألة المذهب وإن لم نعلم الدليل على خلاف ذلك صراحة فضلاً على أن لا نعلم الدليل على

مسألة المذهب على كل حال لايعتبر شيئاً .

خامساً : وقال أيضاً إن علماءنا الأسلاف رضى الله عنهم كما كانوا يحملون على الحديث ويعرفون الصحيح والضعيف والمنسوخ والناسخ لايساوى بهم من بعدهم فلا علم لهم كعلمهم ولاقرب لهم كقربهم الرسالة إذا يقول المجدد فى عصره فالى الآن قد مضى بعده ثلاث مائة عام فاليوم قليلوا المطالعة والقراءة هل يمكنهم أن يعادلوا بالأئمة .

سادساً : قد صرح بشرط أن أقوال الإمام الماثورة بألسوال الخاص (المذكور فى الابتداء) تتعلق بالأحاديث التى لم تصل إلى الإمام وصدرت المخالفة بناء على عدم العثور لا أنه مرجوح أو مأول أو متروك العمل على أصول المذهب بوجه من الوجوه المذكورة وإلا هكذا كانت المخالفة بحال العثور أيضاً كما لايخفى .

سابعاً : لعل مكانة علم المجدد لاينكرها هؤلاء أيضاً إن هذا المرزا جان جاناں الذى استدل بكلامه (فى هذا الاستفتاء) اعترف بكبره يعتقد حضرة المجدد أهلاً للاجتهاد ويكتب فى ملفوظاته " التمست من رسول الله ﷺ ماذا تقول فى مجدد الألف الثانى ؟ قال من مثله فى أمتى ؟ إذا يقول هذا كبير الكبار " إنه لايجوز لنا المقلدين العمل بالأحاديث على خلاف الإمام والذى يجترحه احمق فاقد الشعور وهو باطل وساع للباطل فأين هؤلاء الزاعمون الكاذبون منهم أين الثرى من الثريا .

هذه الفوائد السبعة كانت فى عبارة المكتوبات .

ثامناً : وإن لم يدرك أحد حقيـــة قول الإمام ولكن العمـل بذلك واجب إن هذا يحبه الله ويوجب البركات ، أنظروا إن حقية المذهب الحنفى فى مسألـــة قراءة المقتـدى (خلف الإمام) لم تكن ظهرت للمجدد إلى مـدة ولم يـزل قلب المجدد يميل إلى القراءة ولكن لم يعمل إحتفالا للمـذهب ولم يـزل يبحث عن مبرر فى نفس المذهب الحنفى .

تاسعاً : قد أجاب عن سوال بصراحة أنه إن خالف الإمام فى مسألة واحدة ولو بسبب أنه لم تظهر حقية المذهب فيها خرج عن المذهب لأن هذا يعتبره الإمام الربانى انتقالا عن المذهب .

عاشراً : أنظروا فى هـــذا الحكم القاهر الأشد أن من يفعـــل ذلك فهو ملحد .

فالآن على نذير الدهلوى أن يبتغى بمقتضى إيمانه ما ينبغى له إن شاء يقرر الشاه والمرزا سفيهين ومعاندين وملحدين عند المجدد وإن شاء يجعل حضرة المجدد مدعى الباطل ومخالف الإمام والأحمق المبين أو المنافق الكامن عـلى قولهما ولاحول ولاقوة إلا بالله العـلى العظيم لاجرم أنهما يحادثان على نفس صحة العمل التى لايعثر عليها إلا الفقهاء أهل النظر والاجتهاد فى المذهب فالكلامان ليسا متخالفين ولا حرف فيها مخالف لنا هكـذا ينبغى التحقيق والله ولى التوفيق ، كان هذا المبحث طويل الأذيال المقتضى بسط الكلام ولكن ما قل وكفى خير مما كثر وألهى

أيها القارءون الكرام أنظروا فى المبحث المسئول عنه واجتنبوا الخروج عن المبحث فإنــه الصنيع الشنيع للجهلـة والعاجزين ربنا إفتح بيننا وبين قومنا بالحق وأنت خير الفاتحين وصلى الله تعالى على سيد المرسلين محمد وآله وصحبه أجمعين .

وكان ينبغى لنا أن نسمى هذا المختصر بمقتضى المادة :

,, الفضل الموهبى فى معنى إذاصح الحديث فهو مذهبى ،،

ونلقبه باللبّ التاريخى :

" أعز النكات بجواب سوال اركات "

ربنا تقبل منا أنك أنت السميع العليم ، آمين . والله سبحنه وتعالى أعلم وعلمه جلّ مجده أتم وأحكم .

كتبــه : عبده المــذنب احمــد رضا البريلوى
عفى عنه بمحمد المصطفىٰ النبى الأمى
صلى الله تعالى عليه وآله وسلم .

دُعَاءُ التَّوْحِيد

يَا اَللهُ يَا اَللهُ لاَ اِلَهَ اِلاَّ اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ يَا رَحْمَنُ يَا رَحِيمُ يَا عَفُوُّ يَا كَرِيمُ فَاعْفُ عَنِّي وَ ارْحَمْنِي يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَ اَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَ لآبَائِي وَ أُمَّهَاتِي وَ لآبَاءِ وَ اُمَّهَاتِ زَوْجَتِي وَ لأَجْدَادِي وَ جَدَّاتِي وَ لأَبْنَائِي وَ بَنَاتِي وَ لإِخْوَتِي وَ أَخَوَاتِي وَ لأَعْمَامِي وَ عَمَّاتِي وَ لأَخْوَالِي وَ خَالاَتِي وَ لأُسْتَاذِي عَبْدِ الْحَكِيمِ الآرْوَاسِي وَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ اَلاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَ الاَمْوَاتِ «رَحْمَةُ اللهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ» بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَ الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

دُعَاءُ الاسْتِغْفَار

اَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيمَ الَّذِي لاَ اِلَهَ إِلاَّ هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ وَ أَتُوبُ إِلَيْهِ

بدأت حركة الخلافة بعد الحرب العالمى الأولى (زهاء ١٩١٩م) فى جميع شبه القارة الهندية، وأساس هذه الحركة كان الظلم والإستبداد على الأتراك المسلمين من المسيحيسين ، وهذا ما ملاء صدور المسلمين بالأحقاد ضد الإنجليز فى شبه القاره ، وكان فى الهند مع سائر الناس فريقان كبيران ، حكمـــا على الهند أيا ما غير يسيرة ، هما المسلمون والهندوس ، وكان كل منهما يود سيطرته على الهند ، ولما رأى رئيس الهندوس غاندى[١] نفـرة المسلمين ضد الإنجليز ، إغتنم هذه الفرصـــة وأعلن " بحركـــة ترك الموالات " ليأخـذ القوة من المسلمين ضـد الإنجليز، وذلك فى سنه ١٩٢٠م وبعينه أراد بعض القواد من المسلمين ما أراد غاندى ، وكان من نتيجته مقارنـة " حركة الخلافة " (التى كانت حركة المسلمين) مع "حركة ترك الموالات" ونشأت من هذا كله مشكلة شرعيـــة ، وهى أن المسلمين وإن قاطعوا الإنجليز ولكنهـــم والوا الهندوس ، بل قيدوا أنفسهـم مـع الهندوس فى سلسلة المواخاة والمودة ، وأول من جهر بتحريم هذه الصورة هو شيخنا أحمد رضا فإنه خالف " حركة ترك الموالات " بشكلها الخاصة ، والذين كانوا فى طليعة هذه الحركة إتهموه بمودة الإنجليز والحال إنه أكبر اعداء الإنجليز فى الواقع كما سنوضح بعد، وهذه الحركة كانت بعينها كتلك الحركة التى كانت فى عهـــد الملك " أكبر " (٩٦٣هـ - ١٠١٤هـ) فقام ضدها الشيخ أحمـــد سرهندى (متوفى ١٠٣٤هـ) المجدد للألف

(١) غاندي رئيس البراهمة في الهند توفى سنة ١٣٦٨ هـ. [١٩٤٨ م.]

الثانى ، ألذى يقول فيه شاعر المشرق علامه اقبال رحمه الله

وه هند میں سرمایهٔ ملت کا نگهبان

الله نے بروقت کیا جس کو خبردار

ولما أنشئت تلك الحركـــة الأكبريه (توحيد الأديان) بهيئة جديدة قام لتدميرها وتدحيضها أحمد آخر ، وهو أحمد رضا ، رحمه الله ، فدمرها بفضل الله وكرمه تدميرا

خضوع بعض العلماء للإنجليز وحشوعهم للهندوس :

ومع الأسف لابدلى أن أذكر موجزاً الجو الذى عمل فيه الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله عمله التجديدى ، وقلت " مع الأسف " لأن هذه التذكرة تسفر القناع عن بعض وجوه الأعيان ، ومعهذا لا قبل ولا قدرة لنا على تغيير مسجلات التاريخ .

تفرق أتباع الشيخ إمداد اللّه (١) مهـاجر مكى فى فرقتين عند الثورة الهندية سنة ١٢٧٤ هـ. ١٨٥٧ م و هذا الإفتراق وقع فى مسئلة نصرة ملك دلهى ، فانتخبت فرقة مـركزها على كره (مدينة فى هند) و أخرى ديوبند (٢) أما اصحاب ديوبند فـهم ساعدوا فى ثورة سنة ١٣٧٧ هـ. ١٩٥٧ م الإنجليز بل بعضهم قاتلوا مع المسلمين (٣) و الشيخ رشيد (٤)

(١) امداد الله الديوبندي توفي سنة ١٣١٧ هـ. [١٨٩٩ م.]

(٢) الشيخ عبيد الله السندي – الشاه ولي الله و حركته السياسية ص – ١١١.

(٣) تذكرة الرشيد ، المجلد الاول – ص – ٧٥.

(٤) رشيد احمد الكنكوهي الديوبندي توفي سنة ١٣٢٣ هـ. [١٩٠٥ م.]

أحمد جنجوهى لما أخذ فى قضيـة البغى ضد الإنجليز قـال واضحا "إنى فى الواقع مطيع للحكومـة (الإنجليزية) لذا لا تضرنى تهـمة شيـئا ، و لو قتلت فالحكومة ولية الأمر تفعل ما تشاء (١).

و قال بعض العلماء إن الهند دار الحرب و المسلمين مستأمنون فيها ، و على هذا الأساس لا يجوز لهم الجـهاد ، كما قالت الشيـعة (٢) و قال بعضـهم إن الهند دار الاسلام فـلا يجوز فـيها الجـهاد ، و كـانت الحال لسيطرة الحكومة الإنجليزية أن أكثر الناس أطاعوها ، كما يقول الفردلائل "إن الجـمعيـات الهندية كلهـا مع اختـلافـها فى بعض الأمـور مـتحـدة القلوب فى اطاعة تاج بريطانيه اطاعة كاملة (٣).

وبعد الحرب العالمى الأولى بدأت حركة الخلافة وفى تلك الآوانة بدأت حركة ترك الموالاة على إشارة غاندى، واتحدت هاتان الحركتان لمخالفة الإنجليز مع الموالاة فيما بينهما ، أى بين المسلمن والهندوس ، ومن هنا نشاء تصور القومية الوطنية ، وقالوا إن المسلمين والهندوس قوم واحد لأنهـم يسكنون فى وطن واحد ، ومع الأسف قبل هذا

---

(١) تذكرة الرشيد المجلد الأول ص - ٨٠ .

(٢) هذا ما قالـه ڈبليو ڈبليو هنٹر فى كتابـه - مسلموا هند ص - ١٧٤ - ١٨٠ .

(٣) سر الفر ڈلائل - عروج وسعة للمملكة الهندية - طبع حيدر دكن آباد ١٩٣٣م ص ٣٦٩ .

التصور بعض أكابر علماء الهند ، وفى بعضهم يقول علامه إقبال رحمه الله .

عجم هنوز نداند رموز دين ورنه ....
ز ديوبند حسين احمد اين چه بو العجبى است
سرود برسر منبر كه ملت از وطن است
چه بے خبر ز مقام محمد عربى است
به مصطفى برسان خويش راكه دين همه اوست
گر باو نه رسيدى تمام بولهبى است (١)

يعنى إن العجم لم يقفوا على رموز الدين حتى الآن ، والعجب كل العجب أن حسين أحمد الديوبندى[٢] يقول على المنبر إن القوم يتشكل بالوطن ، ما أجهله عن مكانة المصطفى ﷺ ، الدين كله فى حب الرسول ﷺ ومن لم يحبه فهو أبو لهب ، أى لابد للمسلم أن يجعل مركز المحبة محمداً ﷺ لا الوطن واللغة والنسب والحسب وغيرها ؛ كما يقول العلامه فى شعر آخر .

نهيں وجود حدود وثغور سے اسكا
محمد عربى سے هے عالم عربى

وحضر مولينا محمد على جوهر ومولينا شوكت على فى خدمة الشيخ احمد رضا رحمه الله ودعاه إلى " حركة ترك الموالات " فاجاب

---

(١) كليات إقبال ، طبع دهلى ص - ٣٥٢ .

(٢) حسين احمد الديوبندي توفي سنة ١٣٧٧ هـ. [١٩٥٧ م.]

الشيخ بقوله "مولينا ! فرق عظيم بين سياستكم وسياستى ، أنتم حماة إتحاد المسلمين والهندوس وأنا ضد هذا الأتحاد، ولما سمعا هذه الإجابة الواضحة وجدا فى نفسهما شيئاً ، وتطييبا لقلوبهم قال الشيخ ! " مولينا ! إنى لا أخالف حرية الوطن بل إنى أخالف إتحاد المسلمين والهندوس" (١) .

وقد استفتى الشيخ بعض الناس عن ترك الموالات (١٣٣٩هـ ١٩٢٠م) فأجاب الشيخ جوابا مدللا بدلائل قاطعة ، وطبع هـذا الجواب باسم " المحجة الموتمة فى آية الممتحنة " (١٣٣٩هـ/١٩٢٠م) وأريد أن أذكر فكرة الشيخ فى ضوء هذا الكتاب .

سأله مولوى حاكم على برفسور كلية إسلاميه لاهور (١٤ صفر ١٣٣٩هـ) وخلاصة سؤاله كالآتى :-

" قال مولينا أبو الكلام آزاد فى جلسة الشورى العموميه لكلية إسلاميـه فى لاهور (٢٠ اكتوبر ١٩٢٠م) لا بدلنا من رد المبالغ الإمداديه من حكومـة بريطانيه لتحقق ترك الموالاة ، وتفرز الكليـة عن الجامعة ، وكان قول أبى الكلام موجبا لإثارة الغضب فى شركاء الجلسة ، فسأل مولوى حاكم على من الشيخ احمد رضا خان عن قول أبى الكلام ، هل يصح قوله أم لا ؟ وما حكم هـذه المبالغ ؟ وقبول

---

(١) پاشا بيگم - الخدمات السياسة والدينيه للشيخ احمد رضا ، عرفات لاهور ، اپريل ١٩٧٠م - ص ٦٥ .

وبرفسور محمد مسعود احمد : فاضل بريلوى اور ترك موالاة .

والدكتور اشتياق حسين قريشى . العماء فى السياسة (بلغـة انجليزيه) طبع معارف يستد كراتشى - ص ٣٦٤ .

هذه المبالغ من الموالات أم لا ؟ وأجاب الشيخ ما محصله .

١ـ هناك فرق عظيم بين مجرد المعاملة والموالاة ، والمعاملة الدنيوية التى لاتضر بالـدين غير ممنوع قطعا إلا عن المرتدين ، والذمى فى المعاملة كالمسلم (١) .

٢ـ يحل النكاح بالكتابيه، وإن جنجوا للسلم فالمصالحة ضرورية (٢) .

٣ـ وتجوز المعاهـــدة معهم ، وكذا لو عاهـد المسلم مع غير المسلم معاهدة جائزة فيجب إيفاء العهد والغدر حرام .

٤ـ كان أصحاب ترك الموالاة يستعملون أشياء الإنجليز ، مثلاً القطار البريد ، التلغراف وغيرها حينما يحرمون إشتراء آموالهم ، فالشيخ يقول يا للعجب ! جاز دفع المال فى المقاطعـة (ترك الموالاة) وحرم أخـــذ المال ، وإن قيل إن القطار والبريد وغيرهما فى بلادنا ، ومن أموالنا، فالجواب إن المبالغ التى تدفع فى الإمداد لاتأتى من بريطانيه وإنما هى أيضاً من أموالنا ومن بلادنا .

ثم بعد هذا السؤال أرسل إلى الشيخ سؤالا شودرى عزيز الرحمن صدر المدرسين للمدرسة الرسميه لائلپور (١٣٣٩هـ) وكانت فى السؤال

---

(١) الشيخ احمد رضا رحمه الله ـ المحجة المؤتمنه ـ وريئس احمد جعفرى : أوراق گم گشتة طبع لاهور ـ ص ٢٢٧ .

(٢) أوراق گم گشتة ـ ص ٢٢٧ .

شدة ما، بعد أن كان السؤال نفس السؤال الــذى قدمناه من مولوى حاكم على ، وملخصه .

ما قولـكم فى حركة عدم التعاون مـع الحكومة الإنجليزية ، هل هــذا الحكم إسلامى أم لا وهل يجوز الحاق الكليات مع الجامعه (أى الجامعة الحكومية) والإستمداد بالجامعــة ، وهل يجوز التوظف فى مكاتب الحكومـة وأجاب الشيخ على هــذه المسائل بالتحقيق العجيب والاستنباط الأنيق ، ملخصه :

تكلم على الـذمى ، الحربى ، المستأمن ، الموالات وترك الموالات وغيرها من الأمور المتعلقة بالموضوع ثم قال " التحقيق إن الموالات على قسمين ، الأولى الحقيقية ، وهى على مراتب أدناها ، ميل القلب، ثم الوداد ، ثم الإتحاد ثم الإنقياد بلاخوف مكروه ولاطمع محبوب ، ثم التبتل ، وهذه الموالاة بجميع وجوهها وأقسامها على كل حال محرمة مع الكفار .

الثانيه ٥ أن لايكون ميل قطعا فى القلب ولكن يعامل مع أحد معاملة تنبئ عن الوداد ، وهــذه جائزة عند الضرورة بقدر الضرورة مطلقاً .

وبين المداراة والمداهنة، قسمين للموالاة الصورية البر والإقساط والمعاشرة والعاشرة مجرد المعاملة ، وهــذه تجوز مع كل كافر سوى لمرتد (١) ثم نقل أحاديث تتعلق بالاستعانة عـلى اليهود والنصارى

---

(١) أوراق گم گشة ـ ص ٢٥٩ .

والمشركين وبين محملها ، يقول ، والإستعانة على أحوال ثلاث .

١ـ إلتجاء : أن تلجئ الجماعة القليلة الضعيفة العاجزة إلى الجماعة الكثيرة القوية ، لحل مشاكلها ، وهذا يرادف الأنقياد الكلى بالبداهة فكيف يجوز (١) .

الإعتماد ـ أن يستعينوا مع امثالهم فى العدد والقوة ، ويوالوهم، لحصول العزة والغلبـــة ، وهذا لا يتصور من عـــاقل أن يستعين باعدائه (٢) .

الإستخـــدام ـ أن يكون الكافر مغلوبا ، لا يقدر على ايصال الضرر ، بل يكون ناصحاً لنا خوفاً وطمعا (٣) .

ثم يقول الشيخ واضحا :

المـوالاة حرام مطلقا مـع كل مشرك ، او كان ذميا مطيعـــا وخاضعا للإسلام ، ولو كان، إبنا، أباً ، أخا أو قريباً عزيزا (٤) .

وكان بعض العلماء حينئذاك يجوزون المعاملة والموالاة بل يحسنونهما مع الكفار ومشركى الهند ، حينما يحرمون مجرد المعاملـــة مع الأنجليز

---

(١) أوراق گم گشة ـ ٢٧٩ .
(٢) أيضاً ـ ٢٨٠ .
(٣) أيضاً ص ٢٨٠ .
(٤) أيضاً ص ٢٣٧ .

حراما قطعيا ، بل قال مولانا شوكت علي من أرضى الهنود فقد أرضى الله ، معاذ الله قال مولانا ظفر الملك لو لم تختم النبوة لكان مهاتما گاندهى نبياً وقال مولانا عبد البارى إنى جعلته (غاندى) هاديالى أطيعه فى جميع ما يقول ، وحالى الآن مصداق قول الشاعر :

عمرے كه بآيات وأحاديث گذشت
رفتى ونثار بت پرستى كردى

يعنى إنى فديت عمرى الذى قضيت مع القرآن والأحاديث على رجل وثنى ، وقال محمد على جوهر " إنى أعتقد إتباع گاندهى لازماً علىّ بعد إتباع رسول الله ﷺ

ولم يكتف هؤلاء على الأقوال المذكورة بل جاؤا بشردها نند (الهندو) على منبر جامع دهلى للخطاب ، ووضعوا القرآن الكريم وگيتا (الكتاب المقدس عند الهندوس) فى عجلة واحدة وأخرجوا جلوسها معا ، وبعضهم اختاروا شعائر الهندوس.

قضية قربان البقرة :

كما يعلم قراءنا الكرام أن الهنود يعظمون البقرة بل يعبدونها ، ومنذ قديم لا يزال مسلمو الهند فى معركة وقتال مع الهنود فى قضية قربان البقرة وذبحها، وعلى هذه القضية تهيج الحروب بينهم من حين إلى حين ، حتى الآن ، وجلال الدين أكبر منع ذبح البقرة فى القرن العاشر الهجرى ، وقدر التعزيرات الكبيرة للذين يذبحون البقرة ويخالفون أمره (١) .

---

(١) من أراد البسط فليراجع إلى " آئين أكبرى " لأبى الفضل ، ومنتخب التواريخ لعبد القادر البدايونى، و " منتخب اللباب" وغيرها من كتب التاريخ .

وجاهد ضد هذا الحكم المجدد للألف الثانى ، وحينما فتح كانگره ، ذبح الشيخ أحمـــد المجدد السرهندى البقرة بيده فى الحصن بين يدى جهان گیر ، وبهذا أحيى شعار المسلمين .

وبعينه بدأت تلك القضية فى عهد الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله وكان من أمرها أن پنڈت مدن موهن مالوى قال فى جلسة كانفرس فى دلهى (ديسمبر ١٩١٨م) على المسلمين أن يتركوا ذبح البقرة تطييبا لقلوب الهنود ويمدوا أليهم يد المواخاة والمودة .

وبعد هذا أعلنت " مسلم ليگ (فى ديسمبر ١٩١٩م) بمساعى الدكتور مختار أحمد أنصارى والطبيب أجمل خان أن على المسلمين أن يحترموا عواطف الهنود ، ويتركوا قربان البقرة ألبتة .

وخالف هذا القرار الشيخ عبد القادر البدايونى (وهو من خلص أحباء الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله) وكتب جوابه باسم " الرسالة المفتوحة على اتحاد المسلمين والهندوس إلى مهاتما گاندى " وقد طبع هذا الجواب فى ديسمبر ١٩٢٥م من على كره (هند) .

وقدم إلى الشيخ أحمد رضا سؤال متعلق بقربان البقر فى سنـــة ١٣٠٠هـ فاجاب الشيخ بجواب مدلل من الـــدلائل الشرعية وسماه ، " أنفس الفكر فى قربان البقر " (١) ملخصه قربان البقر من شعائر الإســـلام قال تعالى ، والبدن جعلنها لكم من شعائر الله ، لا يجوز للمسلمين أن يشاركوا مع المشركين فى منع ذبح البقـــر ،

قطعات الى حضرة حاتم الزمان الفاضل حسين حلمي بن سعيد استانبولي من

الفقير ابي محمد الويلثوري المليباري عفي عنهما الباري

أَمَلْجَاءَ حِلْمِي يَا حُسَيْنُ عَلَيْكُمُ — سَلَامٌ مِنَ اللّٰهِ الْكَرِيمِ بِرَحْمَةٍ

أَقَمْتَ عُلُومَ الدِّينِ أَعْلَيْتَ صَوْتَهُ — بِإِقْمَاعِ بِدْعَاتٍ وَإِحْيَاءِ سُنَّةٍ

فَكَمْ مِنْ عُلُومٍ قَدْ نَشَرْتَ طِبَاعَهَا — تَدَارَكْتَهَا قَدْ كَانَ قُرْبَ الْيَاَسَةِ

فَأَنْفَقْتَ فِيهَا الْمَالَ تِبْرًا وَدِرْهَمًا — تَزِيدُ عَلَى قِنْطَارِ يَاقُوتِ دُرَّةٍ

وَلَا غَرْوَ فِيهَا حَيْثُ تُجْزَى بِنِيَّةٍ — قَدِ ابْتَاعَ رَبِّي مِنْكَ كُلًّا بِجَنَّةٍ

رُوِيَ قَوْلُ مَلَكٍ أَعْطِ خَلَفًا لِمُنْفِقٍ — وَفَاسْتَبْشِرُوا بِالْبَيْعِ جَاءَ بِآيَةٍ

إِلَيْنَا أَتَى مِنْكُمْ رَسَائِلُ جَمَّةٌ — بِغَيْرِ حِسَابٍ نُسْخَةٌ بَعْدَ نُسْخَةٍ

فَيَا شَيْخَنَا هٰذَا الْكِتَابُ هِدَايَةٌ — لِمَنْ وَفَّقَ الْهَادِي صِرَاطَ اسْتِقَامَةٍ

فَلَا تَجْعَلَنْهَا يَا مَلَاذِي كَعَظْمَةِ الْـــمُنَاجَاةِ مَرْدُودًا إِلَيْنَا بِخَيْبَةٍ

عَلَى صُنْعِكُمْ جَازَى الْإِلٰهُ بِجَنَّةٍ — تمت — وَيَجْمَعُنَا فِيهَا بِأَهْلِ النُّبُوَّةِ

Bava Musliar, Mudarris Valavannur
Juma masjid-Kerala-KALPAKANCHERİ-INDIA

تنبيه: إنّ كلاً من دعاة المسيحية يسعون الى نشر المسيحية و الصهاينة اليهود يسعون الى نشر الادعاءات الباطلة لحاخاماتها و كهنتها و دار النشر – **الحقيقة** – فى استانبول يسعى الى نشر الدين الاسلامي و إعلائه اما الماسونيون ففي سعي لإمحاء و ازالة الاديان جميعا فاللبيب المنصف المتصف بالعلم و الادراك يعي و يفهم الحقيقة و يسعى لتحقيق ما هو حق من بين هذه الحقائق و يكون سببا فى إنالة الناس كافة السعادة الابدية و ما من خدمة اجلّ من هذه الخدمة أسديت الى البشرية.

عالمگیر اسلامی تنظیم الدعوۃ الاسلامیۃ العالمیۃ فرع آزاد کشمیر (پاکستان)

(دی ورلڈ اسلامک مشن) آزاد کشمیر برانچ - جامع مسجد مدینہ سیکٹر سی ٹو میرپور آزاد کشمیر (پاکستان)

THE WORLD ISLAMIC MISSION

(An International Religious Organisation) Central Office:- (U.K.)

Azad Kashmir Branch.: Jamia Masjid Madina - Sector C/2 Mirpur A.K. Pakistan

الدعوة الاسلاميه العالميه تنقد رأى سعد الحرمين فى ازالة القبة الخضرا

. عُقِدَتْ حَفلَةٌ بِبَلدةِ ميرفور آزادكشمير (باكستان) مِنْ فرع « الدعوة الاسلامية العالمية »
بَعْدَ اَن نَشَرَ رأى سعد الحرمين فى المجلة « الدعوة » لازالة القبة الخضراء-
وكان العلامة محمد لبشير رئيسا للحفلة .

اجتمع فيها اعضاء اللّجنة من انحاء آزادكشمير وحضرها عَدَدٌ كبيرٌ من السامعين وخاطب
فيها الاعضاء موضحين اهمية ابقاء القبة الخضراء التى قرّة عيون المومنين للعالم كلّه الّذين
يَعُدُّونَ زيارَةَ القبة الخضراء وسيلةً لنجاتهم لقولِ الرّسول صلى الله عليه وسلم « مَنْ زارَ
قَبْرِىْ وَجَبَتْ لَهُ شفاعَتِىْ » وهذا الرأى المذموم لِسعد اَكْبَرُ الفتن ، وَخُدْعَةٌ عُظمىٰ
و مَكْرٌ خفيٌّ لأعداء الاسلام - هَلْ يمكن اَنْ يكونَ هذا الرأى القبيح لمحبٍّ لِلْاِسْلَام ؟
من يسعىٰ لازالة شعائر الله ! - لا والله بل يمكن ان تكون الايادى الخفيه والقوى الصيهونية
تعمل خلف هذا الرأى السيئ - لا كذبٌ اِنْ نَقُلْ اَنَّ إخراجَ جنائز الأصحاب وجنازة
السيد عبدالله ابى الرسول (عليه السلام ورضوان الله عليهم) ، سَبَبٌ لِلْاجتراء
على الرأى لازالة القبة الخضراءِ - هذه فتنةٌ عَظِيمَةٌ لاخير فيها اِلّا اَنْ تُدْفَنَ
يجب على المملكة السعوديه العربيه ان تشرح الوجوه الممكنة التى تلعب وتداعب
مداعبة كريهة بقلوب المسلمين المملوءة بحب الرّسول وبحبّ قبّتِهِ الخضرا لاجله عليه السلام -
لا شكّ فيه اَنّنَا نحبّ العربَ للحرمين الشريفين ولولم يكن احترامهما فكيف تبقى المحبة لهم فى قلوبنا -
و نحن نلتمس البلاد الاسلاميّة العالميّة ان تُخبِرَ المملكةَ السّعوديّة العربيّة بهذه
الخدعةِ العظيمةِ و تسعى ان تُدْفَنَ هذه الحيلة المذمومة فى التّراب .

۱۵ ربيع الآخر ۱۳۹۸ والسلام
۲۴ مارچ ۱۹۷۸

اعضاء فرع « الدعوة الاسلامية العالمية بآزادكشمير . ميرفور
MIR PUR-A.K- PAKISTAN